رہبر کامل ﷺ

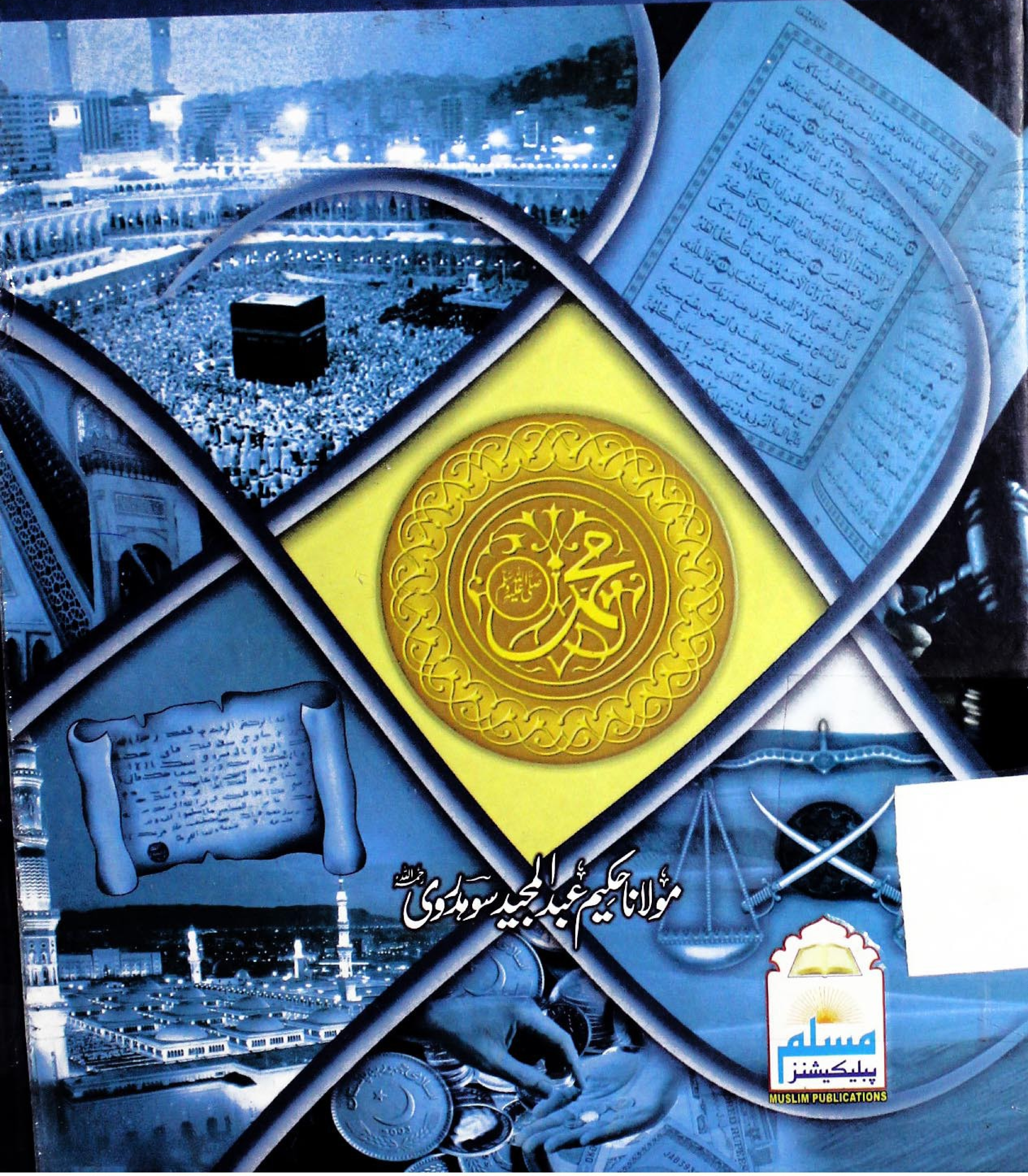

مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

مسلم پبلیکیشنز
MUSLIM PUBLICATIONS

Marfat.com

Marfat.com

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
۱۹ دلآویز پہلوؤں کا شاندار تذکرہ

رہبرِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم

(مفید اضافوں اور تخریج و حوالہ جات کے ساتھ جدید ایڈیشن)

مولانا عبدالمجید سوہدروی

DATA ENTERED

تزئین و تخریج

مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی

ناشر

مسلم پبلیکیشنز

سوہدرہ / لاہور

مسلم پبلیکیشنز
MUSLIM PUBLICATIONS

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

247-9921
153
125399
جملہ حقوق اشاعت برائے مسلم پبلیکیشنز محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- رہبر کامل ﷺ
مصنف ---------- مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ
نیا ایڈیشن ---------- سولھواں جون 2010ء
تعداد ---------- 1100
ناشر ---------- مسلم پبلیکیشنز سوہدرہ گوجرانوالہ
مدیر ---------- حکیم محمد ادریس فاروقی
مطبع ---------- انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس لاہور

ڈسٹری بیوٹر
دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

ہیڈ آفس و مرکزی شوروم • 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072 موبائل: 0322-8484569
• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 موبائل: 0322-4439150
• Y-260 بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 042-5084895 موبائل: 0321-4212174
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 2281513 51 0092 موبائل: 5370378 0321
کراچی مین طارق روڈ، (D.C.HS / 110,111-Z) ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937 موبائل: 0321-2441843

Marfat.com

حرف چند

سیرت النبی ﷺ ایک سدا بہار موضوع ہے۔ تاریخ انسانی میں کوئی دوسری شخصیت ایسی نہیں جس پر اس قدر گرانقدر لٹریچر تیار کیا گیا ہو۔ یہ سلسلہ روز بروز افزوں تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ سیرت نگاروں کا یہ قافلہ ہر ملک اور ہر زبان میں موجود ہے۔ سیرت نگاری میں جو عزت اردو زبان کو حاصل ہوئی شاید دنیا کی کوئی دوسری زبان بجز عربی کے اس کی حریف نہیں ہے۔ راقم الحروف کو سیرت کے مختلف پہلوؤں پر چھوٹی بڑی تین ہزار کتب صرف اردو زبان میں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس ذخیرۂ سیرت میں اصول سیرت پر مبنی اعلیٰ درجے کی کتب ہیں تو دوسری طرف ایسی کتب بھی تحریر کی گئی ہیں جو روایت و درایت کے اصولوں کے منافی اور تحقیق کے میزان میں فروتر ہیں۔ "رہبر کامل" اس ذخیرہ سیرت میں ایک منفرد کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔

مذاہب عالم میں ہر مذہب کے ساتھ ایک مرکزی اور برگزیدہ شخصیت کا وجود ملتا ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا مسیح علیہ السلام تک کیسے کیسے جلیل القدر انبیاء و رسل گزرے ہیں' اسی طرح برصغیر میں بدھ مت' جین مت' ہندو مت' آریہ سماجی اور سکھ مذاہب کی شخصیات میں گوتم بدھ' رام چندر' کرشن جی' سوامی دیانند سرسوتی اور گرونانک کے نام لائق ذکر ہیں۔ اسی طرح زرتشت' مانی' مزدک' اور کنفیوشش جیسی مذہبی شخصیات کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ مگر ان تمام آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب کی شخصیات میں کوئی ایک بھی ایسی نہیں کہ جس کی سیرت کو اس اہتمام سے مرتب کیا گیا ہو۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی سیرت کو نہ صرف یہ کہ ہزاروں سیرت نگاروں نے مرتب کیا ہے بلکہ ان میں ایک خاص تعداد ان مصنفین کی بھی ہے کہ جنہوں نے مسلمان نہ ہوتے ہوئے بھی آپ کی سیرت پر قلم اٹھایا ہے۔ ان حضرات میں سے کچھ نے مثبت اور چند ایک نے تنقید و تنقیص سے بھی کام لیا ہے۔ جس کا جواب سیرت نگاروں نے مدلل انداز میں فراہم کر کے دفاع سیرت کا حق ادا کیا ہے۔ آپ کی سیرت نگاری کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ اس وقت بھی کم و بیش پچاس زبانوں میں سیرت کا سرمایہ موجود ہے۔

"رہبر کامل" ﷺ ذخیرہ سیرت میں ایک منفرد کتاب ہے۔ اردو زبان میں اس اسلوب اور پیرائے میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف کا علمی دنیا میں ایک معروف

Marfat.com

نام ہے۔ آپ کے قلم سے متعدد کتب لکھی گئی ہیں جن میں ایک دو مختصر کتابیں سیرت پر بھی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جو حسن قبول "رہبر کامل" ﷺ کو بخشا ہے وہ لائق توجہ ہے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی ایک عالم اور محقق ہیں۔ انہوں نے کتاب و سنت کے مسلک کی تبلیغ و اشاعت میں اپنے قلم کو وقف رکھا۔ اردو زبان کی دینی صحافت میں ان کے رشحات قلم یادگار ہیں۔ پیش نظر سیرت کی کتاب میں انہوں نے حیات طیبہ اور اسوۂ حسنہ کے انیس ۱۹ مختلف مگر ضروری پہلوؤں پر بڑی عمدگی سے مواد فراہم کیا ہے۔ ان ابواب کے مطالعے سے طبیعت میں حسن عمل کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کی جن متنوع حیثیات کو اس کتاب سیرت میں پیش کیا گیا ہے ان میں آپ کی حیثیت کو ایک بیٹے، شوہر، باپ، مبلغ، جرنیل، فاتح، حکمران، زاہد، عابد، منصف، طبیب، سخی، شہری، پیرو مرشد، معلم، خوش مذاق، تاجر اور مصلح کے بطور پیش کیا گیا ہے اور آخری باب میں آپ ﷺ کی صورت و شمائل کا خوبصورت مرقع فراہم کیا گیا ہے۔

سیرت کی اس کتاب کے ان تمام ابواب میں جن واقعات کو پیش کیا گیا ہے ان کا استناد اس تحریر کو ایک علمی وقعت عطا کرتا ہے۔ کتاب کے بارھویں اور تیرھویں ایڈیشن میں اس کے اہم حوالوں کی تخریج بھی موجود ہے۔ اس کتاب کا اسلوب بہت سادہ، رواں اور شگفتہ ہے جس سے قاری کی دلچسپی مطالعے میں شروع سے آخر تک برقرار رہتی ہے۔ کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم دیکھئے کہ اس کے ابھی تک ۱۳ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ میری رائے میں مناسب تبدیلی کے ساتھ اس کتاب کا دنیا کی دیگر زبانوں میں ترجمہ ضروری ہے۔ موجودہ ایڈیشن طباعتی ذوق کے اعتبار سے لائق تحسین ہے۔ کتاب دیدہ زیب اور جاذب نظر ہے۔ اس کا مطالعہ سیرت کا ایک ذوق پیدا کرتا ہے جو بالآخر حسن عمل کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اپنی انہی خصوصیات کے باعث یہ تصنیف عامۃ الناس، علماء، طلبہ اور خطیب حضرات میں پذیرائی حاصل کر رہی ہے۔ مولانا محمد ادریس فاروقی بانی و سرپرست ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ لائق مبارکباد ہیں جو اپنے جد محترم مولانا عبدالمجید سوہدروی کی کتب کو شائع کر کے ملک و قوم ایک گونہ مستفید کر رہے ہیں۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

پروفیسر عبدالجبار شاکر، بیت الحکمت، لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین

عرض ناشر ۱۵

دیباچہ ۱۷

پہلا باب: آنحضور ﷺ ایک بیٹے کی حیثیت میں

آپ کی ولادت ۲۲

ولادت پر خوشی ۲۲

اسم شریف کا اعجاز ۲۳

بچپن کی برکات ۲۴

آپ ﷺ کی برکت کا اثر سواری پر ۲۵

آپ ﷺ پر بادل کا سایہ ۲۵

آپ ﷺ کا پہلا انشراح صدر ۲۵

ایک کاہن کی پیش گوئی ۲۶

رضاعی ماں کی خدمت ۲۷

بے عیب بچپن ۲۷

آپ ﷺ کے بچپن کا ایک عجیب واقعہ ۲۸

والدین کا ادب واحترام ۳۰

رضاعی ماں کا احترام ۳۱

ام ایمن رضی اللہ عنہا کا احترام ۳۲

رضاعی ماں کی سفارش ۳۳

حقیقی ماں سے محبت ۳۳

قابل تقلید بچپن ۳۴

بچوں کے لیے کامل نمونہ ۳۴

ابو طالب کی شہادت ۳۵

گھر کی لونڈی کی شہادت ۳۵

دوسرا باب: آنحضور ﷺ ایک شوہر کی حیثیت میں

حضور ﷺ کے نکاح ۳۷

آپ ﷺ کی کثرت ازدواجؓ کے اسباب ۴۰

ازواج رضی اللہ عنہن سے حسن سلوک ۴۲

حضور ﷺ کے قیمتی ارشادات ۴۲

بیویوں سے طرز عمل ۴۳

ازواج رضی اللہ عنہن میں مساوات ۴۳

بیویوں کی دلداری ۴۴

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دلداری ۴۵

Marfat.com

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دل داری ۴۵
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ ۴۶
ازواج کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت ۴۷
آپؐ کا ازواج سے برتاؤ ۴۸
نبوی تعلیم کا ازواج پر اثر ۴۹
عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے جویریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ۴۹
عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں ۵۰
عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ۵۰
عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ۵۰
حضورؐ کی ازواج رضی اللہ عنہا کو ہدایت ۵۱
ازواج رضی اللہ عنہن کو تبلیغ دین کا حکم ۵۱
ازواج رضی اللہ عنہن مطہرات اور تبلیغ ۵۱
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام ۵۲
بیویوں کو وعظ و نصیحت ۵۲
بیویوں کی روحانی و جسمانی بالیدگی ۵۳
کامیاب شوہر ۵۵
ازواج رضی اللہ عنہن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ ۵۵
عورتوں کی اصلاح ۵۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج رضی اللہ عنہن ۵۸
محبت کے اسباب ۵۹
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے لافانی محبت ۵۹
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ ۶۰

تیسرا باب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک باپ کی حیثیت میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و احفاد ۶۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ۶۴
اولاد کی شادیاں ۶۵
شادیوں میں بے تکلفی ۶۶
سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی مثالی شادی ۶۶
سیدۃ النساء کا جہیز ۶۷
رقیہ رضی اللہ عنہا و ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی سادہ شادیاں ۶۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے محبت ۷۰
فرزند کی وفات پر تاثرات ۷۰
نواسی سے محبت ۷۲
ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے محبت ۷۲
حسنین رضی اللہ عنہ سے محبت ۷۲
فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے محبت ۷۵

Marfat.com

اولاد کی تعلیم و تربیت ۷۸
حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی تربیت ۷۹
شائستہ اولاد ۷۹
مہذب اولاد ۸۰
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بے مثال ذہانت ۸۰
سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بے نظیر فطانت ۸۲
اولاد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ ۸۳
نبوی تعلیم کا اولاد پر تاآخر اثر ۸۴
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر ۸۵
صحیح تعلیم و تربیت کے دور رس اثرات ۸۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی شدہ اولاد کو تعلیم ۸۸

چوتھا باب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مبلغ کی حیثیت میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا حکم ۹۰
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کو حکم ۹۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی حیثیت ۹۱
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع پر خطاب ۹۲
تبلیغ صرف علماء کا کام نہیں ۹۳
تبلیغ صرف تقریر و تحریر سے نہیں عمل سے بھی ہوتی ہے ۹۳
وعظ و تبلیغ کا نبوی انداز ۹۴
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب ۹۵
حریصٌ علیکُم ۹۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤثر انداز تبلیغ ۹۷
صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں تبلیغ ۹۷
تبلیغ کا مقام ۹۸
تبلیغ کے چار اہم محرکات ۹۹
جامع اوصاف مبلغ ۹۹
مبلغ کے سات ضروری اوصاف ۱۰۱
داعی الی اللہ ۱۰۱
عملی نمونہ ۱۰۲
حکمت و موعظت ۱۰۲
اجتماعی تبلیغ ۱۰۳
صبر و استقلال ۱۰۴
قربانی و جانثاری ۱۰۴
استعانت و استغفار ۱۰۶
تبلیغ میں اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۷
محمدی نصاب تبلیغ ۱۰۸

پانچواں باب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جرنیل کی حیثیت میں

بعض اہم غزوات ایک نظر میں ۱۱۱
غزوات نبوی کی شاندار کامیابی ۱۱۲

Marfat.com

حضور ﷺ کی شجاعت و بہادری ۱۱۳
شیر خدا کا چشم دید بیان ۱۱۴
حضور ﷺ اور عرب کا مشہور سپہ سالار ۱۱۵
حضور ﷺ اور عرب کا مشہور پہلوان ۱۱۵
حضور ﷺ کی جنگی قابلیت ۱۱۶
نپولین اور واٹرلو ۱۱۶
غزوۂ احد کا نقشہ ۱۱۷
مجاہدین اسلام کی شان ۱۱۸
حضور ﷺ کی فوج سے ہمدردی ۱۱۸
واشنگٹن کا واقعہ ۱۱۹
عرب کا جرنیل سپاہیوں کے شانہ بشانہ ۱۲۰
حضور ﷺ کی حکمت عملی ۱۲۲
محاصرۂ طائف ۱۲۳
صلح حدیبیہ ۱۲۳
حضور ﷺ کی بے نظیر دانش مندی ۱۲۳
عرب کا فرانس، امریکہ اور انگلستان سے تقابل ۱۲۴
۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کی مثال ۱۲۴
جان ڈیون پورٹ کی شہادت ۱۲۵
اسپین کے مقتولین ۱۲۵
حضور ﷺ کی تدبیر ۱۲۵

چھٹا باب: آنحضور ﷺ ایک فاتح کی حیثیت میں

عام فاتحین کا حال ۱۲۶
فاتح عرب ﷺ کی شان ۱۲۶
رحمت و رافت کے آٹھ دروازے ۱۲۷
حضور ﷺ کا عفو عام ۱۲۸
دوسرے فاتحین کا رویہ ۱۲۹
ڈین پول کی رائے ۱۳۰
فاتح عرب ﷺ کی عادت مبارکہ ۱۳۰
فاتح عرب ﷺ کی اپنی قوم کو ہدایت ۱۳۱
حضور ﷺ کا قیدیوں سے سلوک ۱۳۲
قیدیوں کے بارے میں دنیا کا دستور ۱۳۲
حضور ﷺ کی اسیران جنگ سے مروت ۱۱۳
دشمن قیدی کا بیان ۱۳۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک رائے ۱۳۴

Marfat.com

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مشورہ ۱۳۴
آپ کا بے پایاں لطف و کرم ۱۳۵
غزوۂ بنی مصطلق کے قیدی ۱۳۵
غزوۂ حنین کے قیدی ۱۳۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت و رأفت ۱۳۶
حاتم طائی کی بیٹی سے سلوک ۱۳۸
قیدیوں پر مزید احسان ۱۳۸
جارج سیل کی رائے ۱۳۸

ساتواں باب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک حکمران کی حیثیت میں

پیغمبر انقلاب ۱۴۰
عرب کے پر امن حالات ۱۴۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سربراہان مملکت سے خط و کتابت ۱۴۱
شاہ یمامہ و اسکندریہ ۱۴۳
خسرو پرویز ۱۴۳
شاہ قسطنطنیہ ۱۴۴
قیصر اور ابوسفیان ۱۴۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکومتوں سے معاہدے ۱۴۸
معاہدہ یہود ۱۴۹
معاہدہ یہود کے فوائد ۱۵۰
کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا؟ ۱۵۰
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی ۱۵۰

آٹھواں باب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک زاہد کی حیثیت میں

آپ کا زہد و ورع ۱۵۳
پیٹ پر پتھر ۱۵۵
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ۱۵۵
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبرئیل کو جواب ۱۵۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ کا حال ۱۵۸
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد اختیاری تھا نہ کہ اضطراری ۱۵۹

نواں باب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عابد کی حیثیت میں

آپ کی عبادت کا نقشہ ۱۶۰
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۱۶۴
رمضان المبارک کی عبادت ۱۶۵
عبادت کی ترغیب ۱۶۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس صحابہ رضی اللہ عنہم میں ۱۶۶

Marfat.com

دسواں باب: آنحضور ﷺ ایک جج کی حیثیت میں

ایک جج کے لیے ضروری باتیں ۱۶۹
حضور ﷺ کا عدل و انصاف ۱۷۰
کفار و مشرکین کا اعتراف ۱۷۰
حجر اسود کا فیصلہ ۱۷۱
عدل کی لاثانی مثال ۱۷۲
حضور ﷺ کی عدالت تکلف سے مبراء تھی ۱۷۳
عدل و مساوات کا روح پرور واقعہ ۱۷۴
آپ ﷺ کی تحقیق و تفتیش کا نمونہ ۱۷۵
ایک مسلمان اور یہودی میں فیصلہ کی نظیر ۱۷۶
محاصرۂ طائف کا واقعہ ۱۷۷
قبیلہ بنو ثعلبہ کا فیصلہ ۱۷۸

گیارھواں باب: آنحضور ﷺ ایک طبیب کی حیثیت میں

اصول حفظان صحت ۱۷۹
دانتوں کی صفائی ۱۸۰
طب مغربی اور طب نبوی ۱۸۱
دانتوں کی صفائی کے فوائد ۱۸۲
وضو کا صحت پر اثر ۱۸۲
غسل کے طبی فوائد ۱۸۴
نماز پنجگانہ کے طبی فوائد ۱۸۵
روزے کے جسمانی فوائد ۱۸۶
کم خوری کے طبی فوائد ۱۸۶
حضور ﷺ کا حکیمانہ ارشاد ۱۸۷
ایک تاریخی واقعہ ۱۸۷
سادہ خوراک کی ہدایت ۱۸۸
چھان بورا کے فوائد ۱۸۹
پانی پینے میں ہدایات ۱۸۹
داڑھی اور مونچھوں کے احکام ۱۹۰
ڈاکٹر اے میکڈ انلڈ کی جدید تحقیقات ۱۹۱
بینائی کے بارے میں حضور ﷺ کی ہدایات ۱۹۱
حضور ﷺ کے معالجات ۱۹۲
شہد کے فوائد ۱۹۲
عود ہندی اور عود بحری سے علاج ۱۹۳
سنا مکی سے علاج ۱۹۴
کلونجی سے علاج ۱۹۵
بخار کا علاج ۱۹۵

Marfat.com

فساد خون کا علاج ۱۹۶
انگوری سرکہ کے منافع ۱۹۶
ماء الشعیر کے فوائد ۱۹۶
منشی اور مسکر اشیاء کے نقصانات ۱۹۷
جدید سائنٹیفک تحقیقات ۱۹۷

بارھواں باب: آنحضور ﷺ ایک سخی کی حیثیت میں

سخی اور زاہد میں فرق ۱۹۸
حضور ﷺ سخی بھی تھے اور زاہد بھی ۱۹۸
عظیم ترین صفت ۱۹۹
آپ ﷺ کی زبان اقدس پر کبھی "نہ" نہیں آیا ۱۹۹
سخاوت کا بحر بیکراں ۲۰۰
اہل بیت کو جود و سخا کی تلقین ۲۰۳
سخاوت کی انتہا ۲۰۳
آپ ﷺ قبل از بعثت بھی سخی تھے ۲۰۴
آپ کا سحاب سخاوت سب پر برستا تھا ۲۰۵
گداگری کی کراہت و حرمت اور اسوۂ رسول ﷺ ۲۰۷

تیرھواں باب: آنحضور ﷺ ایک شہری کی حیثیت میں

آپ ﷺ کے تعلقات کی وسعت ۲۱۰
ہمسایہ اقوام سے تعلقات ۲۱۲
غیر مسلموں کی میزبانی ۲۱۳
بیماروں کی بیمار پرسی ۲۱۶
خادم مسجد کی نماز جنازہ ۲۱۶
ہمسایوں کی خبر گیری ۲۱۷
قبائل میں مصالحت ۲۱۸
دیہاتیوں کا خیال ۲۱۹
آداب مجلس کی تلقین ۲۱۹
نوواردوں کی تعظیم ۲۱۹
مصافحہ اور معانقہ ۲۲۰
دوستوں کا خیال ۲۲۱

چودھواں باب: آنحضور ﷺ ایک پیر کی حیثیت میں

حضور ﷺ سب پیروں کے پیر ہیں ۲۲۲
صحیح پیر و مرشد ۲۲۲
حضور ﷺ پیر کامل ہیں ۲۲۳
ساری دنیا میں بڑا ہے کون

Marfat.com

حضرت کے سوا؟ ۲۲۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت ۲۲۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا مقصد ۲۲۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا ۲۲۴

عورتوں کو پردہ میں رہنے کی تلقین ۲۲۵

شیطان پیر اور دیوث مرید ۲۲۶

علامہ ابن کثیرؒ کی روایت ۲۲۶

عورتوں کا عہد ۲۲۷

مردوں کی بیعت ۲۲۹

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ۲۲۹

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا ۲۳۰

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لیے دعا ۲۳۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے لئے دعا ۲۳۰

قبیلہ دوس کے لیے دعا ۲۳۲

اہل مدینہ کے لیے دعا ۲۳۳

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کیلئے دعا ۲۳۴

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا ۲۳۳

عروہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا ۲۳۴

حبیب رضی اللہ عنہ کے لیے دعا ۲۳۴

بارش کے لیے دعا ۲۳۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وظیفے ۲۳۵

فکر و غم کا وظیفہ ۲۳۶

قرض کا وظیفہ ۲۳۶

کاروبار میں برکت کا وظیفہ ۲۳۷

مرض کا وظیفہ ۲۳۷

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یمن و برکت ۲۳۸

خوراک میں برکت ۲۳۹

سواری میں برکت ۲۴۱

جسمانی قوت میں برکت ۲۴۱

سر کے بالوں میں برکت ۲۴۱

کنویں میں برکت ۲۴۲

باغ میں برکت ۲۴۲

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کوئی پیر نہیں ۲۴۲

پندرھواں باب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک معلم کی حیثیت میں

بہترین معلم اور لائق مدرس ۲۴۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی حیثیت ۲۴۴

تعلیم کی اشاعت ۲۴۴

تعلیم کا مرکز و محور ۲۴۵

علوم نافع کی تلقین ۲۴۵

Marfat.com

تعلیم کا باقاعدہ آغاز ۲۴۶
علم کی ترغیب ۲۴۸
بہترین اور لائق معلم ۲۴۸
فضیلت علم ۲۴۹
خواتین کی تعلیم ۲۵۴
آپ ﷺ کی علم سے محبت ۲۵۴
آپ ﷺ کا طریقہ تعلیم ۲۵۵
آپ ﷺ کے طریقہ تعلیم کی خصوصیات ۲۵۶
آپ ﷺ کی تعلیم کا نمونہ ۲۵۸
سعادت مند کون؟ ۲۵۸
مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے ۲۵۹
قوم کے راہنما کی عزت کرو ۲۶۰
قوم کے سردار کا منصب ۲۶۰
بے ادب ہم سے نہیں ۲۶۱
بڑا عقل مند کون؟ ۲۶۱
لگائی بجھائی کرنے والے کا انجام ۲۶۲
خدا کس کی حاجت روائی کرتا ہے ۲۶۲

سولھواں باب: آنحضور ﷺ ایک خوش مذاق کی حیثیت میں

زندہ دلی ۲۶۴
حضور ﷺ کی ظرافت ۲۶۵
دخول جنت کا باعث ۲۶۷
لغو مذاق منع ہے ۲۶۸
ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے خوش طبعی ۲۶۰
پھوپھی سے خوش طبعی ۱۷۰
ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا سے خوش کلامی ۲۷۱
ایک شخص سے دل لگی ۲۷۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خوش طبعی ۲۷۱
صحابہ رضی اللہ عنہم کی حضور ﷺ سے خوش طبعی ۲۷۲
حضور ﷺ کی ایک دیہاتی سے دل لگی ۲۷۲
بچوں سے خوش طبعی ۲۷۳
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دل لگی ۲۷۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خوش مذاقی ۲۷۴

سترھواں باب: آنحضور ﷺ ایک تاجر کی حیثیت میں

حضور ﷺ کا آغاز تجارت ۲۷۵
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت ۲۷۶
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کمرشل ایجنٹ ۲۷۶
حضور ﷺ کی تجارت میں برکت ۲۷۷

Marfat.com

تجارت کی ترغیب ۲۷۸
صحابہ رضی اللہ عنہم اور تجارت ۲۷۸
تجارت کی عظمت و فضیلت ۲۸۰
حلال تجارت ۲۸۱
حلال کاروبار کی برکت ۲۸۲

اٹھارھواں باب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مصلح کی حیثیت میں

منفرد مصلح ۲۸۴
اعلیٰ درجہ کا مصلح ۲۸۵
رسم غلامی کی اصلاح ۲۸۵
قیدیوں کی رسوم کی اصلاح ۲۸۶
قیدیوں پر ظلم اور اس کی اصلاح ۲۸۴
لڑکیوں پر ظلم اور اس کی اصلاح ۲۸۷
جاہلانہ نکاح اور ان کی اصلاح ۲۸۷
عورتوں پر ظلم کی اصلاح ۲۸۸
انسانیت پر ظلم کی اصلاح ۲۸۸
توہمات اور رسومات کی اصلاح ۲۸۹
بوجھل بندھنوں سے نجات دلائی ۲۹۰
دیگر معاشرتی اصلاحات ۲۹۱
طبقاتی کشمکش ۲۹۱
اخلاقی برائیاں اور ان کی اصلاح ۲۹۲
عقائد کی اصلاح ۲۹۴
اعمال کی اصلاح ۲۹۵

انیسواں باب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ۲۹۹
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ۳۰۰
حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نظریہ ۳۰۰
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ ۳۰۱
ظاہر و باطن کا حسن ۳۰۱
مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشاہدات و تاثرات ۳۰۲
ام معبد کا بیان ۳۰۳
جسم اطہر کا خاکہ ۳۰۳

Marfat.com

عرضِ ناشر

"رہبر کامل" سیرت النبی ﷺ پر اپنی طرز کی منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں آنحضرت فداہ ابی و امی ﷺ کی ذات گرامی کو انیس (۱۹) مختلف حیثیتوں میں پیش کرنے کے بعد یہ ثابت کیا گیا ہے کہ پوری کائنات میں بجز آپ ﷺ کے اور کوئی شخصیت نہیں ہے کہ جسے دنیائے انسانیت کے سامنے کامل نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ یقیناً آپ ﷺ ہی رہبر کامل ہیں۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی بڑی سے بڑی شخصیت اس لقب کی اہل اور اس وصف کی حامل نہ ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حسن و خوبی سے موضوع پیش کیا ہے کہ اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ "رہبر کامل ﷺ" واقعات سیرت کا حسین مرقع ہے۔ اس کتاب میں آپ کی حیات طیبہ کے واقعات اس انداز سے یکجا کر دیئے ہیں کہ قارئین کی دلچسپی نہ صرف برقرار رہتی ہے بلکہ فزوں تر ہوتی ہے۔ یہ کتاب عوام کے علاوہ ارباب فکر و دانش سے زبردست خراج تحسین وصول کر چکی ہے۔

حقیقت یہ کہ سیرت النبی ﷺ پر لکھنے والا کوئی مصنف یا اس موضوع پر تقریر کرنے والا کوئی مقرر یا خطیب "رہبر کامل" سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ "رہبر کامل" سیرت النبی ﷺ کے گراں قدر موضوع پر انیس (۱۹) عنوانات کا حسین گلدستہ ہے یا اس موضوع پر خطاب کرنے والے' واعظین 'لیکچررز' مقررین یا خطباء کے لیے انیس (۱۹) تقاریر کا دلکش مرقع ہے۔

ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ گوجرانوالہ لائق مبارک باد ہے کہ اس نے اس

Marfat.com

ایمان افروز کتاب کو یوں شائع کیا ہے کہ جس کی یہ مستحق ہے۔ یہ "رہبر کامل ﷺ" کا تیرھواں ایڈیشن ہے جو اس وقت آپ کے مشتاق ہاتھوں میں ہے اور یہ اس کے قبول عامہ کی زبردست دلیل ہے۔

ہم نے "رہبر کامل ﷺ" پر بہت محنت اور رقم صرف کی ہے اور اپنی طرف سے حسی اور معنوی ہر دو اعتبار سے معیاری بنانے کی ہر ممکن سعی کی ہے۔ اس کتاب کا چوتھا اور پندرھواں عنوان کچھ مختصر تھا چونکہ یہ عنوانات تبلیغ اور تعلیم ایسے اہم موضوعات سے تعلق رکھتے تھے اس لیے ہم نے ان موضوعات پر مزید خامہ فرسائی کی ہے تاکہ تبلیغ اور تعلیم ایسے ضروری موضوع تشنۂ تکمیل نہ رہیں۔ انیسواں عنوان جو آپ کی صورت مبارکہ کے بارے میں تھا ہم نے اس میں بھی مناسب اضافہ کیا۔ ہماری یہ بھی کوشش ہے کہ کتاب ہذا کو مزید بڑھایا جائے اور چند اور عنوانات جو وقت کے لحاظ سے بہت اہم اور ضروری ہوں شامل کتاب کر دیئے جائیں۔ چنانچہ ہم نے وقت کے لحاظ سے مزید ضروری عنوانات اور ترتیب دے کر "رہبر کامل حصہ دوم" کے نام سے الگ حصہ تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ اگر توفیق الٰہی شامل حال رہی تو آئندہ ایسے ہی متعدد عنوانات رہبر کامل جلد دوم کے نام سے شائع کر دیں گے۔

آخر میں ہم جملہ اہل اسلام سے التماس کرتے ہیں کہ فی زمانہ سیرت النبی ﷺ کو عام کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ "رہبر کامل" کی نشر و اشاعت میں حصہ لیں اسے خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھائیں اور اگر ممکن ہو تو اسے عامۃ الناس میں تقسیم فرمائیں۔ یہ اصلاح قوم اور فلاح آخرت کا بہترین ذریعہ ہے۔

فقط والسلام

محمد ادریس فاروقی۔ مسلم پبلیکیشنز۔ لاہور / سوہدرہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت تک سیرت نبوی ﷺ سے متعلق بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں کتابیں پاک و ہند میں چھپ چکی ہیں مگر جس رنگ میں یہ سیرت پیش کی جا رہی ہے یقیناً اس طرز کی کوئی کتاب آپ کی نظر سے نہ گزری ہو گی۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ ہی دنیا میں وہ فرد کامل اور انسان اکمل ہوئے ہیں کہ ان کی نظیر نہ آج تک کوئی پیدا ہوئی اور نہ آئندہ پیدا ہو گی۔

بے شک خدا نے دنیا کی ہدایت کے لیے بڑے بڑے پیغمبر رسول اور نبی مبعوث فرمائے، بعض قوموں میں رشی اور منی بھی ہوئے گورو اور مہاتما بھی آئے مگر کسی قوم کا ہادی کسی قوم کا پیشوا اور راہنما ایسا نہیں ہوا جو انسانی زندگی کا ایک مکمل لائحہ عمل ان کے سامنے رکھ سکے اور اپنی زندگی کو اپنی امت اور اپنی قوم کے تمام افراد کے لیے بطور نمونہ پیش کر سکے۔ یہ فخر صرف اسی قدسی صفات ذات گرامی کو حاصل ہے جو تمام دنیا کے لیے یکساں راہبر اور مرشد و ہادی بن کر آیا اور جس کے متعلق خود مالک الملک نے فرمایا کہ:

﴿ وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ﴾ (سبا:۲۸)

"اے حبیب! ہم نے تجھے تمام دنیا کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔"

اسی لیے یہ ارشاد فرمایا کہ:

﴿ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ ﴾ (الاحزاب:۲۱)

Marfat.com

"یہ رسول تمہارے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔"

اس کی سیرت سے تم ہر قسم کے سبق حاصل کر سکتے ہو۔ اور دین کے سوا دنیا میں بھی فائز المرام اور کامیاب ہو سکتے ہو۔

اسی الہامی آواز کا اثر تھا کہ تمام دنیا کی توجہ رسول اللہ ﷺ کی طرف مبذول ہو گئی اور سب اپنے اپنے پیشواؤں اور راہنماؤں کو بھول کر حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور حضور ﷺ ہی کی سیرت و حضور ﷺ ہی کے اسوۂ حسنہ سے سبق لینے لگے۔

آج دنیا کی جو متمدن اور مہذب قومیں ہیں وہ سب کی سب رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی سے سبق لے رہی ہیں اور حضور ﷺ ہی کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر دنیوی ترقی اور مدارج حاصل کر رہی ہیں۔

اگر حضور ﷺ کے سوا آج دنیا میں کوئی اور انسان بھی ایسا موجود ہوتا جس کی زندگی ہر حیثیت میں ایک مکمل زندگی ہوتی تو یقیناً آج تاریخ میں اس کا نام بلند ہوتا اور دنیا کا بچہ بچہ اسے اپنا ہیرو سمجھتا اور اپنا راہبر و راہنما جانتا۔

مگر تاریخ شاہد ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سوا دنیا میں اور کسی رشی، منی، گورو، پیشوا اور راہنما کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس کی سیرت کو دنیا میں اس اہتمام سے شائع کیا جائے کہ بچہ بچہ اس سے آگاہ اور واقف ہو جائے۔ اور اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اسے اپنے لیے نمونہ بنائے۔

یسوع مسیح، مہاتما گوتم بدھ، کرشن جی، گورو گوبند سنگھ، بابا نانک صاحب، رام چندر جی وہ مشہور اور بزرگ ہستیاں ہیں جن کے ماننے والے آج بھی لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے نام لیوا ان کی سیرت کو دنیا کے سامنے بطور نمونہ پیش نہیں کرتے، کیونکہ وہ انسانی زندگی کا مکمل نمونہ نہیں ہیں۔ وہ بے شک بزرگ ہیں، قابل احترام ہیں، مگر ضروریات زندگی اور دنیوی مدارج

Marfat.com

و ترقی کے متعلق اپنی زندگی میں کوئی سبق نہیں رکھتے۔ اس لیے انہیں علی الاعلان اور ڈنکے کی چوٹ اس دورِ تہذیب و تمدن میں دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکتا۔

اس وقت اگر دیکھا جائے تو زیادہ سے زیادہ ایک ایک یا دو دو سوانح عمریاں ان بزرگوں کی مل سکیں گی جو محض اس لیے لکھ دی گئی ہیں کہ ان کی یاد صفحۂ ہستی سے بالکل مٹ ہی نہ جائے۔ مگر بخلاف اس کے آپ دیکھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ کی سوانح عمریاں ہر زبان میں چھپی ہیں۔ ہر ملک میں چھپی ہیں۔ اور ہر قوم' ہر مذہب اور ہر ملت کے افراد کی طرف سے لکھی ہوئی موجود ہیں۔ اور دو چار دس کی تعداد میں نہیں بیسیوں اور سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

اگر حضور ﷺ کی سیرت عربی میں موجود ہے تو فارسی میں بھی ہے' انگریزی میں ہے تو فرانسیسی میں بھی ہے۔ چینی میں ہے تو تلنگی میں بھی ہے' جرمنی میں ہے تو امریکی میں بھی۔ اردو میں ہے تو ہندی میں بھی ہے۔ پشتو میں ہے تو پنجابی میں بھی ہے۔ آسامی میں ہے تو گجراتی میں بھی ہے۔ بنگلہ میں ہے تو سندھی میں بھی ہے۔ برمی میں ہے تو مرہٹی میں بھی ہے۔ اور لطف یہ کہ لکھنے والے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ عیسائی بھی ہیں' موسائی بھی ہیں۔ ہندو بھی ہیں اور سکھ بھی ہیں' آریہ بھی اور جینی بھی ہیں' دوست بھی ہیں اور دشمن بھی ہیں۔[1]

آپ خود ہی انصاف فرمایئے کہ جس مقدس ہستی کے حالات اپنے اور بیگانے سب شائع کر رہے ہوں۔ اور ایک دو کی تعداد میں نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد

---

[1] کتنے مصنفین نے سیرت النبی ﷺ پر کتب لکھی ہیں' کتنی کتب لکھی ہیں' اور وہ کس قدر چھپی ہیں اور کتنی زبانوں میں چھپی ہیں اور ان کے کتنے کتنے ایڈیشن چھپے ہیں۔ پھر نثر میں کتنی چھپی ہیں اور نظم بصورت نعت شریف کتنی طبع ہوئی ہیں۔ یہ وہ تفصیلات ہیں کہ جن کا تاہنوز پتہ نہیں لگایا جا سکا۔ اور صحیح طور پر غالباً پتہ لگایا بھی نہیں جا سکتا۔ (فاروقی)

Marfat.com

میں مختلف ہاتھوں کی لکھی ہوئی سوانح عمریاں اس وقت دنیا میں موجود ہوں۔[1] وہ ذاتِ گرامی تمام دنیا کے لیئے ایک کامل اور اکمل نمونہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟

بس یہی خیال تھا جس کی بنا پر میں نے حضور ﷺ کی سیرت کو اس ترتیب میں مدون کرنا چاہا تاکہ سب پر واضح اور عیاں ہو جائے کہ حضور ﷺ کی مبارک زندگی کامیاب انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور شعبوں کا ایک مجموعہ ہے۔ جس سے اگر کوئی زاہد سبق لے سکتا ہے تو بادشاہ بھی لے سکتا ہے۔

ایک تاجر سبق لے سکتا ہے تو مزدور بھی لے سکتا ہے۔
ایک جرنیل سبق لے سکتا ہے تو ایک سپاہی بھی لے سکتا ہے۔
ایک سخی سبق لے سکتا ہے تو گداگر بھی لے سکتا ہے۔
ایک حکیم سبق لے سکتا ہے تو مریض بھی لے سکتا ہے۔
ایک پیر سبق لے سکتا ہے تو مرید بھی لے سکتا ہے۔
ایک خطیب سبق لے سکتا ہے تو سامع بھی لے سکتا ہے۔
ایک جج سبق لے سکتا ہے تو مجرم بھی لے سکتا ہے۔
ایک فاتح سبق لے سکتا ہے تو ایک شہری بھی لے سکتا ہے۔
ایک باپ سبق لے سکتا ہے تو بیٹا بھی لے سکتا ہے۔
ایک شوہر سبق لے سکتا ہے تو بیوی بھی لے سکتی ہے۔

الغرض دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو اپنی اپنی لائن اور اپنے اپنے

---

[1] اپنوں نے تو آپ کی سیرت طیبہ پر بہت کچھ لکھا ہی ہے مگر کمال یہ کہ بیگانوں نے آنجناب ﷺ کی سوانح حیات پر بہت کچھ لکھا اور بڑے حسن و خوبی سے لکھا نثر میں بھی لکھا اور نظم میں بھی لکھا۔ اس موضوع پر بطور نمونہ نثر و نظم میں ہماری کتب "اسوۂ رسول" "میرے حضور ﷺ" اور "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام" ملاحظہ ہوں (پتہ مسلم پبلیکیشنز. سوہدرہ۔ گوجرانوالہ)

Marfat.com

کاروبار حیات میں حضور اکرم ﷺ کی سیرتِ مقدسہ سے سبق نہ لے سکتا ہو۔ اور دین کے علاوہ دنیاوی مدارج میں ترقی نہ کر سکتا ہو۔

مجھے اپنی عدیم الفرصتی اور بے مائیگی کا اعتراف کرنا چاہیے جس کی وجہ سے میں اس کتاب کو جیسا کہ چاہتا تھا مکمل نہیں کر سکا اور حضور ﷺ کی بہت سی حیثیات کو اس وقت چھوڑ دینا پڑا۔ اگر توفیق الٰہی شامل حال رہی اور احباب کرام نے اس کی عزت افزائی کی تو انشاء اللہ العزیز آئندہ اسے مکمل کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔[1]

﴿ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ الرَّفِيْقُ ﴾

عبدہ' عبدالمجید خادم سوہدروی

---

[1] افسوس کہ حضرت مؤلف کی عمر نے وفا نہ کی اور آپ اس آرزو کو پورا نہ فرما سکے۔ چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی تو ہم "رہبر کامل ﷺ" (حصہ دوم) لکھ کر حضرت المحترم مولانا سوہدروی علیہ الرحمۃ کی آرزو پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اگر توفیق ایزدمتعال شامل حال رہی تو ہم اس میں بڑا مفید اور خوبصورت اضافہ کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز (فاروقی)

Marfat.com

پہلا باب

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیٹے کی حیثیت میں

آپ کی ولادت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو شنبہ کے دن ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ مطابق ۲۵ بیساکھ ۶۲۸ بکرمی مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق اور قبل طلوع آفتاب پیدا ہوئے۔[1] تاریخ پیدائش میں بعض مؤرخین نے اختلاف کیا ہے کسی نے ۸ / ربیع الاول کسی نے ۱۲ / ربیع الاول لکھی ہے مگر دو شنبہ (سوموار) کے دن پر سب متفق ہیں اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کے دن پیدا ہوئے تھے جب حساب لگایا جاتا ہے تو سوموار کا دن بجز ۹ / ربیع الاول کے اور کسی تاریخ کے ساتھ مطابقت نہیں کھاتا۔ اس لیے لا محالہ صحیح تاریخ پیدائش ۹ / ربیع الاول ہی ہو سکتی ہے۔

ہندوستان کے مایۂ ناز مؤرخ اور سیرتِ نبوی "رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم" کے مشہور مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصورپوری علیہ الرحمتہ" نے بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد اور تمام سنین مروجہ کا مقابلہ کر کے ۹- ربیع الاول ہی کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ یہی تاریخ صحیح ہے۔

ولادت پر خوشی

آپ کی پیدائش پر آپ کے سب رشتہ داروں کو بڑی خوشی ہوئی آپ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ اگرچہ آپ کی پیدائش

---

[1] رحمتہ للعالمین۔

۱۲۵۴۹۹

Marfat.com

سے پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے' مگر آپ کے چچا ابو طالب وغیرہ اور آپ کے دادا موجود تھے' جو فرط انبساط سے جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے۔ ابولہب کو جب اس کی لونڈی ثویبہ نے آپ کی تولید کی خبر دی تو وہ اتنا خوش ہوا کہ اس خوش خبری سنانے والی لونڈی کو اسی خوشی میں آزاد کر دیا۔ [1] آپ کے دادا عبدالمطلب نے جب یہ خبر سنی۔ تو سنتے ہی گھر میں آئے اور آپ کو اٹھا کر خانہ کعبہ لے گئے۔ اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ [2] اور پھر ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی' دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ "بچے کا نام کیا رکھا۔؟"

عبدالمطلب نے کہا: "محمد"

لوگوں نے تعجب سے پوچھا: "کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔؟"

کہا "میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایان قرار پائے۔" [3]

اسم شریف کا اعجاز دادا کے مقرر کردہ نام پر غور کرو اور دیکھو کہ وہ کس زمانہ میں اور کس ماحول میں ایسا نام تجویز کر رہا ہے اور کس طرح ایک اچھے نام سے اچھے کام کی توقع رکھتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی حضور ﷺ کے والدین' عبداللہ و آمنہ کے اسمائے گرامی پر بھی غور کرو۔ اس زمانے کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے آپ یقیناً تعجب کریں گے کہ ایسے پاک نام کیونکر رکھے گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی ارہاص [4] نبوت تھا۔

---

[1] فتح الباری ۹/ ۱۴۰

[2] سیرة ابن ہشام ۱/ ۱۶۸

[3] البدایة والنہایة ۲/ ۲۴۷ [4] مراد نبوت کی ابتدائی علامات'

Marfat.com

جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیت الٰہی اور ماں کے دودھ سے امن عامہ کی گھٹی ملی ہو۔ کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ وہ محمود الافعال اور حمید الصفات ہو۔ اور تمام دنیا کی زبان سے "محمد" کہلائے۔ (ﷺ)

بچپن کی برکات سیدہ آمنہ نکاح کے پہلے ہی ہفتے میں امانت دار نور محمدی علیہ التحیتہ و الثناء بن گئی تھیں۔ آپ کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ بچے کا نام "احمد" رکھنا۔ چنانچہ ماں نے آپ ﷺ کا نام احمد رکھا[1] اور دادا نے محمد ﷺ۔ پس یہ دونوں نام حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔ اس خواب کے بعد سیدہ آمنہؓ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا مولود نہایت مبارک و مسعود ہو گا۔ چنانچہ جب حلیمہ سعدیہؓ نے حضور ﷺ کو گود لینے میں اس لیے تامل کیا کہ آپ یتیم بچے ہیں تو حضرت آمنہ نے فرمایا تھا:

يا ظَئِيْرُ سَلِيْ عَنْ اِبْنِكِ فَاِنَّهٗ سَيَكُوْنُ لَهٗ شَانٌ۔

"اے دایہ اس بچے سے مطمئن رہو اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔"[2]

شروع شروع میں چند روز آپ ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ اور آزاد شدہ لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا[3] مگر جب آٹھ دن کے ہو گئے۔ تو شرفائے مکہ کے دستور اور آب و ہوا کے لحاظ سے آپ ﷺ کو ایک بدوی عورت حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کر دیا گیا۔[4]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱/ ۱۶۸۔

[2] طبقات ابن سعد ۱/ ۱۱۱۔

[3] بخاری، النکاح: باب یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب حدیث نمبر ۵۱۰۱۔ مسلم، الرضاع: باب تحریم الربیبة و اخت المرأة: حدیث نمبر ۱۴۴۹۔

[4] سیرۃ ابن ہشام ۱/ ۱۷۳-۱۷۱۔

Marfat.com

آپ کی برکت کا اثر سواری پر

حلیمہ سعدیہؓ کا بیان ہے کہ جب حضور ﷺ کو یتیم سمجھ کر کسی دایہ نے دودھ پلانے کے لیے نہ لیا کہ اس سے ہمیں خاطر خواہ منفعت نہ ہو گی۔ تو آپ ﷺ کی والدہ نے مجھے کہا۔ مجھے بھی گویا خیال تھا کہ تنخواہ کم ملے گی، مگر چونکہ مجھے شہر سے اور کوئی بچہ نہ ملا تھا اس لیے میں نے آپ ﷺ کو لے لیا۔ میں ایک غریب عورت تھی۔ میری سواری بھی دوسری عورتوں کی سواریوں سے کمزور تھی مگر میں جب حضور ﷺ کو لے کر روانہ ہوئی تو میری سواری سب سے آگے نکل گئی۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بچہ انفرادی شان کا حامل ہو گا۔[1]

آپ ﷺ پر بادل کا سایہ

حضرت حلیمہؓ سعدیہ فرماتی ہیں۔ ایک دن آپ اپنی رضاعی بہن شیماءؓ کے ساتھ کھیلتے کھیلتے دور چلے گئے۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کوئی درندہ آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچائے اس لیے میں آپ کی جستجو میں نکلی۔ جب آپ ﷺ مجھے ملے تو میں نے شیماء کو ڈانٹا کہ "تو اپنے بھائی کو اتنی دور دھوپ میں کیوں لے آئی؟" شیماء نے کہا:

"اماں ہمیں دھوپ نہیں لگی۔ میرا بھائی جدھر جاتا تھا ایک بادل کا ٹکڑا سر پر سایہ کیے ہوئے ساتھ ساتھ ہوتا تھا۔"

حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں نے اوپر دیکھا سچ مچ ایک بادل کا ٹکڑا تھا جو آپ کے سر پر سایہ فگن تھا۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں آپ کی عزت اور بھی بڑھ گئی۔[2]

آپ ﷺ کا پہلا انشراح صدر

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ نے ذرا ہوش سنبھالا تو آپ ﷺ اپنے دوسرے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۷۳۔۱۷۱۔

[2] البدایہ والنھایہ ۲/۲۵۶۔

Marfat.com

رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریوں کا ریوڑ چرانے چلے جاتے تھے۔ ایک دن دوپہر کے وقت آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے اماں جلد چلئے ہمارے مکی بھائی کو دو آدمیوں نے جنگل میں شہید کر ڈالا۔ یہ وحشت اثر خبر سنتے ہی میری جان پر بن گئی۔ بد حواس ہو کر دوڑی۔ میرے ساتھ بنی سعد کے لوگ بھی بے قرار ہو کر بھاگے۔ جب ہم جنگل میں پہنچے' تو دور سے دیکھا کہ آپ تندرست مگر حیران کھڑے ہیں۔ جب ہم آپ ﷺ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی' میں نے دوڑ کر آپ ﷺ کو گلے لگالیا۔ اور پوچھا کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"دو شخص آسمان سے اتر کر میرے پاس آئے جو سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے مجھ کو لے کر آہستہ سے زمین پر لٹا دیا۔ میرا شکم چاک کر کے کچھ نکال کر دھویا۔ خبر نہیں کیا تھا۔ پھر اسی طرح سینہ میں رکھ کر ٹانکے لگا دیئے اور مجھے اٹھا کر خود چلے گئے۔"[1]

ایک کاہن کی پیش گوئی

حلیمہؓ کہتی ہیں کہ "مجھے لوگوں نے مشورہ دیا کہ یہ آسیب کا خلل معلوم ہوتا ہے لہٰذا اسے کسی معالج' کاہن کو دکھاؤ اور اس کا علاج کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو مرض ترقی کر جائے اور پھر علاج میں مشکل پڑے۔"

حضرت حلیمہؓ بھی عورت تھیں اور پھر عورت بھی بدوی۔ کب تک لوگوں کے کہنے میں نہ آتیں۔ فوراً آپ ﷺ کو ایک کاہن کے پاس لے گئیں۔ جب کاہن نے حضور ﷺ کا روئے انور دیکھا تو گھبرا گیا۔ اور جس وقت آپ کی زبان فیض ترجمان سے مذکورہ واقعہ سنا تو سٹ پٹا گیا۔ مردود نے فوراً آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور چلا اٹھا:

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱/ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔

Marfat.com

"دوڑو دوڑو' عرب کے لوگو! جلدی کرو اس لڑکے کو قتل کر ڈالو- ورنہ یہ بڑا ہنگامہ بپا کرے گا- ملک میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دے گا- تمہارے بزرگوں کو بے عقل' معبودوں کو پتھر اور دین کو برا کہے گا- ایک نئے خدا کو پوجنے کی ترغیب دے گا-"

حلیمہؓ یہ سن کر لال پیلی ہو گئیں اور بولیں:

"تو غارت ہو- خدا تجھے ہلاک کرے' دور ہو موذی- تو نے ہم سے کب کی دشمنی لینی تھی؟؟"

یہ کہہ کر آپ نے کاہن کا ہاتھ جھٹک دیا- اور حضور ﷺ کو ہمراہ لے کر گھر تشریف لے آئیں-[1]

یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا- حلیمہؓ جو پہلے بھی اس قسم کے کئی واقعات دیکھ چکی تھیں سمجھ گئیں' کہ یہ بچہ کوئی بلند اقبال بچہ ہو گا- اس لیے اور بھی زیادہ آپ ﷺ کی خاطر مدارات کرنے لگیں-

رضاعی ماں کی خدمت

حضور ﷺ بھی مائی حلیمہؓ سے بہت انس و محبت فرمایا کرتے تھے- اور باوجود کم سنی کے ان کی ہر ممکن خدمت کے لیے تیار رہتے تھے- بچوں کی سعادت یہی ہے کہ وہ بزرگوں کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں اور ان کی خدمت سے پہلو تہی نہ کریں- چنانچہ جب حضور ﷺ نے دیکھا کہ اماں غریب ہے آپ ﷺ بکریاں چرانے کے لیے تیار ہو گئے اور مائی حلیمہؓ کے منع کرنے کے باوجود ان کی بکریاں چراتے رہے- حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک زیادہ سے زیادہ پانچ سال کی تھی-

بے عیب بچپن

حضرت حلیمہؓ کا بیان ہے کہ بچپن میں آپ ﷺ دوسرے بچوں کی طرح شریر نہ تھے- نہ بچوں کی طرح گالیاں دیتے تھے-

---

[1] الخصائص الکبریٰ ۱/ ۵۵-

Marfat.com

نہ فضول کھیل کود میں رہتے تھے۔ نہ لڑتے جھگڑتے تھے۔ نہ گاتے تھے نہ گانا سنتے تھے اور نہ ہی کبھی ایسی مجلس میں جانا پسند کرتے تھے' حالانکہ یہ چیزیں اس وقت عرب کے بچوں کی گھٹی میں داخل تھیں۔

آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کے بعد آپ ﷺ کی رضائی ماں حلیمہؓ اور اس کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ اور ایک رضاعی بھائی اور رضاعی بہن آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ ان کا یہ ایمان بھی آپ کے انہیں پاکیزہ اخلاق اور نیک اطوار کا نتیجہ تھا' جو انہوں نے بچپن کے ابتدائی زمانہ میں آپ ﷺ میں مشاہدہ کیے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کے مداح ہو گئے۔ اور آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت پر بلا تامل ایمان لے آئے۔

آپ ﷺ کے بچپن کا ایک عجیب واقعہ

آپ ﷺ کے ایام طفولیت کا ایک اور بھی عجیب و غریب واقعہ ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں' جب آپ ﷺ پانچ سالہ بدوی زندگی بسر کرنے کے بعد اپنی والدہ کے پاس شہر میں آگئے تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ ﷺ کی والدہ کا سایہ بھی آپ ﷺ کے سر سے اٹھ گیا تو آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے پاس رکھ لیا۔ عبدالمطلب کو بھی آپ ﷺ کے پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے آپ ﷺ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ گو اس کے اور بھی بہت سے پوتے تھے مگر وہ آپ کو ہی زیادہ چاہتا تھا اور بیت اللہ کی اس مسند پر جس پر اس کے سوا اور کوئی بیٹھ نہیں سکتا تھا اگرچہ وہ اس کا کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو' مگر وہ حضور ﷺ کو اس پر بیٹھنے سے منع نہ کیا کرتا تھا۔ بلکہ بسا اوقات آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر کعبہ کا طواف کیا کرتا تھا۔

ایک بار جب کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک سات سال کی تھی' آپ ﷺ کی آنکھیں دکھنی آگئیں۔ بہت علاج کیے گئے مگر کسی دوا سے آرام نہ ہوا۔ ایک دن

Marfat.com

عبدالمطلب سے کسی نے کہا کہ عکاظ بازار کے قریب ایک راہب طبیب رہتا ہے اگر آپ اپنے عزیز کو اس کے پاس لے جائیں تو اس کے علاج سے ان کی آنکھیں ضرور اچھی ہو جائیں گی۔

عبدالمطلب بہت خوش ہوئے۔ اور دوسرے ہی دن حضور ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر وہاں چل دیئے۔ رات کو وہ وہاں پہنچے' راہب کا دروازہ بند تھا۔ آس پاس کے رہنے والوں سے پوچھا:

"راہب کہاں ہے؟" انہوں نے جواب دیا:

"ہے تو یہیں' مگراب دروازہ نہیں کھولے گا۔ کیونکہ ایک سال متواتر مکان کے اندر بند رہتا ہے۔ اور باہر نہیں آتا۔"

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ راہب کے مکان میں زلزلہ آ گیا۔ دیواریں تھرتھرائیں' چھت لرزی۔ اور راہب بے تاب ہو کر باہر کی طرف بھاگا اور حیران ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جب اس کی نگاہ حضور ﷺ پر پڑی۔ تو آپ کے پاس آگیا اور عبدالمطلب سے یوں گویا ہوا:

رَاھِب : کیا یہ صاحبزادہ آپ ہی کا ہے؟ آپ اس کو یہاں کیوں لائے ہیں؟

عبدالمطلب : "ہاں یہ میرا پوتا ہے اس کی آنکھیں دکھتی ہیں اور سنا ہے کہ تم آنکھوں کا بہت اچھا علاج کرتے ہو۔"

رَاھِب : "وائے آپ کی عقل پر' آپ طبیب کو مریض کے پاس' مقدس کو گناہگار کے پاس' اور شفائے عالم کو مریض مجسم کے پاس لائے ہیں۔"

"اے عبدالمطلب! میں اپنے عبادت خانے میں بیٹھا عبادت کر رہا تھا کہ یکایک سارا مکان لرز گیا اگر میں باہر نہ آتا تو خطرہ تھا کہ دب کر مرجاتا۔ یہ تمہارا صاحبزادہ بڑے جاہ و جلال والا اور بلند مرتبہ ہو گا یہ نبی آخرالزماں ہے اس کے بشریٰ سے نور ٹپک رہا ہے۔ اسے یہودیوں سے بچاؤ۔ وہ کم بخت اگر اسے دیکھ پائیں گے تو

Marfat.com

اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے۔"

جاؤ اس کا منہ مخزن شفا کا سرچشمہ ہے۔ اسی کا لعاب دہن اس کی آنکھوں پر لگا دو۔ اور قدرت کا کرشمہ دیکھو۔"

عبدالمطلب کا بیان ہے کہ واپس آکر میں نے آپ ﷺ ہی کا لعاب دہن آپ ﷺ کی آنکھوں پر لگایا صبح کو جو دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھیں بالکل اچھی تھیں۔ [1]

مثل مشہور ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔" حضور ﷺ نے بڑے ہو کر نبوت کا درجہ پانا تھا اس لیے قدرت نے بچپن ہی سے آپ ﷺ میں صلاحیت کا مادہ پیدا کر دیا۔

مذکورہ بالا خرق عادات و عجیب و غریب حالات کے علاوہ اور بھی بے شمار واقعات ایسے ہیں جو آپ ﷺ کے زمانہ طفولیت سے تعلق رکھتے ہیں مگر چونکہ آپ ﷺ کا بچپن بھی ہمارے لیے اسی طرح کا ایک نمونہ ہے، جس طرح آپ ﷺ کی زندگی کے دوسرے شعبے ہمارے لیے لائحہ عمل ہیں۔ اس لیے اب ہم صرف وہی باتیں نقل کرتے ہیں جو ایک سعادت مند اور نیک بخت بیٹے میں ہونی چاہیں۔

والدین کا ادب و احترام

آپ ﷺ چونکہ دنیا کے تمام سعید بیٹوں میں سے سب سے بڑھ کر سعید بیٹے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کا دستور العمل یہ تھا کہ:

((فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا)) (بنی اسرائیل:۳۲)

"ماں باپ جو کچھ بھی چاہیں کہہ لیں مگر تم ان کو جواب دینا یا گستاخی سے پیش آنا تو رہا درکنار انہیں اُف تک نہ کرو۔"

---

[1] الخصائص الکبریٰ ۱/ ۸۱ لیکن اس میں آنکھیں دکھنے کا ذکر نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

چنانچہ آپ نے اپنی زندگی میں یہ کر کے دکھایا۔

فرمایا کہ تمہیں ماں کی عزت اور خدمت باپ سے تین گنا زیادہ کرنی چاہیے۔ [1] اس لیے کہ اس نے تمہاری تربیت اور پرورش میں باپ سے بہت زیادہ تکالیف برداشت کی ہیں۔ پس اس کا حق خدمت بھی تم پر زیادہ ہے۔

باپ تو بحیثیت صاحب اقتدار ہونے کے حکماً آپ سے خدمت لے سکتا ہے مگر وہ بے چاری جو منہ میں زبان بھی نہیں رکھتی اور دنیا میں حقیر و ذلیل سمجھی جاتی ہے، کس طرح تم سے خدمت لے سکتی ہے؟ پس عقلاً و اخلاقاً تمہارا فرض ہے کہ ماں کی خاطرداری باپ سے زیادہ ملحوظ رکھو اور اس معنی میں فرمایا کہ انسان کی جنت یا جہنم ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ [2]

رضاعی ماں کا احترام

ابو طفیلؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک عورت آئی حضور ﷺ نے اسے اپنی چادر بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئی جب وہ چلی گئی تو ہم نے آپ ﷺ سے پوچھا: ”حضور ﷺ یہ کون تھیں؟؟“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ میری رضاعی ماں تھیں۔“ [3]

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ!﴾ یہ احترام رضاعی ماں کا ہے حقیقی ماں ہوتی تو نہیں معلوم کس قدر احترام ہوتا اور کتنی عزت افزائی ہوتی۔

---

[1] بخاری الادب: باب احق الناس بحسن الصحبة حدیث نمبر ۵۹۷۱۔ مسلم، البر و الصلة باب بر الوالدین حدیث نمبر ۲۵۴۸۔

[2] حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں الجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ باب برالوالدین حدیث نمبر ۲۵۴۸

[3] ابو داود، الادب: باب بر الوالدین حدیث نمبر ۵۱۴۴۔

Marfat.com

اُم ایمن رضی اللہ عنہا کا احترام

اُم ایمن جو آپ ﷺ کے والد سردار عبداللہ کی لونڈی تھی اور آپ ﷺ کو ورثہ میں ملی تھی آپ ﷺ ان کی بھی بہت عزت کیا کرتے تھے اور ان کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ ((اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ)) یہ میری ماں کے بعد (دوسری) ماں ہے۔[1]

رضاعی ماں کی سفارش

ایک دفعہ قبیلہ بنو سعد کے بہت سے مرد اور عورتیں جنگ میں اسیر ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ جب حلیمہ سعدیہؓ کو پتہ چلا تو ان کو چھڑانے کے لئے آئیں، حضور ﷺ اپنی رضاعی ماں کو دیکھ کر استقبال کے لیے آگے بڑھے اور پوچھا: "کس طرح تشریف لائیں؟"

حلیمہؓ نے کہا: "بیٹا آپ ﷺ نے اپنی خالاؤں کو اور پھوپھیوں کو قید کر لیا، یہ کیا کیا؟"

آپ ﷺ نے اسی وقت اپنے اور قریش کے حصے کے قیدیوں کو رہا کر دیا اور ظہر کے وقت باقی مسلمانوں سے بھی سفارش کی کہ:

"میری اماں حلیمہ سعدیہؓ ان قیدیوں کی رہائی کے لیے آئی ہیں، میں نے قریش کا حصہ تو آزاد کر دیا ہے۔ اب تم سے سفارش کرتا ہوں کہ تم بھی میری اماں کی قوم کو آزاد کر دو۔"

چنانچہ آپ ﷺ کے ارشاد پر سب قیدی رہا کر دیئے گئے۔[2]

اسی طرح جب کبھی بھی حضرت حلیمہؓ آپ ﷺ کے پاس آتیں۔ آپ ﷺ

---

[1] الاصابۃ ۴ / ۴۳۲-۴۳۳۔

[2] اس مفہوم کی حدیث المنتظم فی تاریخ الامم والملوک ۳-۳۳۸ میں ہے۔ لیکن اس میں حلیمہ سعدیہ کی جگہ ابو برقان (رضاعی چچا) کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم نیز دیکھئے سیرۃ ابن ہشام ۴ / ۱۳۱ و طبقات ابن سعد ۱ / ۱۴۴۔

Marfat.com

ان کا بہت احترام فرماتے' "میری اماں" کہہ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور اپنے اوپر کی چادر اتار کر نیچے بچھا دیتے۔

آپ ﷺ کو اپنی حقیقی والدہ سے اس سے بھی زیادہ محبت تھی۔ مگر افسوس کہ وہ بچپن میں ہی آپ ﷺ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں۔ آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال کی تھی جب وہ مقام ابواء پر فوت ہو گئیں۔ اس وقت آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ سفر میں تھے۔[1]

حقیقی ماں سے محبت

زمانۂ نبوت میں جب کبھی آپ ﷺ کو ادھر سے گذرنے کا اتفاق ہوتا تو آپ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ والدہ کی قبر دیکھ کر رو پڑے۔ آپ ﷺ کے رونے میں ایسا درد اور رقت تھی کہ صحابہؓ تاب نہ لا سکے۔ اور وہ بھی آنسو بھر لائے۔[2]

اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہؓ کو بتایا کہ میں چھ سال کا تھا جب میری والدہ فوت ہوئی تھیں۔ وہ میرے والد کی قبر دیکھنے کے لیے یثرب تشریف لائیں۔ اُم ایمن ساتھ تھیں۔ ایک انیسہ نامی لڑکی تھی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ فلاں قلعہ کے اوپر ایک پرندہ آ بیٹھا کرتا تھا' جسے ہم اڑایا کرتے تھے۔ فلاں مکان میں ہم ٹھہرتے تھے۔ اس جگہ میری والدہ کی قبر تھی۔ فلاں تالاب (بنو عدی) میں میں تیرتا تھا۔[3]

اسی طرح آپ ﷺ نے بچپن کے بہت سے حالات سنائے' جس سے آپ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱ / ۱۷۷۔

[2] مسلم' الجنائز: باب استاذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ فی زیارۃ قبر امہٖ حدیث نمبر ۹۷۶۔

[3] طبقات ابن سعد / ۱۱۶۔

Marfat.com

ﷺ کے غیر معمولی حافظہ پر روشنی پڑتی ہے۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ بچپن ہی میں آپ ﷺ کی طبیعت میں افتاد تھی کہ آپ نے فن تیراکی کی ضرورت کو محسوس کر کے تیرنا سیکھ لیا۔ ایسی چھوٹی عمر میں ایسی امنگوں کا دل میں پیدا ہونا آپ ﷺ کی بلند ہمتی پر دلالت کرتا ہے۔

قابل تقلید بچپن

الغرض جہاں تک ہم آپ ﷺ کے زمانہ طفولیت پر نظر دوڑاتے ہیں حضور ﷺ ہمیں ایک نہایت ہی شریف الطبع، متین، سنجیدہ، فرمان بردار، راست گفتار، عالی ہمت اور سعادت مند بیٹے کی حیثیت میں نظر آتے ہیں۔ جس ماحول میں آپ ﷺ نے پرورش پائی اگر اسے دیکھا جائے تو یہ امر قطعاً محال اور ناممکن نظر آتا ہے کہ ان کے اثرات کے ماتحت ایک ایسا سعید بیٹا پیدا ہو سکے۔

بچوں کے لیے کامل نمونہ

ایام طفولیت میں ہی آپ ﷺ کا یتیم ہو جانا، اور اس حالت یتیمی میں جب کہ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا کوئی ضامن نہ ہو، اپنے آپ کو اخلاق رذیلہ سے بچانا اور اخلاق فاضلہ سے متصف کرنا، پھر اپنی عمر کا بہت حصہ بکریوں اور اونٹوں کے چرواہوں اور صحرا کے بدوؤں کے ساتھ گزارنا اور ان اجڈ اور وحشیوں میں رہ کر فرشتوں کی سی پاکیزہ زندگی بسر کرنا، صرف آپ اور آپ ہی کا کام تھا۔ جو اس لیے دنیا میں تشریف لائے کہ ابنائے عالم کے لیے ایک کامل نمونہ بنیں۔ (ﷺ)

لڑکے جب آپ ﷺ کو تفریحی مشغلوں میں شریک ہونے کے لیے بلاتے تو جواب میں ارشاد فرماتے:

"کہ خدا نے مجھے کھیلنے کودنے کے لیے پیدا نہیں کیا۔"

آپ ﷺ کے سارے زمانۂ طفولیت میں کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوئی جو آپ ﷺ کے ہم عمروں کی بے لطفی یا شکایت کا باعث ہوئی ہو، یا جس سے آپ

Marfat.com

ﷺ کے سرپرست اور بزرگ ناخوش ہوئے ہوں۔

ذرا ایسے لڑکوں کی حالت پر غور کیجئے جن کو قسمت نے ماں باپ کے دامن پرورش سے محروم کر دیا ہو' عموماً ان کی اخلاقی حالت تباہ ہو جاتی ہے۔ اور وہ لوگوں کی عدم توجہی سے طرح طرح کی بد اخلاقیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور صحرائی خود رو پودوں کی طرح آزادی کی بد نمائیوں کا نمونہ بن جاتے ہیں۔ لیکن بخلاف اس کے حضرت سرور عالم ﷺ کی زندگی کا زمانہ ایسی پاکیزگی اور مکارم اخلاق کے ساتھ بسر ہوتا ہے' کہ جس کی مثال عرب جیسے ملک میں نہایت دشوار اور مشکل ہے۔

ابو طالب کی شہادت

آپ ﷺ کے چچا جو آپ ﷺ کے چوتھے سرپرست تھے اور آپ ﷺ کے تمام حالات سے پورے پورے واقف تھے آپ ﷺ کی ابتدائی زندگی کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں:

لَمْ اَرَ مِنْهُ كَذِبَةً وَّلَا ضِحْكًا وَّلَا جَاهِلِيَّةً وَّلَا وَقْفًا مَّعَ الصِّبْيَانِ۔

"میں نے کبھی بچپن میں آپ ﷺ کو جھوٹ بولتے دیکھا۔ نہ کبھی ہنسی مذاق کرتے دیکھا۔ نہ کبھی کوئی جاہلانہ بات آپ ﷺ سے سرزد ہوئی۔ اور نہ کوئی آپ نے بازاری اور آوارہ گرد لڑکوں کے ساتھ راہ و رسم رکھی۔"

گھر کی لونڈی کی شہادت

اس کے علاوہ تاریخی کتابوں میں ابو طالب کی ایک لونڈی کی شہادت بھی ہمیں ملتی ہے' جو آپ ﷺ کے زمانہ طفولیت سے تعلق رکھتی ہے اور گھر کی یہ لونڈی اپنے بارہا کے تجربہ کے بعد یہ شہادت دیتی ہے:

"آپ نے گھر میں کبھی مانگ کر کھانا نہیں کھایا جب کبھی آپ کو کھانا دیا جاتا کھا لیتے۔ اور کبھی کسی کھانے پر کوئی اعتراض یا نقص نہ نکالتے۔"

آپ ﷺ کی خود داری اور بے غرضی کی یہ عادت بھی آپ ﷺ کی طبیعت پر

Marfat.com

بہت بڑی روشنی ڈالتی ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی طبیعت میں بچپن ہی سے حد درجہ کا وقار' ضبط نفس' حیا اور سوال سے نفرت تھی۔ آپ ﷺ کسی اور سے نہیں بلکہ اپنے گھر میں بھی مانگ کر چیز نہیں لیتے تھے۔ اس سے بڑھ کر خود داری اور ضبط نفس کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

الغرض اگر کوئی شخص جو راستی کا طالب ہو آپ ﷺ کی اس زندگی پر غور کرے تو اسے آپ ﷺ کی یہی زندگی آپ کی صداقت اور راست بازی کی ایک زبردست دلیل نظر آئے گی۔ کاش! ہمارے بچے بھی اپنے اندر آپ ﷺ جیسے عادات وخصائل پیدا کر کے حقیقی معنی میں قوم کا قیمتی سرمایہ بنیں۔

Marfat.com

دوسرا باب

آنحضور ﷺ ایک شوہر کی حیثیت میں

حضور ﷺ کا نکاح نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں کل گیارہ (۱۱) نکاح کیے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے ہوا جب کہ آپ ﷺ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال تھی۔[1]

② دوسرا نکاح حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے ہوا جب کہ آپ ﷺ کی عمر ۵۰ سال کو پہنچ چکی تھی اور حضرت سودہ بھی ۵۰ ہی سال کی تھیں۔ یہ نکاح حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ہوا۔[2]

③ تیسرا نکاح حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ہوا جو درحقیقت منجانب اللہ تھا۔ کیونکہ صحیحین میں ہے کہ حضور ﷺ نے عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا:[3]

"میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچہ پر تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا کہ یہ آپ ﷺ کی بیوی

---

[1] طبقات ابن سعد ۱/ ۱۲۹ - ۱۳۲۔

[2] طبقات ابن سعد ۸/ ۵۳، الاصابہ ۴/ ۳۳۸۔

[3] بخاری، التعبیر: باب کشف المرأۃ فی المنام حدیث نمبر ۷۰۱۱، ۷۰۱۲۔ مسلم، فضائل الصحابہ: باب فضائل عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا حدیث نمبر ۲۴۳۸۔

Marfat.com

ہے- میں تصویر کا پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا- میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ اطلاع اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا بھی کر دے گا-"

④ چوتھا نکاح حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ سے ہوا یہ بیوہ ہو کر حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں-[1]

⑤ پانچواں نکاح حضرت زنیبؓ بنت خزیمہ سے ہوا- یہ بھی بیوہ تھیں بعد نکاح صرف تین ماہ زندہ رہیں-[2]

⑥ اُم سلمہؓ بھی بیوہ ہو کر آپؐ کے نکاح میں آئیں یہ قدیم الاسلام تھیں-[3]

⑦ اُم حبیبہؓ بنت ابی سفیان بھی قدیم الاسلام تھیں ان کا شوہر عبداللہ بن جحش مرتد ہو گیا تھا- یہ حبشہ ہی میں تھیں کہ نبی ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا- نجاشی امیر حبشہؓ نے خطبہ نکاح پڑھا- اور خالد بن سعیدؓ وکیل حضرت اُم حبیبہؓ نے ایجاب قبول کیا اور وہیں نکاح ہوا-[4]

اُم حبیبہؓ کو رات ہی خواب میں کسی نے "اُم المومنین" کہہ کر پکارا تھا' وہ اس پر حیران تھیں- کہ صبح ہی حضور ﷺ کی طرف سے شادی کا پیغام مل گیا-

⑧ زینب بنت جحشؓ مطلقہ ہو کر حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں- ان کی پہلی شادی حضرت زیدؓ سے ہوئی تھی- جو حضور ﷺ کے متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) مشہور تھے- اللہ تعالیٰ نے رسم تبنیت (یعنی منہ بولے بیٹے کے حقیقی بیٹا کی مانند ہونے کی رسم) کو توڑ کر حکماً حضور ﷺ کو اس نکاح پر مجبور کیا- بوقت

---

[1] بخاری' النکاح: باب عرض الانسان ابنتہ او اختہ حدیث نمبر ۵۱۲۲-

[2] الاصابہ ۴/ ۳۱۵'۳۱۶- [3] نسائی' النکاح: باب إنکاح الابن امہ حدیث نمبر ۳۲۵۶-

[4] الاصابہ ۴/ ۳۰۵'۳۰۶-

Marfat.com

نکاح حضرت زینبؓ کی عمر ۳۶ سال تھی۔[1]

⑨ حضرت جویریہؓ بھی بیوہ تھیں بوقت نکاح ان کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ یہ بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔[2]

⑩ حضرت صفیہؓ بنت حییؓ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں دو دفعہ بیوہ ہوئیں۔ جب حضور ﷺ سے نکاح ہوا تو ان کی عمر ۱۷ سال تھی۔[3]

⑪ حضرت میمونہؓ بھی بیوہ ہو کر حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں یہ حضور ﷺ کا آخری نکاح تھا' جو ذیقعدہ ۷ھ میں ہوا۔ جب کہ آپ کی عمر مبارک ۵۹ سال تھی۔[4]

آپ ﷺ کی دو کنیزیں بھی تھیں جن کا مختصر بیان یہ ہے:

حضرت ماریہ قبطیہؓ: ماریہ قبطیہؓ مصر سے شاہ مقوقش نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیۃً بھیجی تھیں۔ یہ ۶ھ میں حاضر ہوئیں اور ۱۶ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ بڑی لائق اور باسلیقہ خاتون تھیں۔ انہیں کے بطن سے ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ جو اٹھارہ ماہ زندہ رہ کر انتقال کر گئے۔[5]

حضرت ریحانہؓ بنت شمعونؓ: آپؓ خاندان بنی نظیر یا بنو قریظہ سے تھیں۔ اور

---

[1] بخاری فی تفسیر سورۃ الاحزاب حدیث نمبر ۴۷۸۷' مختصراً والاصابہ ۴ / ۳۱۳'۳۱۴۔

[2] الاصابہ ۴ / ۲۶۵۔

[3] بخاری' الصلاۃ: باب ما یذکر فی الفخذ حدیث نمبر ۳۷۱۔ مسلم' النکاح: باب فضیلۃ اعتاقہ امتہ حدیث نمبر ۸۴ / ۱۳۶۵۔

[4] بخاری' جزاء الصید: باب تزویج المحرم حدیث نمبر ۱۸۳۷ مختصراً۔ مسلم' النکاح: باب تحریم نکاح المحرم حدیث نمبر ۱۴۱۰۔ مختصراً و انظر الاصابۃ ۴ / ۴۱۱-۴۱۲۔

[5] الاصابہ ۴ / ۴۰۴ - ۴۲۰۔

Marfat.com

بطور کنیز آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئی تھیں۔ اور ۱۰ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ بڑی زیرک اور دانا تھیں۔[1] مؤرخین نے ایک نام نفیسہ بھی بتایا ہے۔[2] زرقانی نے ایک چوتھی بھی لکھی ہے مگر نام نہیں بتایا۔

آپ ﷺ کی کثرت ازدواج کے اسباب

حضور ﷺ نے یہ سب نکاح کسی نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں کیے بلکہ مشیئت الٰہی اور مامور من اللہ ہونے کی حیثیت سے کیے۔ عالم شباب یعنی ۲۵ سال سے ۵۰ سال کی عمر تو آپ ﷺ نے ایک بیوی سے بسر کی۔ اور بیوی بھی وہ جو بیوہ ہونے کے علاوہ عمر میں آپ ﷺ سے ۱۵ سال بڑی تھی۔ صرف آپ ﷺ کی عمر کا آخری پنج سالہ زمانہ ایسا ہے جب کہ ازواج مطہرات؄ سے حجرات آباد ہوئے۔ اس لیے اب ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ اس کے وہ خاص اسباب کیا تھے۔ خصوصاً جب کہ حضور اکرم ﷺ نے خود فرما دیا ہو کہ:

((مَالِیْ فِی النِّسَآءِ مِنْ حَاجَةٍ))

"یعنی مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں۔"[3]

حضور اکرم ﷺ کے جملہ نکاح کسی خواہش نفسانی کی بنا پر نہ تھے جیسا کہ بعض مستشرق اور لا دین عناصر کہا کرتے ہیں۔ بلکہ آپ کے نکاح بڑے مصالح اور منافع رکھتے تھے۔ غور کرنے سے آپ کے کثرتِ ازدواج کے متعدد مصالح سامنے آتے ہیں مثلاً:

1. بیوہ عورتوں کی اشک شوئی اور دِل جوئی پیش نظر تھی۔ اور بیوگان کے نکاح میں خواہ مخواہ کی روکاوٹ کو دور کر کے انہیں اذیت ناک زندگی سے نجات

---

[1] الاصابہ ۴/ ۳۰۹۔ [2] الاصابہ ۴/ ۴۲۰۔

[3] بخاری ' فضائل القرآن: باب خیر کم من تعلم القرآن حدیث نمبر ۵۰۲۹۔

Marfat.com

دلانا مطلوب تھا۔

۲ عورتوں کو ممتاز مقام عطا کرنے کی خواہش تھی۔

۳ عورتوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت مطلوب تھی۔

۴ مختلف قبائل سے مراسم بڑھانا مقصود تھا۔ اور ان سے دشمنیاں دور کرنے کا راز مضمر تھا۔

۵ اُمت کو بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا عملی نمونہ پیش کرنا تھا۔

۶ عرب میں نکاح بیوگان کو منحوس خیال کیا جاتا تھا اور متبنیٰ کی بیوی کو بہو کا درجہ دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کو ان رسوماتِ بد کا خاتمہ کرنا مطلوب تھا۔ آپ ﷺ نے اس نکاح بیوگان سے عورتوں کے لیے رحمت و شفقت کا چتر سایہ افگن کھول دیا۔ اور ان کے یاس و قنوطیت سے بجھے ہوئے دلوں میں مہرو محبت اور روشن مستقبل کے دیپ روشن کر دیئے۔ (ﷺ)

یہاں زیادہ تفصیل کی گنجائش ہے نہ کتاب کا یہ موضوع ہے۔ بہرحال اس بات کا کوئی انصاف پسند انکار نہیں کر سکتا کہ آپ ﷺ کے کثرتِ ازدواج میں متعدد قومی' دینی' سیاسی اور ملی فوائد و مصالح تھے جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے' کہ حضور ﷺ نے جس قدر نکاح کیے ان کی بنیاد فوائد دین' مصالح ملک' اور مقاصد قومی و ملی پر مبنی تھی۔ اور ان فوائد و مصالح و مقاصد کا اس دورِ انحطاط میں اور عرب جیسے جمہوریت پسند ملک میں حاصل ہونا تزویج (نکاح) کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔

اگر ہم حضور ﷺ کے ہر ایک نکاح پر تفصیلی بحث کریں۔ اور آپ کو یہ بتائیں' کہ حضور ﷺ کے کس کس نکاح میں کیا کیا حکمت تھی تو یقیناً آپ کو اقرار کرنا پڑے گا کہ حضور ﷺ کے لیے بعض ضروریاتِ دینی اور مصالح ملکی کی بنا پر ایسا

Marfat.com

ہی کرنا ضروری تھا۔ حضور ﷺ ایسا نہ کرتے تو یقیناً بہت سی مصلحتوں سے ملک، وطن، قوم اور اسلام کو محروم ہونا پڑتا۔ اور ایسا کرنا اس مصلح اعظم ﷺ کی شان کے منافی تھا، جسے خدا نے رحمۃٌ لِلْعَالَمِین بنا کر بھیجا ہو۔ مگر یہ موقع نہیں کہ اس موضوع پر بحث کریں۔ ہم تو اس وقت صرف اتنا بتانا چاہتے ہیں، کہ حضور ﷺ نے کثیر المشاغل ہونے کے باوجود ازدواجی زندگی کس طرح بسر کی۔ اُمت کے لئے اِصلاح معاشرت کے متعلق کیا اسوۂ حسنہ پیش کیا۔ آپ ﷺ ازواج مطہراتؓ کے ساتھ کس سلوک سے پیش آئے اور ہمارے لیے کیا نمونہ قائم فرما گئے۔

ازواج رضی اللہ عنہن سے حسن سلوک

دنیا کہا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایک "خوب صورت سانپ" بنا کر پیدا کیا ہے۔ اور انسان کو ہشیار کیا ہے کہ اس کی خوب صورتی کی طرف نہ دیکھے بلکہ اس کے زہر سے بچے۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ میں بیویوں سے محبت کروں اور انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھوں۔ اور جو رحمتیں اس نے مجھ پر کی ہیں، ان میں سے ایک رحمت یہ ہے کہ میرے دل میں اپنی بیویوں سے محبت پیدا کر دی ہے۔

حضور ﷺ کے قیمتی ارشادات

دنیا کہتی تھی کہ تم اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو چھوڑ دو اور اہلی تعلقات کو اکھاڑ کر پھینک دو۔ تب تم اللہ سے مل سکو گے۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "نہیں بلکہ تم اپنے اہل ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مل سکتے ہو اور اگر بیوی بچوں کو چھوڑ دو گے، تو اللہ سے بھی دور ہو جاؤ گے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ)) "ترک فرزند وزن اسلام میں نہیں۔"[1]

---

[1] کشف الخفاء للعجلونی ۲/ ۳۷۷۔

Marfat.com

اور امام حاکم علیہ الرحمۃ نے (لَا رَهْبَانِيَّةَ فِيْنَا) "یعنی ہم میں ترک دینا نہیں" کے الفاظ نقل کیے ہیں [1]

دنیا کا خیال تھا۔ کہ عورت مکرو فریب کا پتلا ہے اس سے دور رہنا چاہیے۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ عورت حیا اور وفا کا مجسمہ ہے اس سے محبت کرنی چاہیے کہ اس کی محبت ہی سے انسان انسان بن سکتا ہے۔

الغرض یہ ارشادات صرف کہنے کو نہیں تھے۔ بلکہ کر کے دکھا دیئے۔ حضور ﷺ کا مشہور ارشاد گرامی ہے۔ جسے امام ترمذیؒ نے نقل فرمایا ہے:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَ اَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ))

"سب لوگوں سے اچھا وہ ہے' جو اپنی بیوی (کنبہ) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو۔ اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔" [2]

بیویوں سے طرز عمل

نبی ﷺ ہر ایک شوہر کے لیے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو۔ اس کا مزاج شناس ہو۔ اس کے جذبات و احساسات کا احترام کرتا ہو۔ اس سے محبت و دل داری کا طریق جانتا ہو۔ حضور ﷺ اپنی گوناگوں مصروفیتوں اور بھاری ذمہ داریوں کے باوجود روزانہ بعد عصر ہر ایک بیوی کے پاس اس کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ ان کی ضروریات معلوم فرماتے۔ اور بعد از نماز مغرب سب سے ایک مختصر ملاقات فرماتے اور شب کو مساویانہ طور پر نوبت بہ نوبت ہر ایک گھر میں استراحت فرمایا کرتے تھے۔ [3]

---

[1] مستدرک حاکم' ج ۲' ص ۲۰۴' والبزار و رجالہ' رجال الصحیح کما فی الزوائد و صححہ الحاکم۔

[2] ترمذی' المناقب: باب فضل ازواج النبی حدیث نمبر ۳۸۹۵۔

[3] ابوداؤد' النکاح: باب فی القسم بین النساء حدیث نمبر ۲۱۳۵-۲۱۳۶' نیز دیکھئے زاد المعاد ۱/ ۱۵۲۔

Marfat.com

ہر ایک بیوی کی رہائش کا مکان الگ الگ تھا اور سب مکان جن کو اللہ پاک نے ﴿ حُجُرَات ﴾ اور ﴿ بُیُوْتُ النَّبِیِّ ﴾ اور ﴿ بُیُوْتِکُنَّ ﴾ فرمایا ہے' باہم پیوستہ تھے۔ مکان نہایت مختصر تھے اور اثاثۃ البیت (فرنیچر) اس سے بھی زیادہ مختصر ہوتا تھا۔ اور تکلف نام کی کوئی چیز نہ تھی۔

ازواج رضی اللہ عنہن میں مساوات

فتح خیبر کے بعد حضور ﷺ نے ہر ایک بیوی کے لیے ۸۰ وسق کھجور اور ۲۰ وسق جو سالانہ مقرر کر دیئے تھے۔[1] دودھ کے لیے ہر ایک بیوی کو ایک ایک ناقہ شیر دار ملا کرتی تھی۔ مگر وہ بھی حضور ﷺ کے رنگ سخا میں اس قدر رنگی جا چکی تھیں کہ ما یحتاج (بہت ضروری سامان) کے علاوہ جو کچھ ہوتا سب رانڈوں اور یتیموں میں تقسیم فرما دیا کرتی تھیں۔

حضور ﷺ کھانے' پہننے' مکان اور گذارہ و ملاقات وغیرہ جملہ امور میں ہر ایک بیوی کے ساتھ ایسے عدل و انصاف اور مساویانہ سلوک سے پیش آیا کرتے تھے' کہ تاریخ عالم میں اس کی نظیر محال ہے۔

حضر میں سب بیویوں کے ہاں روزانہ قیام کی باری مقرر تھی مگر سفر میں روانگی کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی۔ جس بیوی کا نام نکلتا اسی کو آپ ﷺ ساتھ لے جاتے اس طرح دوسری بیویوں کو اعتراض کا موقعہ نہ ملتا تھا۔[2]

بیویوں کی دل داری

حضور ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو خود "السلام علیکم" فرمایا کرتے۔ اور رات کے وقت سلام ایسی آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے' اور سو گئی ہو تو جاگ نہ پڑے۔

---

[1] بخاری' الحرث والمزارعة : باب المزارعة بالشطر حدیث نمبر ۲۳۲۸' مسلم المساقاة : باب المساقاة المعاملة۔ حدیث نمبر ۱۵۵۱۔

[2] ابوداؤد' النکاح : باب فی القسم بین النساء حدیث نمبر ۲۱۳۸۔

Marfat.com

اور آپ ﷺ کا یہ پیارا انداز سب کے لئے تھا۔[1] آپ ﷺ ان کی دل داری اور عطوفت کا بہت لحاظ رکھتے۔ کام کاج میں بھی ان کا ہاتھ بٹاتے۔ اگر وقت پر کوئی کام نہ ہوتا تو ناراض نہ ہوتے بلکہ نرمی سے سمجھاتے۔ ان کے دکھ درد میں برابر شریک رہتے۔ ان کی خوشی کے ساتھ اپنی خوشی کا اظہار فرماتے۔

اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دل داری

ایک دفعہ اُم حبیبہؓ سے ان کے بھائی معاویہؓ ملنے آئے۔ ان دونوں بہن بھائی کا آپس میں بہت پیار تھا۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اُم حبیبہؓ! کیا معاویہؓ تمہیں بہت پیارا ہے؟''

ام حبیبہؓ نے کہا: ''ہاں! حضور ﷺ' بھائی مجھے بہت پیارا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ تمہیں بہت پیارا ہے تو مجھے بھی بہت پیارا ہے۔''[2]

اَب غور فرمایئے بیوی کا دل اس جواب کو سن کر کس قدر خوش ہوا ہوگا' کہ میرے رشتہ داروں کو یہ غیریت کی نگاہ سے نہیں بلکہ میری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور مجھ سے اس قدر محبت رکھتے ہیں کہ جو مجھے جس قدر پیارا ہو اسی قدر ان کو بھی پیارا ہوتا ہے۔ گویا

من تُو شدم تُو من شدی
من تن شدم تُو جاں شدی

کا پورا پورا نظارہ پیش ہو رہا ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دل داری

جوانی کی حالت میں طبعاً محبت کے جذبات زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ اور ایسا شخص دوسرے

---

[1] مسلم' الاشربۃ: باب اکرام الضیف حدیث نمبر ۲۰۵۵۔ مطلقًا بدون ذکر الازواج۔

[2] سیر اعلام النبلاء ۳ / ۱۲۹' ۱۳۰' باختلاف الیسر۔

Marfat.com

کی طرف سے بھی محبت کا زیادہ مظاہرہ چاہتا ہے۔ آنحضرت ﷺ جو نفسیات کے کامل ترین ماہر تھے' اس جہت سے بھی اپنی بیویوں کے مزاج کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے (جو آپ ﷺ کی سب بیویوں سے عمر میں چھوٹی تھیں) کسی برتن سے منہ لگا کر پانی پیا۔ جب وہ پانی پی چکیں تو آنحضرت ﷺ نے اس برتن کو اٹھایا اور اسی جگہ منہ لگا کر پانی پیا' جہاں سے حضرت عائشہؓ نے پیا تھا۔[1]

یہ باتیں گو ہمارے نزدیک کوئی زیادہ وزن نہ رکھتی ہوں۔ مگر زوجین کے تاثرات طبعی کو سمجھنے اور علم النفس کے جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے میاں بیوی کے تعلقات پر کس قدر گہرا اثر پڑتا ہے۔[2]

عائشہ صدیقہؓ کا ایک واقعہ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ گھر میں بیٹھے اپنی نعل کو پیوند لگا رہے تھے۔ میں پاس ہی بیٹھی چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا ہے۔ اور اس پسینہ کے اندر ایک نور اُبھر رہا ہے۔ اور بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ جب حضور ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا:

"عائشہؓ! تو حیران سی کیوں ہو رہی ہے؟"

میں نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کی پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر ایک چمکتا نور ہے جسے دیکھ کر میں سراپا چشم بن گئی ہوں۔ اور ابو کبیر ہذلی کے ان اشعار کا آپ ہی کو مصداق سمجھتی ہوں۔ واللہ! اگر ہذلی آپ کو

---

[1] مسلم' الحیض: باب جواز غسل الحائض رأس زوجھا حدیث نمبر ۳۰۰۔

[2] سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہماری کتب "سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا" از حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی اور سیرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا از مولانا محمد ادریس فاروقی کا مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ آپ کے سوا اس کا صحیح مصداق کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔"

نبی ﷺ نے فرمایا: "وہ شعر کیا ہیں؟"

میں نے وہ شعر پڑھ کر سنائے:

وَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ
وَ فَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَّدَاءٍ مُعْضَلٍ
فَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ
بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

نبی ﷺ نے ہاتھ میں جو کچھ تھا۔ اسے رکھ دیا۔ میری پیشانی کو چوما۔ اور فرمایا:

((مَا سَرَرْتِ مِنِّيْ كَسُرُوْرِيْ مِنْكِ))

"جو سرور مجھے تیرے کلام سے حاصل ہوا وہ سرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہو گا۔"

یعنی تو نے مجھے نہایت مسرور اور خوش کر دیا۔[1]

ازواج رضی اللہ عنہن کی آپ ﷺ سے اُلفت

جہاں آپ ﷺ اپنی اُمت کو تعلیم دینے کے لیئے اپنی بیویوں سے محبت کیا کرتے تھے۔ وہاں آپ ﷺ کی بیویوں کو بھی آپ ﷺ سے شیفتگی و عشق تھا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی ہم سفر تھیں۔ اس روز حضرت حفصہؓ نے اپنی سواری کا اونٹ حضرت عائشہؓ کے اونٹ سے تبدیل کر لیا۔ راستہ میں نبی ﷺ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کی طرف گئے، جس پر حضرت حفصہؓ سوار تھیں۔ اور انہی کے ساتھ چلے۔

---

[1] تاریخ بغداد ۱۳/ ۲۵۲-۲۵۳۔

Marfat.com

حضرت عائشہؓ کو یہ مفارقت برداشت نہ ہوئی۔ جب وہ منزل پر پہنچ کر سواری سے اُتریں۔ تو انہوں نے اپنا پاؤں گھاس میں گھسیٹر دیا اور زبان سے کہا:

يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا اَوْ حَيَّةً تَلْدِغُنِيْ رَسُوْلُكَ وَلَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَقُوْلَهُ شَيْئًا۔

"اے رب! کسی بچھو یا سانپ کو بھیج کہ مجھے کاٹ کھائے۔ اور وہ تیرے رسول ﷺ ہیں میں اُن کی شان میں تو کچھ کہہ نہیں سکتی۔"[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کچھ تو آپ ﷺ کی تھوڑی سی جدائی کا صدمہ ہوا۔ اور کچھ سوت کا خیال بھی ہوا ہو گا۔ کہ آپ ﷺ میرے ساتھ چلنے کی بجائے اس کے ساتھ کیوں چلے؟ لیکن یہ ایک فطری چیز ہے کوئی عیب نہیں ہے۔

آپ ﷺ کا ازواج رضی اللہ عنہن سے برتاؤ

اگرچہ حضور ﷺ نے اپنی پاک تعلیم کے اثر سے اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کے سینوں کو اس آلائش سے پاک و صاف کر دیا تھا' کہ وہ ایک دوسری سے دکھ کریں یا کسی قسم کی رقابت کا خیال دل میں لائیں۔ مگر پھر بھی بتقاضائے بشریت کبھی ایسا ہو ہی جاتا۔ اور حضور ﷺ اس کو بہترین طریق سے سلجھا دیتے۔ مثلاً:

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضور ﷺ حضرت صفیہؓ کے پاس آئے تو وہ رو رہی تھیں۔ پوچھا: "کیوں روتی ہو؟"

انہوں نے کہا: "حضرت حفصہؓ نے مجھے طعن دیا ہے کہ تو یہودن ہے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کی برادری میں سے آپ ﷺ کی ہم پلہ بھی ہیں۔"

---

[1] بخاری' النکاح : باب القرعة بين النساء حديث نمبر۵۲۱۱۔ مسلم' فضائل الصحابة : باب فضائل عائشة رضی اللہ عنها۔ حدیث نمبر۲۴۴۵۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا: "واہ یہ رونے کی کون سی بات ہے؟ تم نے کیوں نہ یہ جواب دیا۔ کہ میرے باپ ہارون علیہ السلام ہیں، اور میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں اور میرے شوہر محمد (ﷺ) ہیں۔ پھر مجھ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے؟"

بس اتنی سی بات سے حضرت صفیہؓ کا دل خوش ہو گیا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو بھی منع فرمادیا کہ آئندہ ایسا کلمہ کبھی نہ کہنا، جس سے اس کا دل دکھے۔[1]

اسی طرح ایک بار کسی بیوی نے اپنی سوت کے قد و قامت پر اعتراض کیا اور ہنسی اڑائی۔ تو حضور ﷺ نے انسے بہت ڈانٹا۔ اور فرمایا کہ "یہ اس کا مذاق نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے جس نے اسے پیدا کیا۔ یاد رکھو آئندہ ایسی غلطی کا ارتکاب نہ ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہی ہو گی۔"[2]

نبوی تعلیم کا ازواج رضی اللہ عنہن پر اثر

سوت کی عداوت ایک مشہور عداوت ہے۔ مگر حضور ﷺ نے اپنے حسن سلوک اور اپنی پاک تعلیم سے اس عداوت و رقابت کو محبت و الفت میں بدل دیا تھا۔ اور ازواج مطہراتؓ کو ایسا شیر و شکر کر دیا تھا، کہ ہر ایک دوسری کو اپنے سے بہتر سمجھتی تھی۔ ساری تاریخ اسلام کی ورق گردانی کر جائیں سوائے ان دو چار واقعات کے آپ کو ایک واقعہ بھی ایسا نظر نہ آئے گا، جس سے حضور ﷺ کی خانگی زندگی پر برا اثر پڑا ہو۔ اور سوتوں کی باہم جنگ آزمائی رہی ہو۔ بلکہ بخلاف اس کے آپ کو ان کے ایسے اقوال و تاثرات ملیں گے جن سے ان کی خوبیاں ایک دوسری پر نمایاں ہوتی ہوں۔

عائشہؓ کی رائے جویریہؓ کے بارے میں

ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رائے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

---

[1] ترمذی المناقب: باب فضل ازواج النبی ﷺ حدیث نمبر ۳۸۹۲ - ۳۸۹۴۔ [2] ابوداؤد، الادب: باب فی الغیبۃ حدیث نمبر۴۸۷۵۔ ترمذی، صفۃ القیامۃ: باب ۵۱، حدیث نمبر۲۵۰۲۔

Marfat.com

کے متعلق یوں نقل کی گئی ہے:

فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلٰى قَوْمِهَا مِنْهَا۔

"میں کسی ایسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہؓ سے بڑھ کر برکت والی ہو۔"[1]

عائشہؓ کی رائے زینبؓ کے بارے میں حضرت زینبؓ کی شان میں آپ نے یوں فرمایا تھا:

لَمْ أَرَ امْرَأَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدِّيْنِ مِنْ زَيْنَبَ وَ أَتْقٰى لِلّٰهِ وَ أَصْدَقَ حَدِيْثًا وَّ أَوْصَلَ لِلرَّحِمِ أَعْظَمَ صَدَقَةً۔

"میں نے کوئی عورت زینب سے بڑھ کر دین میں بہتر نہیں دیکھی۔ وہ اللہ کا زیادہ تقویٰ رکھنے والی، بہت زیادہ سچ بولنے والی اقارب سے بڑھ کر سلوک کرنے والی اور بہت زیادہ صدقہ دینے والی تھیں۔"[2]

عائشہؓ کی رائے صفیہؓ کے بارے میں اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرمایا:

مَارَأَيْتُ صَانِعَةَ طَعَامٍ مِثْلَ صَفِيَّةَ۔

"میں نے صفیہؓ جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا پکانے والی نہیں دیکھی۔"[3]

عائشہؓ کی رائے سودہؓ کے بارے میں اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کہا:

---

[1] ابوداؤد، العتق: باب فی بیع المکاتب حدیث نمبر ۳۹۳۱۔

[2] مسلم، فضائل الصحابۃ باب فضائل عائشۃ حدیث نمبر ۲۴۴۲۔

[3] ابوداؤد، البیوع: باب فیمن افسد شیئا یغرم مثلہ: حدیث نمبر ۳۵۶۸۔ نسائی عشرۃ النساء: باب الغیرۃ حدیث نمبر ۳۴۰۹۔

Marfat.com

مَا رَاَیْتُ امْرَاَۃً اَحَبَّ اِلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ فِیْ مِسْلاَخِھَا مِنْ سَوْدَۃَ بِنْتِ زَمْعَۃَ مِنِ امْرَاَۃٍ فِیْھَا حِدَّۃٌ۔

"سودہؓ میں ذرا تیزی تو تھی ورنہ اور کوئی بھی ایسا نہیں جس کے قالب میں ہونا مجھے سودہؓ سے زیادہ پیارا ہو۔"[1]

یہ ہیں وہ مختصر آراء جو اُمہات المومنینؓ کی ایک دوسری کے متعلق تھیں۔ کیا کوئی ہے جو باہمی سوتوں کی رائے ایسی پیش کر سکے؟ محال اور ناممکن ہے۔ یہ سب محض حضور ﷺ ہی کی پیاری تعلیم کا اثر تھا۔ کہ وہ باہم احترام و محبت روا رکھتی تھیں۔

حضور ﷺ کی ازواجؓ کو ہدایت

آپ ﷺ اصلاح اخلاق کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ گھر میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو عموماً یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری حیثیت اور پوزیشن عام مومنات کی سی نہیں ہے۔ بلکہ میرے تعلق کی وجہ سے تمہیں ایک خاص خصوصیت حاصل ہو گئی ہے۔ اب تمہیں اس کے مطابق اپنے آپ کو بنانا ہے۔ جس طرح میں مومنوں کا روحانی باپ ہوں اسی طرح تم ان کی روحانی مائیں ہو۔ تم نے ہر رنگ میں دوسروں کے واسطے ایک نمونہ بننا ہے۔ یاد رکھو اگر تم کوئی غلط طریق اختیار کرو گی' تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں دگنی سزا ملے گی' کیونکہ تمہارے اس غلط نمونے سے دوسروں پر بھی اثر پڑے گا۔

ازواجؓ کو تبلیغ دین کا حکم

آپ ﷺ نے بیویوں کے فرائض میں یہ چیز داخل کر رکھی تھی کہ وہ دوسری عورتوں کو دین کی تعلیم دیں۔ احکام الٰہی سکھائیں' توحید و سنت کی گھر گھر اشاعت کریں' عورتوں کی

---

[1] مسلم' الرضاعة: باب جواز هبتها نوبتها: حدیث نمبر ۱۴۶۳۔

Marfat.com

معروضات مجھ تک پہنچائیں۔ پھر ان کے جواب انہیں سمجھائیں دینی مسائل بتائیں' میرے جملہ افعال و اقوال و عبادات جو حجرات کے اندر ہوں' حفظ و اتقان کے ساتھ امت تک پہنچائیں' اور مشکلات علمیہ میں فرزندان اُمت کی راہنمائی کریں۔

اَزواج مطہراتؓ اور تبلیغ

چنانچہ اَزواج مطہراتؓ نے ایسا ہی کیا۔ سب نے اپنے اپنے حلقہ میں دین کو خوب پھیلایا۔ اپنی اپنی قوم اور برادری کی عورتوں کو اسلام سکھلایا اصلاح رسوم کا کام کیا۔ نشر و اشاعت دین میں حضور ﷺ کا ہاتھ بٹایا۔

عائشہ صدیقہؓ کا علمی مقام

اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ نے اپنے شاگردوں کو تین سو اٹھتر ۳۷۸ حدیثیں سکھلائیں۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو علم و تفقہ میں سب سے بڑھی ہوئی تھیں۔ فرزندان اُمت کو دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) حدیثیں پڑھائیں۔[2] جو اس وقت تک کتب احادیث و صحاح میں موجود ہیں۔ اور آپ کے فتاویٰ شرعیہ' حل مشکلات علمیہ' بیان روایات عربیہ' سیر و واقعات تاریخیہ کا شمار ان کے علاوہ ہے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے کہ میں نے ساری عمر میں معانی قرآن اور احکامِ حلال و حرام اور اشعارِ عرب اور علم الانساب میں عائشہ صدیقہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔[3]

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ خصوصیت تھی' کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہؓ میں پیش آ جاتا تھا۔ تو وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی جانب رجوع کرتے تھے۔ اور ان کے پاس اس کے متعلق علم پایا جاتا تھا۔[4]

---

[1] سیر اعلام النبلاء ۲ / ۲۱۰۔ [2] سیر اعلام النبلاء ۲ / ۱۳۹۔

[3] ابو نعیم فی حلیتہ الاولیاء ۲ / ۴۹' سیر اعلام النبلاء ۲ / ۱۸۳۔

[4] ترمذی' المناقب: باب من فضائل عائشۃ رضی اللہ عنہا حدیث نمبر ۳۸۸۳۔

Marfat.com

حضور ﷺ سرور کائنات ﷺ کی یہ عادت مبارک تھی کہ باتوں ہی باتوں میں بیویوں کو دینی مسائل سکھاتے جاتے تھے تاکہ وہ پھر اُمت کو سکھا سکیں۔

بیویوں کو وعظ و نصیحت

ایک دفعہ آپ ﷺ حضرت جویریہؓ کے گھر سے نماز صبح کے لیے تشریف لے گئے اس وقت یہ مصلی پر تھیں۔ بوقت چاشت جب نبی ﷺ واپس تشریف لائے تو یہ مصلے ہی پر بیٹھی تھیں۔ نبی ﷺ نے دریافت کیا: "کیا تم اس وقت سے یہاں بیٹھی ہوئی ہو؟"

انہوں نے کہا: "ہاں حضور ﷺ!"

آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار ایسے کلمات کہے ہیں کہ اگر ان کو تمہارے اس سارے ورد و وظیفے کے ساتھ وزن کیا جائے تو بھاری اتریں۔ فرمایا وہ کلمات یہ ہیں:

((سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَ رِضٰی نَفْسِہٖ وَ زِنَۃَ عَرْشِہٖ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ)) [1]

حرم کی روحانی و جسمانی بالیدگی

آپ ﷺ اپنی بیویوں کو صرف گھر کے کام کاج یا ورد و وظائف یا تبلیغ و اشاعت ہی کی تعلیم نہ دیا کرتے تھے' بلکہ انہیں جرأت و ہمت اور قوت و طاقت پیدا کرنے والے کام بھی سکھلاتے تاکہ عند الضرورت وہ اسلامی خدمات بھی بجا لا سکیں۔ اور صرف گھر کی چاردیواری میں بیٹھنا نہ سیکھیں۔ بلکہ رزمیہ کارناموں سے آگاہ ہوں۔ تاکہ اپنی کوکھ سے مجاہدین کو جنم دیں۔

چنانچہ ایک بار آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حبشیوں کا وہ فوجی کرتب دکھایا' جو مسجد نبوی میں صحابہ کرامؓ کے سامنے جنگی تربیت کے خیال سے کرایا

---

[1] مسلم' الذکر والدعاء: باب التسبیح اول النھار حدیث نمبر۲۷۲۶۔

Marfat.com

گیا تھا۔ عائشہ صدیقہؓ نبی ﷺ کی اوٹ (پردہ) میں دیکھ رہی تھیں۔ اور محض اس لیے دیکھ رہی تھیں' کہ ان میں جرأت اور سپرٹ پیدا ہو جائے۔[1]

پھر ایک موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے دوڑنے کا مقابلہ کیا۔ (اور ارادۃً زیادہ تیز نہ دوڑے) چنانچہ حضرت عائشہؓ آپ سے آگے نکل گئیں جن سے ان کا حوصلہ بڑھ گیا۔ پھر دوسری دوڑ میں حضور ﷺ ان سے آگے نکل گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیچھے رہ گئیں۔ اس پر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

((هٰذِهٖ بِتِلْكَ)) "لو عائشہ! اب اس کا بدلہ اتر گیا۔"[2]

سبحان اللہ! کیا دل لگی ہے۔ آپ ﷺ اپنی بیویوں کا دل بھی بہلا رہے ہیں۔ ان سے کھیلتے بھی ہیں۔ ان کی حفظان صحت کا خیال بھی رکھتے ہیں۔ انہیں جرأت اور ہمت پیدا کرنے کا سبق بھی دیتے ہیں۔

غور کیجئے! جو شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ایسا عمدہ سلوک کرتا ہو اور اس کی روحانی و جسمانی بالیدگی کا اس قدر خیال رکھتا ہو' کیا وہاں کسی بدمزگی اور گلے شکوے کو راہ مل سکتی ہے؟

اگر ہم اپنے گھریلو حالات بہتر اور گھر کو امن و سکون کا گہوارہ بنانا چاہتے ہوں تو ہمیں بھی فرصت نکال کر اپنی بیویوں کا اسی طرح خیال رکھنا ہو گا۔ بیوی کو نوکر نہیں بلکہ اپنی رفیقۂ حیات سمجھنا ہو گا۔ اس کے حقوق و آداب' اقتضاء اور مزاج کی پوری پاسداری کرنا ہو گی۔ یہی سنت اور اسوۂ رسول ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوۂ احد میں عائشہ صدیقہؓ اور اُم سلمہؓ کو

---

[1] بخاری' الصلاۃ : باب اصحاب الحراب فی المسجد حدیث نمبر ۴۵۳-۴۵۵۔ مسلم' صلاۃ العیدین : باب الرخصۃ فی اللعب حدیث نمبر ۸۹۲۔

[2] ابوداؤد' الجهاد : باب فی السبق علی الرجل : حدیث نمبر ۲۵۷۸۔

Marfat.com

دیکھا کہ کندھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ پانی ختم ہو جاتا تھا تو پھر مشک بھر لاتی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی ٹپکاتی جاتی تھیں۔ [1]

آپ جانتے ہیں کہ یہ کون خواتینؓ تھیں؟ یہ وہی پردہ نشین اور لائق صد احترام خواتینؓ تھیں جو پردہ کی فلاسفی اور قومی خدمت کے فلسفہ کی ماہر تھیں۔ اور دربارِ اسلام سے حقائق کی تعلیم پا کر نکلی تھیں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ جنگ بدر میں جو پرچم اسلام لہرا رہا تھا' وہ کس خاتون کا تھا؟ وہ بھی اسی پاک باز خاتون کی اوڑھنی سے بنایا گیا تھا۔ جسے اُم المومنین اور حبیبۂ حبیب خدا ہونے کا فخر حاصل ہے۔ (رضی اللہ عنہا)

الغرض ازواج مطہراتؓ کی جہاد (میدان جنگ) میں شرکت بھی کتب احادیث و تاریخ سے ثابت ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی بیویوں میں مجاہدانہ سپرٹ پیدا کر دی تھی۔ اور ان میں شجاعت و بسالت کے جوہر بھر دیئے تھے۔

کامیاب شوہر

نبی ﷺ میں جس قدر اوصاف تھے قریباً قریباً ان سب کا پرتو ازواج مطہراتؓ پر پڑ چکا تھا اور ان میں آنحضرت ﷺ کا عکس دیکھا جا سکتا تھا اور دراصل کسی شوہر کی پوری تعریف بھی یہی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو بھی اپنے رنگ میں رنگ دے۔

ازواجؓ پر حضور ﷺ کا رنگ

حضور ﷺ چونکہ خود بھی سخی تھے اور دنیا سے نفور و دل برداشتہ' اس لیے لازماً آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک روز نبی ﷺ نے اپنی ازواجؓ سے فرمایا:

---

[1] بخاری' الجہاد : باب غزوۃ النساء قتالھن مع الرجال حدیث نمبر ۲۸۸۰۔ مسلم' الجہاد : باب غزوۃ النساء مع الرجال حدیث نمبر ۱۸۱۱۔

Marfat.com

"تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آکر ملے گی جو زیادہ سخی ہو گی۔"

یہ سن کر سب ازواجؓ بڑھ بڑھ کر سخاوت کرنے لگیں۔ لیکن ہم میں سب سے زیادہ سخی زینبؓ ثابت ہوئیں۔ کیونکہ وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے کماتیں اور پھر اس کو صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔[1]

عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ صدیقہؓ کو دیکھا۔ کہ انہوں نے ایک دن میں ستر ہزار ۷۰۰۰۰ درہم فی سبیل اللہ صرف کیے۔ اور حقیقت یہ تھی کہ اس دن خود ان کے جسم پر ایک پیوند لگا ہوا کرتہ تھا۔ کسی نے عرض کیا "کہ کم از کم اپنا کرتہ تو بنوا لیجیے۔" مگر آپؓ نے اس کی بھی پروا نہ کی۔[2]

"مدارج النبوۃ" میں ہے' کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ انہوں نے سب کے سب اسی روز اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیئے۔ اور اس روز آپ کا روزہ بھی تھا۔ شام کو لونڈی نے روکھی سوکھی روٹی رکھ دی۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ "اگر سالن کے لیے کچھ بچا لیا جاتا' تو میں سالن بھی تیار کر لیتی۔"

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "مجھے تو خیال نہ آیا۔ تو نے یاد دلا دینا تھا۔"[3]

اللہ! اللہ! دنیا سے کس قدر استغناء ہے۔ اور دیکھنا یہ ہے کہ یہ کس کی تعلیم فیض صحبت کا اثر تھا؟

ایک بار حضرت صفیہؓ کی لونڈی نے حضرت عمر فاروقؓ سے آکر شکایت کی کہ

---

[1] بخاری' الزکاۃ: باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح حدیث نمبر۱۴۲۰۔ مسلم' فضائل الصحابۃ باب من فضائل زینب ام المومنین رضی اللہ عنہا حدیث نمبر۲۴۵۲۔

[2] سیر اعلام النبلاء ۲/ ۱۸۷۔

[3] مدارج النبوۃ ۲/ ۶۴۵' حلیۃ الاولیاء ۲/ ۴۷۔

Marfat.com

"صفیہؓ سبت (ہفتہ کے دن) کی عزت کیا کرتی ہیں۔ اور یہود کو عطیات دیا کرتی ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کر بھیجا۔ انہوں نے کہا:

"جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جمعہ عطا فرمایا ہے سبت کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ رہے یہودی ان سے میرے قرابت کے تعلقات ہیں اور میں ضرور ان کو کچھ نہ کچھ دیتی ہوں۔"

حضرت عمر فاروقؓ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ پھر اُم المومنینؓ نے اس لونڈی سے پوچھا: "تو نے شکایت کیوں کی؟"

لونڈی نے اپنے قصور کا اعتراف کیا' اور کہا: "میں شیطان کے جھانسے میں آ گئی تھی۔"

آپؓ نے فرمایا: "اچھا جاؤ' میں نے تمہیں اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔"[1]

سبحان اللہ! کیا شان عفو ہے۔ کہ قصور وار کو بجائے سزا دینے کے الٹا آزاد کیا جا رہا ہے۔ دراصل یہ بھی حضور ﷺ ہی کی پاک تعلیم کا اثر تھا۔ جو آپ ﷺ نے اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کے دل و دماغ میں قائم فرمایا دیا تھا۔

عورتوں کی اصلاح

گھروں میں کبھی نہ کبھی چپقلش کا ہو جانا بھی لازمی امر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جن میاں بیوی میں محبت حد سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے وہ بھی کسی نہ کسی وقت باہم روٹھ ہی بیٹھتے ہیں۔ بقول حالی مرحوم ؎

بگڑیں نہ بات بات پہ کیوں جانتے ہیں وہ
ہم وہ نہیں کہ ہم کو منایا نہ جائے گا

بھلا پھر حضور ﷺ اس کلیہ سے کس طرح مستثنیٰ رہ سکتے تھے؟ آپ ﷺ کی زندگی میں بھی جس نے دوسروں کے لیے نمونہ بننا تھا اس چیز کا پایا جانا نہایت ضروری

---

[1] الاصابہ ۴ / ۳۴۸' سیر اعلام النبلاء ۲ / ۲۳۲-۲۳۳۔

Marfat.com

تھا- چنانچہ کتب تواریخ سے ہمیں صرف دو تین ہی ایسے واقعات مل سکتے ہیں، جن سے حضور ﷺ کی ناراضگی کا پتہ چلتا ہے- اور لطف یہ کہ اس ناراضگی میں بھی سبق پایا جاتا تھا-

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہو تو اپنا بستر اس سے الگ کر لے- اور اسی پر اکتفا کرے- نہ خود گھر سے نکلے نہ اسے گھر سے نکالے-

ہاں کبھی اتنی ہی ناراضگی ہو کہ مارنے تک نوبت آ جائے تو منہ پر نہ مارے- یعنی وحشیوں کی طرح نہ مارے- گویا مارنے میں بھی احتیاط اور اعتدال کو پیش نظر رکھا-

مگر بہتر یہی ہے کہ بغیر مارنے کے ہی اس کی اصلاح کر دے-[1] کیونکہ یہ "پسلی کی ہڈی کی طرح ہے، اگر سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائے گی- اس کو اس کی اصلی حالت پر چھوڑ دو گے تو تنگ کرے گی-[2]

حضور ﷺ اور ازواجؓ ایک دفعہ خود حضور ﷺ کسی اہم معاملہ پر سب بیویوں سے ناراض ہو گئے اور سبھی سے اپنا بستر الگ کر لیا- ایک ماہ کے بعد حضور ﷺ راضی ہو گئے- ازواج مطہراتؓ نے معذرت چاہی- اور حکم الٰہی سے وہ معاملہ اختتام کو پہنچا-[3] الغرض آپ کی ناراضگی جب بھی ہوئی دینی معاملات پر ہوئی جس میں در حقیقت ہمارے لیے ایک سبق مضمر ہے-

اسی طرح بسا اوقات ازواج مطہراتؓ میں سے بھی کوئی بگڑ جاتی تو آپ ﷺ

---

[1] سورۃ النساء آیت: ۳۴-

[2] مسلم، الرضاع: باب الوصیة بالنسآء حدیث نمبر ۵۹: ۱۵-۷-

[3] بخاری، الطلاق: باب قول اللہ تعالٰی ﴿ الذین یولون من نسائھم ﴾ حدیث نمبر ۵۲۸۹-

Marfat.com

اسے مناتے۔ اس منانے میں بھی عجیب شیرینی ہوتی۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: "حمیراء تم جب ناراض ہوتی ہو تو میں فوراً تمہارے غصہ کو پہچان لیتا ہوں۔"

عائشہ صدیقہؓ نے کہا: "حضور ﷺ! میں نے تو کبھی آپ پر اپنے غصہ کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ پھر کس طرح آپ میری قلبی کیفیت کو پہچان لیتے ہیں۔؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: "یہی تو بات ہے کہ تم ناراضگی کا اظہار نہیں ہونے دیتیں مگر ہم پھر بھی پہچان لیتے ہیں۔"

حضرت عائشہؓ نے کہا: "قربان جاؤں' ذرا مجھے بھی تو پتہ دیجیے کہ آپ کو کس طرح میری ناراضگی کا پتہ چل جاتا ہے؟"

حضور ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور کوئی قسم کا موقعہ آئے' تو کہتی ہو۔ مجھے "محمد ﷺ کے رب کی قسم" اور جب کوئی وجہ پرخاش (ناراضگی) ہو' تو پھر یوں کہتی ہو۔ مجھے "ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم"

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں' اور کہا: "واللہ! آپ نے خوب پہچانا۔"[1]

محبت کے اسباب اگرچہ آپ کو بیویوں سے محبت تو یکساں ہی تھی۔ مگر پھر بھی یہ چیز اپنے بس کی نہیں ہوتی حضور ﷺ کی بعض بعض بیویاں اپنے محاسن اور کمالات کی وجہ سے زیادہ توجہ کی موجب بن جاتی تھیں۔ اور لطف یہ کہ ان میں سے ہر ایک یہ سمجھتی تھی کہ میری طرف ہی آپ ﷺ کی توجہ زیادہ ہے۔

واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ

---

[1] بخاری' النکاح: باب غیرۃ النساء و وجدھن حدیث نمبر ۵۲۲۸۔ مسلم' فضائل صحابہ: باب فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث نمبر ۲۴۳۹۔

Marfat.com

چاہتے تھے اور آپ ﷺ کا یہ چاہنا ان کے حسن و جمال یا کم سنی کی وجہ سے نہ تھا جیسا کہ بعض نابکار کہتے ہیں۔ بلکہ ان کے ذاتی کمالات' تفقہ فی الدین' ضبط علم اور ذہانت وغیرہ پر موقوف تھا۔ اور چونکہ یہ خوبیاں ان سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کی ذات میں موجود تھیں۔ اس لیے آپ ﷺ ان سے بھی زیادہ انہیں چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی وفات کے بعد آپ ﷺ اکثر ان کا ذکر کرتے اور آپ ﷺ کی آنکھیں پر نم ہو جاتیں۔ ان کی سہیلیوں کی عزت کرتے اُنہیں اکثر تحائف بھیجا کرتے' کہ یہ بھی خدیجہ ؓ کی یاد گار ہیں۔

حضور ﷺ کی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے لافانی محبت

حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے' کہ مجھے آنحضرت ﷺ کی زندہ بیویوں کے متعلق کبھی جذباتِ رقابت نہیں پیدا ہوئے۔ لیکن مرحومہ خدیجہ ؓ کے متعلق میرے دل میں بعض اوقات رقابت کا احساس پیدا ہونے لگتا تھا۔[1] کیونکہ میں دیکھتی تھی کہ آنحضرت ﷺ کو ان سے بڑی محبت تھی۔ اور ان کی یاد آپ کے دل کی گہرائیوں میں جگہ لئے ہوئے تھی۔ آپ ﷺ کی ان سے یہ محبت بھی ان کے اخلاص و وفا وغیرہ کی بنا پر تھی۔

المختصر یہ کہ حضور ﷺ نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں اور بے شمار ذمہ داریوں کے باوجود اپنے خانگی تعلقات کو جس خوبی سے نبھایا' تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آپ ﷺ کا کامل نمونہ

آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ محبت و الفت میں' تلطف اور دل داری میں' ادائے حقوق و وفاداری میں' تعلیم و تربیت میں' تادیب و اصلاح میں' اور پھر مختلف بیویوں سے عدل و انصاف میں جو کامل نمونہ پیش کیا ہے' وہ جب تک نسل انسانی کا وجود قائم ہے دنیا کے لیے ایک شمع ہدایت کا کام دے گا۔

---

[1] بخاری' حوالہ سابق حدیث نمبر ۵۲۲۹' مسلم' فضائل الصحابہ باب من فضائل خدیجہ ؓ حدیث نمبر ۲۴۳۵۔

Marfat.com

تیسرا باب

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک باپ کی حیثیت میں

حضرت نبی کریم ﷺ کے ہاں تین فرزند اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جن کے مختصر حالات درج ذیل ہیں:

حضور ﷺ کی اولاد و احفاد

۱۔ حضرت قاسمؓ پہلے بچے تھے' جو خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے' انہی کے نام پر نبی ﷺ نے اپنی کنیت "ابوالقاسم" رکھی تھی۔ یہ ابھی چلنا سیکھ ہی رہے تھے کہ راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔[1]

۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کا لقب "طیب" اور "طاہر" تھا۔ مکہ معظمہ میں بعثت نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے اور مکہ معظمہ ہی میں انتقال بھی فرما گئے۔ انہی کی وفات پر کفارِ مکہ نے کہا تھا۔ کہ محمد ﷺ کا کوئی فرزند نہیں بچا۔ اب اس کا کوئی نام لیوا نہیں رہے گا۔ چنانچہ اسی موقع پر سورۂ کوثر نازل ہوئی۔[2]

۳۔ ابراہیمؓ یہ مدینہ منورہ میں ماریہ قبطیہ کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے[3] جس شخص (ابو رافع) نے حضور ﷺ کو تولد فرزند کی اطلاع دی آپ ﷺ نے اسے خوشی میں ایک غلام عطا فرمایا تھا۔ جس دایہ (أم بردہ) نے بچہ کو دودھ پلایا حضور ﷺ

---

[1] [2] [3] دیکھئے البدایہ والنہایہ ۵۔ ۲۵۴' ۲۶۲' طبقات ابن سعد ۸۔ ۱۴۔ ۴۰' ۸۔ ۵۲' ۱۳۲ نیز دیکھئے الاصابہ اور سیر اعلام النبلاء وغیرہ۔

Marfat.com

نے اسے ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ حضور ﷺ کو اس فرزند کی کتنی خوشی ہوئی۔ یہ بچہ بھی دو سال کی عمر میں راہ گرائے عالم بقا ہو گیا[1] ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾

۴۔ حضور ﷺ کی بیٹیوں میں سے سیدہ زینبؓ سب سے بڑی تھیں جو قاسمؓ کے بعد پیدا ہوئیں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ۳۰ سال کی تھی۔[2]

حضرت زینبؓ ہوش سنبھالتے ہی اپنی والدہ کے ساتھ داخل اسلام ہو گئیں۔ آپؓ کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی۔ سفر ہجرت میں ہبار نامی ایک دشمن نے آپ رضی اللہ عنہا کو نیزہ مارا، جس سے آپ رضی اللہ عنہا کا حمل ساقط ہو گیا۔ اور اسی ضرب سے وہ انتقال کر گئیں۔ آپؓ کی وفات پر حضور ﷺ نے فرمایا:

((هِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِیْ اُصِیْبَتْ فِیَّ))

"وہ میری بیٹیوں میں سے افضل ہے اسے میرے لیے مصیبت پہنچی۔"[3]

ان کے بطن سے ایک فرزند علیؓ اور ایک دختر امامہؓ پیدا ہوئی۔ وہی امامہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کے متعلق فاطمہ بتولؓ نے اپنے شوہر حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد امامہ سے نکاح کر لینا چنانچہ اس کی وصیت پر عمل کیا گیا۔[4]

۵۔ سیدہ رقیہؓ نبی ﷺ کی دوسری صاجزادی تھیں جو حضور ﷺ کی ۳۲ سالہ عمر مبارک میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں عثمان غنیؓ سے ہوا تھا۔ اور انہی کے متعلق مکہ میں مشہور تھا کہ:

اَحْسَنُ زَوْجَیْنِ رَاٰهُمَا اِنْسَانٌ رُقَیَّةُ وَ زَوْجُهَا عُثْمَانُ۔

---

[1] [2] [3] [4] دیکھئے البدایہ والنہایہ ۵۔ ۲۵۴، ۲۶۲ طبقات ابن سعد ۸۔ ۱۴۔ ۴۰، ۸۔ ۵۲، ۱۳۲ نیز دیکھئے الاصابہ اور سیر اعلام النبلاء۔

Marfat.com

"سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور عثمانؓ ہیں۔"[1]

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ۲ھ میں چیچک نکلی اور وہ اسی مرض میں راہ گرائے عالم بقا ہو گئیں۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

آپ ﷺ کے بطن اطہر سے صرف ایک فرزند عبداللہ پیدا ہوا۔ جو آپ سے ۲ سال بعد بعمر ۶ سال آپ ﷺ سے جا ملا۔[2] ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

۶۔ سیدہ اُم کلثومؓ حضور ﷺ کی تیسری دختر تھیں' جو سیدہ رقیہؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ نکاح کے وقت نبی ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بلا کر فرمایا تھا:

"یہ جبرائیلؑ ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے بزرگ کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں۔" (اخرجہ الحاکم)[3]

اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کا خطاب ملا کیونکہ حضور ﷺ کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے لیے اطمینان قلب کا باعث ہوئے۔

۷۔ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں جو نبوت کے دوسرے سال جب حضور ﷺ کی عمر مبارک کا اکتالیسواں سال تھا پیدا ہوئیں۔ یہ حضور ﷺ کی سب سے پیاری بیٹی تھیں جنہیں سَیِّدَۃُ النِّسَآءِ الْعَالَمِیْنَ۔ کا خطاب ملا۔[4] اور زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی گئی۔

آپ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ جن سے دو بیٹے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور دو بیٹیاں اُم کلثومؓ اور زینبؓ پیدا ہوئیں۔

یہ اُم کلثومؓ وہی ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور جن کا

---

[1] [2] [3] [4] دیکھئے البدایہ والنہایہ ۵۔ ۲۵۴' ۲۶۲' طبقات ابن سعد ۸۔ ۱۴۔ ۴۰' ۸۔ ۵۲' ۱۳۲ نیز دیکھئے الاصابہ اور سیر اعلام النبلاء وغیرہ۔

Marfat.com

مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا تھا۔

بعض مؤرخین نے آپ رضی اللہ عنہا کے فرزندان میں ایک بیٹے محسن اور ایک بیٹی رقیہ کے نام کا اضافہ کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ دونوں صغر سنی میں انتقال فرما گئے تھے' اس لیے ان کے حالات تاریخ میں نہیں ہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ بعمر ۳۱ سال حضور ﷺ سے ۶ ماہ بعد جنت کو سدھار گئیں (رضی اللہ عنہا)

یہ تو حضرت ﷺ کی صلبی اولاد تھی۔ مگر اس کے علاوہ حضور ﷺ کی کچھ ربیبہ اولاد بھی تھی۔ [1]

ان سب کی تربیت اور پرورش بھی نبی ﷺ کے ذمہ تھی۔ ایک کا نام حبیبہؓ تھا' جو اُم المومنین اُم حبیبہؓ (بنت ابی سفیانؓ) کی بیٹی تھی۔ اور دوسری کا درہؓ' تیسری کا زینبؓ' چوتھی اُم کلثومؓ تھی۔ یہ تینوں اُم المومنین اُم سلمہ کی لڑکیاں تھیں۔ اُم سلمہ سے دو لڑکے بھی تھے۔ ایک کا نام عمرؓ دوسرے کا نام سلمہؓ تھا۔ ان سب نے حضور ﷺ ہی کے زیر سایہ تربیت پائی تھی۔ [2]

ان سب کی شادیاں بھی حضور ﷺ نے کیں۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ بھی اپنی اولاد ہی کی طرح محبت کیا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کا ایک معجزہ حضرت زینب بنت اُم سلمہؓ کا بیان ہے' کہ ایک دن حضور ﷺ غسل فرما رہے تھے میں ابھی چھوٹی ہی تھی۔ کھیلتی کھیلتی حضور ﷺ کے پاس چلی گئی۔ آپ ﷺ نے پیار سے میرے منہ پر

---

[1] ربیبہ اس اولاد کو کہتے ہیں جو منکوحہ عورت کے سابقہ خاوند سے ہو۔ (فاروقی)

[2] دیکھئے البدایہ والنہایہ ۵- ۲۵۴' ۲۶۲' طبقات ابن سعد ۸- ۱۲- ۴۰' ۸- ۵۲' ۱۳۲ نیز دیکھئے الاصابہ اور سیر اعلام النبلاء وغیرہ۔

Marfat.com

پانی کے چھینٹے مارے۔ جس کی برکت یہ ہوئی کہ میرے چہرے پر رونق اور تازگی بہت بڑھ گئی اور وہ تازگی شباب ہی جیسی قائم رہی۔ اور اس میں کبھی کمی نہ آئی۔

اولاد کی شادیاں

اب غور فرمایئے کہ جس شخص پر اتنی بیویوں کے علاوہ اولاد کا بھی بوجھ ہو' اس کی ذمہ داریاں کتنی بڑھ جاتی ہیں۔ مگر قربان جایئے حضور ﷺ کے استقلال اور ہمت مردانہ پر کہ آپ ﷺ ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوتے ہیں۔ اولاد کی تعلیم اس کی تربیت اس کی شادی وغیرہ جملہ امور کو اس خوبی سے سرانجام دیتے ہیں کہ نہ ہی اس میں کسی کو کسی شکایت کا موقع ملتا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے سر پر کوئی اتنا بار پڑتا ہے' کہ آپ ﷺ اس سے متردد یا مضمحل ہو جائیں۔

اولاد کی تعلیم و تربیت کا ذکر تو ہم آگے چل کر کریں گے مگر یہاں یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ایک باپ کے سر پر اولاد کا جو سب سے بڑا بوجھ ہوا کرتا ہے وہ اس کی شادی ہی کا بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ اس وقت دنیا میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں ایسے افراد ہیں جو محض اولاد کی شادی سے تباہ ہو گئے۔ مکان بک گئے۔ جائدادیں قرق ہو گئیں۔ اور قرض کے نیچے ایسے دبے کہ پھر اٹھ نہ سکے۔

مگر حضور ﷺ ہیں کہ سب کچھ کرتے ہیں۔ خوشی سے کرتے ہیں مگر قرض کا نام بھی نہیں لیتے۔

آپ ﷺ کے تین بیٹے تو بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔ مگر آپ ﷺ نے بیٹیوں اور دو بیٹوں کی شادی کی اور اپنی ذمہ داری پر کی۔ مگر کسی سے ایک پائی تک

Marfat.com

قرض نہیں لیا- اور لطف یہ کہ شادیاں باقاعدہ ہوئیں- اور خوش اسلوبی سے ہوئیں' دعوتیں ہوئیں- مہر مقرر ہوئے- بلکہ ادا بھی کر دیئے گئے- برداری بھی آئی مگر کسی نے انگشت نمائی نہیں کی-

شادیوں میں بے تکلفی

حضور ﷺ کے علاوہ جب ہم دیگر صحابہؓ و صحابیاتؓ کی سیرت کو پڑھتے ہیں- ان کی شادیوں کے تذکرے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بھی کسی نے شادی کے موقع پر قرض نہیں لیا- اور نہ ہی اس طمطراق اور شور شرابا سے کسی نے شادی کی جس طرح آج ہم مسلمان کر رہے ہیں-

ان کی شادیاں نہایت سادگی اور بے تکلفی سے ہوا کرتی تھیں- نبی ﷺ کی بعثت سے قبل عرب نہایت تکلف سے شادیاں کیا کرتے تھے- قرب و جوار کے ممالک میں بھی پر تکلف دعوتیں ہوا کرتی تھیں- مگر حضور ﷺ چونکہ مصلح اعظم کی حیثیت سے تشریف لائے تھے- اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان تکلفات کو چھوڑ دو- شادی بھی دیگر ضروریات زندگی کے کاموں کی طرح ایک معمولی کام ہی ہے' اس لیے اس پر اتنے مصارف اور اتنے اہتمام کی ضرورت ہی کیا ہے؟ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جس سادگی کو عرب کے سامنے پیش کیا تھا آج مہذب اور متمدن دنیا (یورپ امریکہ وغیرہ) بھی اس کے آگے سرنگوں ہے-

ہمارے ہاں جو سمجھ دار قومیں ہیں وہ آہستہ آہستہ اسلامی سادگی کی طرف آ رہی ہیں- وہ اپنے آبائی رسم و رواج اور تکلفات کو چھوڑ کر معمولی سے خرچ پر شادی کا کام سرانجام دے رہی ہیں- مگر مسلمان اور صرف مسلمان ہیں جو لغو اور بیہودہ رسوم کے گورکھ دھندے میں پھنسے ہوئے ہیں-

سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی مثالی شادی

آنحضور ﷺ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی اس زمانہ میں کرتے ہیں جب مسلمان

Marfat.com

اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے تھے اور حضور ﷺ کے ادنیٰ اشارے پر اشرفیوں کے ڈھیر لگا سکتے تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تو یہ شادی اس دھوم دھام سے کرتے کہ سارے عرب نہیں بلکہ دنیا بھر میں نام پیدا ہو جاتا۔ بیٹی کو اتنا جہیز دیتے کہ رکھنے کو جگہ نہ ملتی۔ مگر آپ حیران ہوں گے کہ یہاں ان چیزوں کا نام بھی نہیں لیا گیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھتے ہی چپکے سے نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پیش کرتے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ حکم الٰہی کا انتظار کرو۔ پھر حضرت عمرؓ درخواست پیش کرتے ہیں۔ آپ ﷺ انہیں بھی یہی جواب دیتے ہیں۔ پھر جب سب مل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو درخواست کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔ وہ خود کہنے سے ہچکچاتے اور شرماتے ہیں۔ مگر احباب کے اصرار سے بالآخر درخواست پیش کر دیتے ہیں' جو معاً قبول ہو جاتی ہے احباب کو بلایا جاتا ہے اور وہیں مسجد میں نکاح ہو جاتا ہے۔

کیفیت یہ ہے کہ نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے پاس کچھ ہے کہ دعوت ولیمہ کر سکیں۔ اور نہ ہی حضور ﷺ کے پاس اتنی دولت ہے کہ اس پیاری اور ممتاز بیٹی کو خاطر خواہ جہیز دے سکیں۔

حضرت علیؓ نے اپنی زرہ فروخت کر کے مہر میں دے دی۔ جو چار سو درہم (آج کل کے حساب سے ۱۲۵ روپے) میں فروخت ہوئی۔ اسی سے جہیز تیار کیا گیا۔ حضرت علیؓ کے ایک دوست سعد رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کے لیے اپنی بھیڑ پیش کی۔ چند انصار نے کچھ خرما اور جو کا دلیہ تیار کیا۔ اور سب نے بیٹھ کر خوشی سے کھانا کھایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بخدا جب میری شادی ہوئی تو میرے گھر میں اپنے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کوئی بستر نہ تھا۔ صرف ایک کھال تھی رات کو اس پر لیٹ رہتا اور دن میں اس سے مشکیزہ کا کام لیتا۔

حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کا استصواب تو کر ہی لیا تھا۔ مگر جب اندر گئے' تو دیکھا کہ سب تو مسرور ہیں مگر بیٹی معمولی لباس پہنے شرم و حیا سے سر

Marfat.com

جھکائے اداس بیٹھی ہے۔ اس کو چپ چاپ اور پریشان بیٹھا دیکھ کر حضور ﷺ نے خیال فرمایا۔ کہ شاید علی رضی اللہ عنہ کے افلاس کا خیال ہے۔ میں نے قریش کے بڑے بڑے متمول لوگوں کی درخواستیں مسترد کر دیں۔ اور علیؓ کو جو کرائے کے مکان میں رہتے ہیں اور اس وقت نہایت تنگدست ہیں ترجیح دی ہے۔ اور بیٹی کو یہی خیال آ رہا ہے۔
حضور ﷺ نے فرمایا:

"اے بتول رضی اللہ عنہا ! ملول نہ ہو۔ بخدا! میری برادری میں علیؓ سے بہتر کوئی دوسرا نہ تھا' جسے میں تیرا خاوند بناتا۔ اگر علی رضی اللہ عنہ تنگدست ہے تو بھی پرواہ نہیں۔ یہ دنیاوی افلاس چند روزہ ہے عقبیٰ کی کشائش پر نظر رکھو' آخرت کے خزانے تمہارے لیے ہیں۔ پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔"[1]

سیدۃ النساءؓ کا جہیز حضور ﷺ نے روانگی کے وقت مندرجہ ذیل اشیاء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بطور جہیز دیں:۔

1. ایک فرش چرمی۔
2. ایک چمڑے کا تکیہ' جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔
3. ایک مشکیزہ۔
4. ایک پیالہ۔
5. دو چادریں ایک ریشمی دوسری سوتی۔
6. ایک چکی۔
7. دو مٹی کے گھڑے۔
8. ایک جائے نماز۔

---

[1] تمام تفصیل کے لئے دیکھئے طبقات ابن سعد ۸ / ۱۹۔۳۰ اور دیکھئے "سیرت فاطمہ۔ الزہراء" اور سیرت خدیجۃ الکبریٰ۔ مطبوعہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ / لاہور۔

Marfat.com

بعض مؤرخین نے دو بازو بند نقرئی بھی لکھے ہیں۔

بہر کیف یہ مختصر سامان تھا جو بطور جہیز دیا گیا۔ اور حضرت فاطمہؓ کو ایک عورت کے ساتھ پیدل ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دیا گیا۔

رقیہؓ و اُم کلثومؓ کی سادہ شادیاں

اسی طرح سیدہ رقیہؓ اور اُم کلثومؓ کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور اسی طرح حضور ﷺ نے اپنی ربائب حبیبہؓ اور درہؓ اور زینبؓ کے نکاح کیے۔ اور بعینہ اسی سادگی سے زید رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے اور سلمہؓ کا نکاح امامہؓ بنت امیر حمزہؓ سے ہوا۔

حضرت نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے نکاح کر کے ایک ایسا نمونہ قائم کیا۔ اور مسلمانوں کے لیے وہ سہولتیں بہم پہنچا دیں کہ دنیا میں اس کی نظیر محال ہے۔ وہی عرب کی بات ہے جو ہم ہندوستانیوں کی طرح کہا کرتے تھے' کہ:

بنئے کی کمائی بیاہ یا مکان نے کھائی

اور نکاح و شادی کی پر تکلف رسوم میں اجڑ جایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کو دیکھتے ہی اس سادگی پر اتر آئے اور اس بے تکلفی سے نکاح کرنے لگے کہ کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوا کہ حضور ﷺ کے خاص جانثاروں اور فدائیوں نے اپنے نکاح کیے۔ مگر حضور ﷺ کو اس کا علم تک نہ ہوا۔ پس چپ چاپ نکاح ہو جاتے تھے۔ نہ منگنیاں ہوتی تھیں' نہ براتیں چڑھتی تھیں' نہ ڈھول بجتے تھے۔ نہ گانے باجے ہوتے تھے' نہ آتش بازی چھوٹتی' نہ ڈولی جاتی تھی اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی اور رسم ادا کی جاتی تھی۔

ہاں بعض روایات سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ بعض شادیوں میں بطور اعلان دف بجائی گئی۔ [1] اور ایک شادی پر چھوٹی چھوٹی معصوم بچیوں نے جنگی کارناموں کے

---

[1] یہ ایک بے ساز، آواز ڈھول ہوتا تھا جس کا مقصد محض اعلان کرنا ہوتا تھا۔ اس سے گانے بجانے کا جواز نکالنا کسی صورت درست نہیں۔ (فاروقی)

Marfat.com

ترانے گائے۔ مگر بعد ازاں اسے بھی ترک کر دیا گیا۔ اور بطور رسم اسے جاری نہیں رکھا گیا۔

حضور ﷺ کی اولاد سے محبت

مذکورہ بالا واقعات کو پڑھ کر کہیں یہ غلط اندازہ نہ لگا لیجیے۔ کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی اولاد سے محبت کم ہو گی اس لئے شادی کے موقعہ پر خوشی کا سامان فراہم نہ کیا۔ اور چونکہ ہم پر اولاد کی محبت غالب ہے اور ہم شادی ہی کے موقعہ پر اس کی ساری خوشی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے تکلفات سے کام لیتے ہیں۔

حضور ﷺ کو اپنی اولاد سے اتنی محبت تھی کہ شاید ہم میں سے کسی کو بھی اتنی محبت نہ ہو۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ حضور ﷺ کی محبت کا معیار بلند تھا۔ حضور ﷺ کی محبت کا اسلوب جداگانہ تھا۔ ہمارے محبت کا معیار پست ہے' ہماری محبت کا طریق غلط ہے۔

حضور ﷺ کو بے شک اولاد سے محبت تھی۔ مگر یہ محبت رب کی محبت پر غالب نہ تھی۔ آپ ﷺ آیہ مبارکہ: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ (المنافقون:۹) "اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔" کی حقیقت سے آگاہ تھے۔ اور اس محبت میں بھی خالق کی محبت نمایاں رہتی تھی۔

فرزند کی وفات پر تاثرات

(۱) ذرا غور کیجیے کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیمؓ جو ابھی دودھ پیتے بچے ہیں' انتقال فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ انہیں آخری پیار سے گود میں اٹھا لیتے ہیں اور وہ ایسی حالت میں آپ ﷺ کے سامنے دم توڑ دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں اور منہ سے یہ کلمات نکلتے ہیں:

((وَ اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ تَبْكِي الْعَيْنُ وَ يَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا

Marfat.com

نَقُوْلُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ))

"آنکھ میں نم ہے دل میں غم، مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کہیں گے جو رب کو ناپسند ہو۔"[1]

حضور ﷺ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کرب و اضطراب اور تکلیف سکرات کو دیکھتے ہیں۔ تو بے تحاشا زبان اقدس سے فرماتے ہیں:

((يَا اِبْرَاهِيْمُ لَا تُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا))[2]

"اے ابراہیم! حکم الٰہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آسکتے ہیں۔"[3]

اللہ اللہ! معصوم بچے کی موت اور وہ بھی پچاس سالہ سن رسیدہ بزرگ باپ کی گود میں ذرا اس نقشے کا تصور کرو۔ اور پھر شانِ نبوت دیکھو کہ سانس چھوڑتے بچے کو گود میں اٹھا کر: ((يَا اِبْرَاهِيْمُ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا)) کہتے ہوئے اُمت کو توحید کی کیسی زبردست تعلیم دی ہے؟ اور اپنے دلی رنج اور رضائے الٰہی کا ذکر فرما کر انسان کی کمزوری اور ایمان کی قوت کا اظہار فرمایا ہے۔

پھر غور کرو کہ اصلاح عقیدہ کا فرض، کس قدر جلد غم فرزند پر غالب آجاتا ہے اور حضور ﷺ کیسی سرعت و ثبات سے وعظ و نصیحت فرمانے لگتے ہیں۔ جب کہ عام طور پر ایسے مصائب میں لوگ اپنے آپ کو غم زدہ تصور کر کے بصورت ماتم بیٹھ جایا کرتے ہیں۔

---

[1] بخاری، الجنائز : باب قول النبی ﷺ انا بک لمحزونون حدیث نمبر ۱۳۰۳۔ مسلم، الفضائل: باب رحمتہ ﷺ الصبیان والعیال ج ۲۳۱۵۔ بالفاظ مختلف۔

[2] لم اجدہ۔

[3] مطلب یہ کہ موت سے ہم تمہیں جانبر نہیں کر سکتے۔ (فاروقی)

Marfat.com

نواسی سے محبت (۲) صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ امامہ بنت زینبؓ سے جو آپ کی نواسی تھیں بہت پیار فرمایا کرتے تھے۔ انہیں گود میں اٹھا لیتے اور فرماتے: ((اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَھْلِیْ)) "مجھے یہ اہل بیت میں سب سے پیاری ہے۔"[1]

ایک دفعہ حضور ﷺ نے امامہؓ کو گود میں لیے ہوئے نماز پڑھی[2] جس سے آپ ﷺ کے دل میں امامہؓ کی محبت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ نیز امت کی بیبیوں کو یہ سبق مل سکتا ہے کہ بچے کو گود میں لے کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی بی بی محض بچے کو بہلانے کی خاطر نماز چھوڑ دے۔ نماز وہ ضروری عبادت ہے جو کسی حالت میں بھی ترک نہیں کی جا سکتی۔

اُم کلثومؓ سے محبت (۳) حضور ﷺ کو اپنی بیٹی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے بھی بڑی محبت تھی۔ ان کی وفات کے بعد وہ جب حضور ﷺ کو یاد آتیں تو آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔

صحیح بخاری میں انسؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ اُم کلثومؓ کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔[3]

حسنینؓ سے محبت (۴) حضور ﷺ کو اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حسینؓ سے بھی بڑی محبت تھی۔ آپ ﷺ انہیں اکثر کندھوں پر اٹھا لیتے اور فرماتے:

---

[1] مسند احمد ۶/ ۱۰۱۔

[2] بخاری، الصلاۃ، باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ حدیث نمبر ۵۱۶۔ مسلم، المساجد: باب جواز حمل الصبیان: حدیث نمبر ۵۴۳۔

[3] بخاری، الجنائز: باب من یدخل قبر المرأۃ حدیث نمبر ۱۳۴۲۔

Marfat.com

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا))

"اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی ان دونوں سے محبت رکھے ان سے بھی تو محبت فرما۔"[1]

(۵) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک دفعہ حضور ﷺ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جس سے ان کی محبت کا اندازہ ہو سکتا ہے:

((وَ اِنَّہٗ رَیْحَانَتِیْ مِنَ الدُّنْیَا)) (دنیا میں یہ تو میرا پھول ہے)[2]

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے دولت خانہ سے حضرت حسنؓ کو جو ابھی بچے ہی تھے دوش مبارک پر سوار کیے تشریف لا رہے تھے۔ ایک شخص نے دیکھ کر کہا : نِعْمَ الْمَرْکَبُ رَکِبْتَ یَا غُلَامُ "واہ میاں صاحبزادے! سواری تو خوب ہے؟"

حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: وَ نِعْمَ الرَّاکِبُ ھُوَ "کہ یہ سوار بھی تو اچھا ہے۔"[3]

(۷) حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل بیت نبوی میں امام حسن رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے صورت و شکل میں سب سے مشابہ تھے۔ حضور ﷺ بھی ان کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ میں نے بارہا دیکھا' کہ حضور ﷺ حالت سجدہ میں ہوتے اور حسن رضی اللہ عنہ اس وقت آ جاتے تو آنحضرت ﷺ پر سوار ہو جاتے۔ آپ اس وقت سجدہ لمبا کر دیتے[4] بسا اوقات ایسا ہوا کہ آپ ﷺ رکوع میں

---

[1] ترمذی' المناقب : باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی بن ابی طالب حدیث نمبر ۳۷۶۹۔ البتہ اس حدیث میں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں بٹھانے کا ذکر ہے۔ بہرحال مفہوم میں کوئی فرق نہیں۔

[2] ترمذی' حوالہ سابق حدیث نمبر ۳۷۷۰۔ بالفاظ "ھما ریحانتی"۔

[3] ترمذی' حوالہ سابق حدیث نمبر ۳۷۸۴۔

[4] نسائی' التطبیق : باب ھل یجوزان تکون سجدۃ حدیث نمبر ۱۱۴۲۔

Marfat.com

ہوتے تو حسن رضی اللہ عنہ آپ کی ٹانگوں سے لپٹ جاتے۔ حضور ﷺ پاؤں پھیلا دیتے تاکہ دوسری طرف نکل جائیں۔

سبحان اللہ! کیا شانِ محبت ہے۔ ایک طرف بچے کی معصومیت پر غور کرو اور دوسری طرف حضور ﷺ کی دل داری ملاحظہ کرو۔ کیا ان روایات کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو اولاد کے ساتھ محبت نہ تھی؟ یقیناً آپ ﷺ کو اولاد سے بے پناہ محبت تھی۔

(۸) ایک دفعہ نبی ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ حضور ﷺ نے دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ جو ابھی چلنا ہی سیکھے تھے' اُفتاں و خیزاں میری طرف آ رہے ہیں۔ آپ ﷺ یہ کیفیت دیکھ کر بتقاضائے محبت رہ نہ سکے۔ منبر سے اتر کر حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ انہیں اٹھایا اور منبر پر اپنے ساتھ لا کر بیٹھا دیا۔[1]

(۹) ایک دن حضور ﷺ مدینہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے۔ وہاں چند چھوٹے چھوٹے بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ آپ ﷺ نے ایک لڑکے کو گود میں اٹھا لیا اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ ایک صحابیؓ پاس ہی کھڑے تھے۔ انہوں نے پوچھا۔ حضور ﷺ یہ کس کا لڑکا ہے۔ جس سے آپ ﷺ اس قدر محبت کرتے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ لڑکا ایک دن میرے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے پاؤں کی خاک اٹھا کر اس نے اپنی آنکھوں سے ملی۔ پس اس دن سے میں بھی اسے محبت کی نگاہ سے دیکھنے لگا ہوں۔ کیونکہ جو حسین سے محبت کرتا

---

[1] ابوداؤد' الصلاۃ: باب الامام یقطع الخطبة للامر حدیث نمبر ۱۱۰۹۔ نسائی' الجمعة: باب نزول الامام من المنبر قبل فراغه حدیث نمبر ۱۴۱۴۔ ترمذی المناقب: باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی بن ابی طالب حدیث نمبر ۳۷۷۴۔

Marfat.com

ہے وہ مجھے بھی پیارا ہے۔" [1] [2]

(۱۰) یہ چھوٹے بچوں کی محبت کا ذکر تھا۔ آپ کہیں گے کہ چھوٹے بچوں سے سبھی کو محبت ہوا کرتی ہے۔ مگر اب ذرا بڑی اولاد کی محبت کا حال بھی سن لیجیے۔ اور اس سے اندازہ لگا لیجیے کہ حضور ﷺ کو اپنی اولاد سے من حیث الاولاد (یعنی اولاد ہونے کی حیثیت سے) کس قدر محبت تھی۔ اور جسے اولاد کی اس قدر محبت ہوتی ہے وہ کیونکر دوسرے تمام کام سرانجام دے سکتا ہے؟ مگر حضور ﷺ ہیں کہ ہمیں ہر موقعہ پر اپنے فرائض منصبی میں چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔ اور ایک لمحہ بھی کسی ذمہ داری سے استغناء نہیں برتتے۔

فاطمۃ الزہراؓ سے محبت صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے جگر گوشہ فاطمہ کی شان میں فرمایا :

((فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِيْ))

"فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اس کو ناراض کرے گا' وہ مجھے ناراض کرے گا۔" [3]

(۱۱) حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ایک شخص جمیع بن عمیر نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا :

---

[1] لم اجدہ۔

[2] یہ واقعہ بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے۔ جس سے حضرت حسینؓ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن محدثانہ انداز میں دیکھیں تو اس میں کلام ہے۔ اگر مؤرخانہ انداز میں دیکھیں تو گوارا ہے۔ اس واقعہ کو محل نزاع نہ بنانا چاہیے۔ کیونکہ اس کے اقرار یا انکار سے حضرت حسینؓ جیسے عالی مقام کی شان میں فرق نہیں آتا اور نہ ہی ایمان یا اسلام کی کوئی بنا متاثر ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (فاروقی)

[3] بخاری' فضائل اصحاب النبی: باب مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا حدیث نمبر ۳۷۶۷۔

Marfat.com

"رسول اللہ ﷺ کو سب سے پیارا کون تھا؟"
حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا: "فاطمہؓ!"
انہوں نے پوچھا: "مردوں میں سے کون تھا؟"
جواب دیا: "شوہر فاطمہؓ!"
اور ترمذی میں ہے کہ یہ بھی کہا: کہ علیؓ تو بڑے صوام و قوام تھے۔[1][2]

(۱۲) اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَشْبَهَ سَمْتًا وَلَا دَلًّا وَلَا هَدْيًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ

کہ "میں نے بات چیت، اخلاق و عادات اور اٹھنے بیٹھنے میں فاطمہؓ سے بڑھ کر حضور ﷺ سے مشابہ کسی کو نہ دیکھا"۔

وہ جب حضور ﷺ کے پاس آیا کرتیں تو نبی ﷺ اُٹھ کر آگے بڑھتے ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور مرحبا مرحبا فرما کر ان کو اپنے پاس بٹھا لیتے۔ اور جب حضور ﷺ کبھی بیٹی سے ملنے جاتے وہ بھی اسی طرح سے ملا کرتی تھیں۔[3]

---

[1] صوام و قوام دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں یعنی بے حد روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ عبادت کرنے والے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ان ارشادات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے دل میں حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کی کس قدر عزت تھی۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو بھی ان سے اسی طرح محبت تھی۔ (فاروقی)

[2] ترمذی، المناقب: باب ماجاء فی فضل فاطمۃ رضی اللہ عنہا حدیث نمبر ۳۸۷۴۔

[3] یہاں ایک تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حضرت فاطمۃ الزہراء و حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بارے میں صفائی قلب اور صحابہ و محدثین کے صدق روایات کا اندازہ لگائیے۔ یعنی جو صحابہؓ و محدثین مناقب اہل بیت رضی اللہ عنہم کی روایات میں کمی بیشی نہیں کرتے وہ قرآنی آیات سے کیونکر تعرض کر سکتے ہیں؟ اور دوسرا یہ مسئلہ بھی سمجھ لیجیے کہ کسی عزیز یا بزرگ کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا ناجائز =

Marfat.com

(۱۳) ابو ثعلبہؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے لوٹ کر آتے۔ تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے اور انہیں مل کر اپنے گھر میں تشریف لاتے۔ [لہ]

ارزانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اس سے بھی حضور ﷺ کے دل میں اولاد کی محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت فاطمہؓ کے سوا حضور ﷺ کی بنات سے اور کوئی موجود نہ تھیں۔

(۱۴) صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے مرض الموت پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ رونے لگیں۔ پھر ان کو بلایا اور کان میں کچھ فرمایا وہ ہنسنے لگیں۔ مجھے بڑا تعجب ہوا اور مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

"یہ کیا بات ہے؟ اس سے قبل میں نے ایک ہی وقت میں (خوشی و غمی) ہنسنے اور رونے کا اجتماع نہیں دیکھا' جیسا کہ اس موقع پر دیکھا۔"

فاطمہؓ خاموش رہیں۔ اور مجھے وہ بات نہ بتائی۔ لیکن جب حضور ﷺ انتقال فرما گئے۔ تو پھر میں نے فاطمہؓ سے پوچھا: کہ "اس رونے اور ہنسنے کا کیا سبب تھا؟"

= نہیں کیونکہ یہ قیام رشتے اور تعلق کی بنا پر ہے۔ اور وہ قیام جائز نہیں جو تعبد' تذلل یا غایۃ تعظیم کی بنا پر ہو' یہ دوسرا قیام جس کے ڈانڈے شرک سے جا کر ملتے ہیں ممنوع ہے۔ اور اگر کوئی بزرگ اپنے لیے قیام کو پسند کرے تو اس کے لیے قیام کرنا درست نہیں۔ ایسا قیام انجام کار اس بزرگ کے حق میں بھی اچھا نہیں۔ بے شک بعض احادیث میں کسی کی آمد پر کھڑا ہونے کو حضور ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ علماء نے اس موضوع پر کافی لمبی چوڑی خامہ فرسائی کی ہے لیکن سب احادیث کا ماحاصل یہ ہے کہ بسا اوقات جگہ پر کھڑے ہونا ناجائز ہوتا ہے اور کھڑے ہو کر آگے بڑھنا یہ جائز ہے۔ اس موضوع پر کچھ دلچسپ مباحث بھی ہیں جو ارباب علم و تحقیق سے معلوم کیے جا سکتے ہیں ملاحظہ ہو (فتح الباری' جلد ۱۱' صفحہ ۶۰۔ ۶۵' حدیث: ۶۲۶۲۔ (فاروقی)

[ہ] ترمذی' حوالہ سابق حدیث نمبر ۳۸۷۲۔ ابوداؤد' الادب: باب فی القیام حدیث نمبر ۵۲۱۷۔

[لہ] مستدرک حاکم ۳ / ۱۵۵۔

Marfat.com

فاطمہؓ نے کہا: "پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ میں اس مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔"

یہ سن کر میں رو پڑی تھی۔ پھر دوسری مرتبہ یہ فرمایا تھا:
تو (فاطمہؓ) خاندان کے سب اشخاص سے پہلے مجھے ملے گی۔" اس پر میں خوش ہو گئی۔ [1]

اس واقعہ سے بھی حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عزت افزائی اور محبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ کہ آپ ﷺ نے از راہ محبت جملہ ازواج مطہراتؓ سے اس رازدارانہ گفتگو میں اپنی بیٹی ہی کو ترجیح دی۔ اگرچہ اس کے اسباب اور وجوہات اور بھی ہیں، مگر محبت کا اظہار تو ہو رہا ہے۔ اور اس وقت یہی بتا رہے ہیں کہ آپ کو اپنی لخت جگر سے کس قدر محبت تھی۔

اولاد کی تعلیم و تربیت

اگرچہ اصول تو یہی ہے کہ جسے جتنی اپنی اولاد زیادہ پیاری ہوتی ہے اسے اتنا ہی اس کی تعلیم و تربیت کا زیادہ خیال ہونا چاہیے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ فی زمانہ جسے اپنی اولاد سے زیادہ پیار ہوتا ہے، اتنی ہی اس کی اولاد نالائق اور جاہل رہتی ہے، کیونکہ وہ حد سے زیادہ پیار اور لگاؤ کی وجہ سے اس کی تعلیم کا اتنا خیال نہیں کرتے جو کرنا چاہیے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ اولاد کے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ ہیں کہ پیدائش سے ہی اولاد کی اصلاح کے

---

[1] بخاری، الاستئذان: باب من ناجی بین یدی الناس: حدیث نمبر ۶۲۸۵، ۶۲۸۶۔ مسلم، فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم باب من فضائل فاطمہ رضی اللہ عنہا حدیث نمبر ۲۴۵۰۔

Marfat.com

در پے ہو جاتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ اسے وہ تعلیم دیتے ہیں کہ بچہ سن شعور کو پہنچتے ہی بڑوں کی طرح دانا ہو جاتا ہے۔ اور جو بات کرتا ہے ایسی جچی تلی کرتا ہے کہ بڑے بڑے مدبر بھی حیران رہ جاتے ہیں۔

اس میں کوئی کلام نہیں' کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں اس زمانہ کی طرح اسکول اور مدرسے نہ تھے۔ اور نہ ہی کتابیں ہوتی تھیں کہ بچوں کو پڑھا دی جاتیں۔ حضور ﷺ تو باتوں ہی باتوں میں توحید و سنت اور عقل و دانش کی (جسے آج منطق و فلسفہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے) تاریخ و سیر کی' اخلاق و معیشت کی اور نامعلوم کن کن علوم و فنون کی تعلیم فرما دیا کرتے تھے۔ جب بچہ پیدا ہوتا تو معاً اس کے کان میں اذان و تکبیر کہلائی جاتی۔ اور یہی پہلا توحید و سنت کا سبق ہوتا جو بچے کے دماغ پر منقش کر دیا جاتا۔ ازاں بعد اس کے سامنے ایسی باتیں کی جاتیں جن کا اثر اس کے دل پر ہوتا رہتا۔ ممنوعات سے بہ تشدد اسے روکا جاتا۔ امور حسنہ کے متعلق اسے تحریص و ترغیب دلائی جاتی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ بچے ابتدائی عمر ہی میں ذہین' سمجھ دار اور کسی حد تک عالم و فاضل ہو جاتے۔

حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی تربیت

(ا) ایک دفعہ سیدنا حسنؓ اور حسینؓ میں باہمی چپقلش ہو گئی۔ دونوں ابھی کمسن تھے۔ لڑتے لڑتے اماں جان کے پاس آ گئے۔ ایک کہتا ہے مجھے اس نے مارا ہے۔ دوسرا کہتا ہے مجھے اس نے مارا۔ آپ نے ان کے بھولے پن کی طرف دیکھا تو فرمایا :

مجھے یہ کیا معلوم' کہ پہلے کس نے مارا' میں تو کہتی ہوں' تم دونوں مجرم ہو۔ تم نے قانون الٰہی کی خلاف ورزی کی ہے۔ حکم تھا :

﴿ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ﴾ "زمین پر دنگہ فساد نہ کرو۔"

مگر تم لڑتے جھگڑتے ہو دونوں مجرم ہو معافی مانگو۔"

چنانچہ وہ اسی وقت اپنا جھگڑا تو بھول ہی گئے۔ اور بارگاہ الٰہی سے معذرت خواہ

Marfat.com

ہوئے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ازاں بعد ان میں باہم کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔

شائستہ اولاد

(۲) ایک دفعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ بیت المال کے لیے صدقہ کی کھجوریں آئیں۔ امام حسینؓ اٹھے اور بھولے پن میں ایک کھجور پکڑ کر منہ میں ڈال لی۔ آپ ﷺ کی نگاہ پڑی تو فوراً اٹھے' بچے کے منہ میں انگلی ڈالی اور فرمایا:

((کَخْ کَخْ)) کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھایا کرتا۔"

بچے نے کھجور اُگل دی۔ بس وہ دن تھا' کہ بچے نے پھر کبھی کوئی چیز بھولے پن سے بھی ہاتھ میں نہیں لی۔ [1] جب حضور ﷺ یا والدین کچھ دیتے کھا لیتے۔ ورنہ آنکھ اٹھا کر بھی کسی چیز کی طرف نہ دیکھتے۔

مہذب اولاد

(۳) بزرگوں کے ادب آداب کے متعلق اولاد کو ایسی تعلیم دی گئی تھی کہ شاید ہی کسی نے دی ہو۔

ایک دفعہ حسنؓ اور حسینؓ کھیل رہے تھے کہ ایک بوڑھا اعرابی مسجد میں آیا۔ اور وضو کرنے لگا۔ غریب ابھی نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ ابھی وضو کا طریق بھی صحیح نہیں آتا تھا۔ جب بچوں نے دیکھا۔ کہ کبھی پاؤں دھوتا ہے اور کبھی منہ دھونے لگ جاتا ہے۔ تو بجائے ہنسنے اور تمسخر اڑانے کے ان دونوں نے یہ طریق اختیار کیا' کہ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگا:

"لو بھائی میں وضو کرنے لگا ہوں اگر کوئی غلطی کروں تو مجھے بتانا۔"

وضو کرنے والے نے عمداً وہی غلطی کی جو بوڑھے سے ہوئی تھی۔ دوسرے نے روکا اور کہا:

---

[1] بخاری' الزکاۃ: باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی ﷺ حدیث نمبر ۱۴۹۱۔ مسلم' الزکاۃ: باب تحریم الزکاۃ علی رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر ۱۰۶۹۔

Marfat.com

"یوں نہیں یوں کرو۔ حضور ﷺ اس طرح وضو کیا کرتے ہیں۔"

پس بوڑھے نے ان سے دیکھ کر اپنی اصلاح کر لی۔ اور یہ محسوس بھی نہ کیا کہ مجھے بچے سکھلا رہے ہیں۔ اگر وہ جان لیتا تو شاید اسے اپنی توہین سمجھتا۔

سیدنا حسینؓ کی بے مثل ذہانت

(۴) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے صرف سات سال نبی ﷺ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔ اور اس قلیل عرصہ میں حضور ﷺ سے وہ کچھ حاصل کر لیا' جو کئی بڑے بڑے لوگ بھی حاصل نہ کر سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ طبعاً بہت ذہین و فہیم واقع ہوئے تھے۔ آپ کی ذہانت کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے از راہ محبت آپؓ سے پوچھا:

"بیٹا یہ تو بتاؤ کہ مرتبہ ہمارا بڑا ہے یا تمہارا؟"

سیدنا حسینؓ نے تھوڑی دیر تامل فرمایا۔ اور حضور ﷺ کے دوبارہ کہنے پر عرض کیا:

"اگر بے ادبی نہ ہو' تو میں کہوں گا کہ مرتبہ تو ہمارا ہی بڑا ہے۔"

آپ ﷺ نے پوچھا: "کس طرح؟"

عرض کیا: "نانا جان! خیال فرمایئے۔ جیسا کہ ہمارے باپ علیؓ ہیں۔ جن کی شان میں آپ ﷺ نے ہی فرمایا: ((اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی)) [۱] نیز فرمایا ((یُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ)) [۲] ایسے آپ ﷺ کے باپ کہاں تھے؟ اور جیسی ہماری ماں فاطمہؓ ہیں (جن کی شان میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ((سَیِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ)) [۳] نیز فرمایا ہے: ((فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِنِّیْ)) [۴] ایسی آپ ﷺ

---

[۱] تمہیں مجھ سے یوں نسبت ہے جیسی کہ ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

[۲] وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ [۳] جنتی عورتوں کی سردار۔ [۴] فاطمہؓ میرے جسم کا حصہ ہے۔

Marfat.com

کی والدہ کہاں ہیں؟ اور جیسے ہمارے نانا پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایسے آپ ﷺ کے نانا کہاں تھے۔"

ایک چھوٹے سے بچے کے منہ سے یہ دلائل سن کر حاضرین حیران رہ گئے۔ اور نبی ﷺ بھی مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

سیدنا حسنؓ کی بے نظیر فطانت

(۵) اسی طرح جناب حسنؓ کی ذہانت اور فطانت کا بھی ایک واقعہ کتب تاریخ میں ملتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت حسنؓ قانون دانی میں اعلیٰ درجہ کا دماغ رکھتے تھے۔ اور یہ سب ابتدائی تعلیم و تربیت اور فیضان و صحبت نبوی کا نتیجہ تھا۔

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے: کہ ایک دفعہ ایک شخص گرفتار ہو کر علی المرتضیٰؓ کے دربار میں (جب کہ وہ حاکم مدینہ تھے) پیش ہوا۔ گرفتاری ایک ویران غیر آباد مکان سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلودہ چھری تھی اور یہ کھڑا تھا۔ اور لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔ اس شخص نے حضرت علیؓ کے سامنے اقبال جرم کر لیا۔ اور انہوں نے قصاص کا حکم دے دیا۔ اتنے میں ایک اور شخص دوڑا دوڑا آیا۔ اس نے خلیفہ کے سامنے اقبال جرم کیا۔ حضرت علیؓ نے ملزم اول سے دریافت کیا :

"تو نے کیوں اقبال جرم کیا تھا؟"

اس نے کہا : "جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی۔ میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہو گا۔"

پوچھا گیا : "واقعہ کیا ہے؟"

اس نے کہا : "میں قصاب ہوں۔ میں نے جائے وقوعہ کے قریب ہی بکرا ذبح کیا تھا۔ گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا۔ میں جائے وقوعہ کے قریب ہی پیشاب سے فارغ ہوا۔ کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی۔ میں اسے دیکھنے کے لیے اس

Marfat.com

کے قریب پہنچا۔ ابھی دیکھ ہی رہا تھا کہ پولیس نے گرفتار کر لیا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ یہی اس کا قاتل ہے۔ مجھے بھی یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اس لیے میں نے اقبال جرم کر لینا ہی بہتر سمجھا۔"

اب دوسرے اقبالی مجرم سے ماجرا دریافت فرمایا۔ تو اس نے کہا :

"میں ایک اعرابی ہوں، مفلس ہوں، مقتول کو میں نے مال کے طمع میں قتل کیا تھا۔ اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ میں ایک گوشہ میں جا چھپا۔ معاً پولیس آ گئی اس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا۔ اب جب فیصلہ سنایا گیا تو میرے ضمیر نے مجھے اندر سے جھنجھوڑا اور مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کر لوں۔"

یہ سن کر حضرت علیؓ نے سیدنا حسنؓ سے جو پاس ہی بیٹھے تھے۔ پوچھا: "کہو اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟"۔

انہوں نے کہا: "امیرالمومنینؓ! یہ کوئی ایسا اہم واقعہ نظر نہیں آتا۔ ان دونوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔"

حضرت علیؓ نے فرمایا "کیوں؟"

حضرت حسنؓ نے جواب میں فرمایا :

"پہلے ملزم کو تو اس لیے کہ وہ بے گناہ ہے۔ اور دوسرے کو اس لیے کہ اگر اس نے ایک کو ہلاک کیا ہے۔ تو ایک شخص کی جان بھی تو بچائی ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے :۔

﴿ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ﴾ (سورۃ المائدہ : ۳۲)

"جس نے ایک جان کو بچایا اس نے گویا تمام جانوں کو بچایا۔"

حضرت علیؓ نے اس دلیل کی داد دی۔ آپ کے مشورہ کو قبول فرمایا اور دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ کر مقتول کا خوں بہا بیت المال سے ادا کر دیا۔

Marfat.com

اولاد پر حضور ﷺ کا رنگ

(٦) سیدنا حسنؓ نے بچپن ہی میں عفو و کرم کی جو تعلیم دربار نبوی سے حاصل کی تھی یہ اس کا نتیجہ تھا' کہ آپؓ نے اپنے قاتل کو معاف کر دیا۔

آپؓ جب قریب المرگ ہو گئے۔ تو فرمایا:

"مجھے کئی بار زہر پلایا گیا۔ مگر اس دفعہ تو ایسا سخت ہے کہ اس نے میرا کلیجہ کاٹ ڈالا۔"

امام حسینؓ نے پوچھا: "بھائی زہر کس نے دیا؟"

امام حسنؓ نے فرمایا: "پوچھنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟--- کیا اسے قتل کرو گے۔؟"

امام حسینؓ نے کہا "ہاں!"

امام حسنؓ فرمانے لگے: "اگر زہر دینے والا وہی شخص ہے جسے میں جانتا ہوں۔ تب تو اللہ تعالیٰ خود ہی اس سے انتقام لے لے گا۔ اور اگر وہ نہیں تو میں پسند نہیں کرتا' کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔" [1]

(٧) حضور (فداہ ابی و امی) ﷺ کے عفو و کرم کا یہی عکس حضرت حسینؓ کے اخلاق پر بھی پڑ چکا تھا' کیونکہ بچپن ہی میں جو تعلیم انہوں نے اپنے نانا جان سے پائی تھی' وہ اخیر عمر تک کالنقش فی الحجر رہی۔ [2]

نبوی تعلیم کا اولاد پر تا آخر اثر

ایک دن سیدنا حسینؓ نے چند احباب کو دعوت دی۔ دستر خوان بچھا اور کھانا چنا گیا۔ ایک غلام گرم آش سے بھرا ہوا پیالہ لایا۔ رعب مجلس سے اس کے پاؤں لڑکھڑا گئے جس سے

---

[1] ابو نعیم فی الحلیۃ ٢: ٣٨۔

[2] جیسے پتھر میں نشان ہو' مراد نہ مٹنے والا اور ہمیشہ رہنے والا نشان۔

Marfat.com

وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور پیالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت حسینؓ پر گرا اور ٹوٹ گیا۔ آپ نے بنظر تادیب خادم کی طرف دیکھا۔ تو خادم ہیبت سے خائف ہو کر کانپنے لگا۔ لیکن اسے کچھ یاد آگیا اور حضرت حسینؓ کی طرف رحم طلب نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اور اس کی زبان پر تھا:

وَ الْكَاظِمِيْنَ الْغَيْضَ۔ (غصہ کو پی جانے والے)

آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً ارشاد فرمایا: "کہ میں نے اپنا غصہ فرو کیا۔"

وہ پھر بولا: وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (لوگوں کو معاف کرنے والے)

آپ نے فرمایا: "میں نے تیرا قصور بھی معاف کیا۔"

خادم نے آیۂ شریفہ کو یہ کہہ کر پورا کر دیا: ﴿ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے)

اس کو سنتے ہی آپ نے فرمایا: "جا میں نے تجھے آزاد کیا اور تمام عمر تیری کفالت بھی اپنے ذمہ لے لی۔"

اللہ اکبر! یہ تھا خلق آل محمد ﷺ کا جو حضور ﷺ کی عملی تعلیم سے ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ اور ہمیشہ قائم رہا۔

کیا آج بھی کوئی باپ ہے جو اپنی عملی تعلیم سے اولاد کے اخلاق و اعمال کی اصلاح کرے؟

سیدہ فاطمہؓ پر حضور ﷺ کا اثر

(۸) حضرت فاطمہؓ کو جو بچپن سے ہی شرم و حیا کی تعلیم دی گئی تھی۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ وہ نامحرموں کو دیکھنے سے بھی شرماتی تھیں۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ سیدہؓ کے گھر تشریف لائے۔ پیچھے پیچھے ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتومؓ بھی تھے وہ بھی اندر آ گئے۔ سیدہ فاطمہؓ نے ان کو دیکھا تو دوڑ کر کوٹھڑی میں چلی گئیں۔ جب وہ کام سے فارغ ہو کر چلے گئے۔ تو حضور ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا:

"بیٹی! ام مکتوم تو نابینا تھے پھر کیوں بھاگیں؟"

آپؓ نے عرض کیا۔ "ابا جان! وہ اندھے تھے، لیکن میں تو اندھی نہ تھی۔ کہ غیر محرم کو دیکھتی۔"

صحیح تعلیم و تربیت کے دور رس اثرات

(۹) آپ ﷺ کی تعلیم صرف دین اور مذہب ہی تک محدود نہ رہتی بلکہ آپ ﷺ اپنی اولاد کو میاں بیوی کے حقوق، خانگی امور اور اصلاح معاشرت کے متعلق بھی ہر طرح کے سبق دیتے رہتے، تاکہ ان کی گھریلو زندگی بھی شیریں ثمرات پیدا کر سکے۔

حضرت زینبؓ کا نکاح قبل از نبوت ابو العاص سے ہوا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے سیدہ زینبؓ اور ابو العاص کو باہمی محبت کے وہ سبق دیئے تھے جو فریقین اخیر عمر تک بھی نہ بھولے۔ حالانکہ مدت تک ان میں مذہبی تفریق بھی رہی۔ یعنی حضرت زینبؓ اسلام میں داخل ہو گئیں۔ مگر ابو العاص اسلام نہ لایا۔ مخالفین نے ہر چند اسے طلاق پر مجبور کیا۔ مگر اس کے جو تعلقات بیوی سے استوار ہو چکے تھے وہ نہ ٹوٹے۔ اور نہ ہی حضرت زینبؓ کی طرف سے ان میں کوئی خلل آیا--- آخر یہ تعلیم نبوی ﷺ ہی کا اثر تھا۔

حضرت رقیہؓ اور اُم کلثومؓ کے تعلقات جو خاوند سے تھے وہ تو عرب میں ضرب المثل ہی بن گئے تھے۔

(۱۰) آپ ﷺ خاوند کو حکم دیتے ہیں کہ زوجہ سے اچھا برتاؤ کرے۔ جو خود کھائے اسے کھلائے۔ جو خود پہنے اسے پہنائے، اور ہر حال میں اس کے حقوق کی نگہداشت رکھے۔ مگر اس کے ساتھ ہی عورت کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی فرمان برداری اپنا فرض سمجھے، اور اس کی اطاعت میں سرمو فرق نہ آنے دے۔ تاکہ

Marfat.com

دونوں کے تعلقات خوش گوار رہیں۔ لیکن پھر بھی زن و شوہر کے تعلقات معاشرت ایسے اہم اور نازک ہوتے ہیں‘ کہ کبھی نہ کبھی رنج و ملال کا اظہار ہو ہی جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی شادی شدہ اولاد کو تعلیم

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایسا برتاؤ ہوا‘ جو حضرت فاطمہؓ کو ناگوار گذرا۔ آپؓ ناراض ہو کر اپنے میکے (والدین کے گھر) آ گئیں۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ”بیٹی کیوں کر آئیں؟“

سیدہ فاطمہؓ نے سب کچھ کہہ سنایا کہ حضرت علیؓ نے مجھے یہ یہ کہا‘ اس لیے میں ناراض ہو کر آ گئی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ”بیٹی! مناسب یہی ہے کہ تم فوراً علیؓ کے گھر چلی جاؤ اور ان سے معذرت چاہو۔ واللہ! اگر آج تم مر جاؤ اور علیؓ تم پر ناراض ہو تو میں تمہارا جنازہ نہ پڑھوں گا۔“

ازاں بعد آپ ﷺ نے نرمی سے سمجھایا: ”وہ کون سے مرد عورت ہیں‘ جن کے درمیان کوئی رنجش واقع نہ ہو؟ اور یہ کیا ضروری ہے کہ مرد تمام کام عورت کی منشا کے مطابق ہی کرے اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے۔“

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اٹھیں اور اپنے گھر چلی گئیں۔ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا۔ تو ان پر حضور ﷺ کے اس مصالحانہ جواب کا اس قدر اثر پڑا کہ انہوں نے قسم کھالی: ”اب کبھی بھی ایسا طرز عمل اختیار نہ کروں گا‘ جس سے تمہیں تکلیف پہنچے‘ یا دل شکنی ہو۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور ﷺ کی اس تعلیم سے دونوں پر ایسا اثر ہوا کہ پھر ان میں کبھی رنجیدگی پیدا نہ ہوئی۔

کیا وہ مسلمان جو اپنی بیٹیوں کے پشت پناہ بن کر ان کی عمریں تباہ کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ جیسے ماہر نفسیات کے اس تجربہ سے سبق لیں گے؟ کاش! ہم تعلقات زن

Marfat.com

و شوہر اور فلسفۂ نکاح پر غور کرتے۔ اور ہمارے گھر بھی آج فاطمہؓ اور علیؓ کی طرح آباد ہوتے۔

(۱۱) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ فاطمہؓ جو حضور ﷺ کو سارے کنبے سے پیاری تھیں۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ انہوں نے میرے گھر آکر اتنی چکی پیسی، کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔ پانی کے لیے مشک اٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا۔ گھر میں جھاڑو دی کہ سب کپڑے میلے ہو گئے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ کے پاس کچھ خدام آئے۔ میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ "آپ اپنے ابا جان کے پاس جائیں، اور ایک خادمہ مانگ لیں۔"

چنانچہ فاطمہؓ گئیں مگر شرم کے مارے کچھ کہہ نہ سکیں۔ اگلے روز نبی ﷺ خود تشریف لائے اور دریافت فرمایا: کیا ضرورت تھی؟"
فاطمہؓ چپ ہو گئیں۔ میں نے کہا:
"میں حضور ﷺ کو بتلاتا ہوں۔ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے اور مشک اٹھاتے اٹھاتے گردن پر نشان پڑ گئے۔ میں نے دیکھا تھا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ خادم آئے ہیں۔ اور میں نے ہی ان سے کہا کہ حضور ﷺ کے پاس جائیں اور خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو۔"

یہ سن کر حضور ﷺ خاتونِ جنت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:
((اِتَّقِی اللّٰہَ یَا فَاطِمَۃُ وَاَدِّیْ فَرِیْضَۃَ رَبِّكِ وَ اعْمَلِیْ عَمَلَ اَھْلِكِ وَاِذَا اَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِیْ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِیْنَ وَاحْمَدِیْ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِیْنَ وَ کَبِّرِیْ اَرْبَعًا وَّ ثَلَاثِیْنَ فَذَالِكَ مِائَۃٌ ھِیَ خَیْرٌ لَّكِ مِنْ خَادِمٍ))
"اے فاطمہؓ تقویٰ اختیار کرو۔ فرائض الٰہی ادا کرو۔ اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب پر لیٹو تو ۳۳ بار ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ﴾ ۳۳ بار ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ ۳۴ بار ﴿اَللّٰہُ اَکْبَرُ﴾ پڑھ لیا کرو یہ عمل تمہارے

Marfat.com

لیے خادم سے بہتر ہے۔"[1]

ذرا غور کیجئے اس حدیث مبارکہ سے ہمیں کتنے سبق حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور ان بزرگوں کی زندگی کے کتنے پہلو ہم پر منکشف ہو جاتے ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کنبے کی معیشت' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زہد و ریاضت' گھر کی خدمت' ارشاد نبوی ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا' اس قدر تکالیف کے باوجود تحمید و تسبیح میں مصروف رہنا' حضور ﷺ کا اپنے لیے اور اپنی پیاری بیٹی کے لیے دنیا و اموال دنیا سے بیزار ہونا' اس قدر اہم باتیں ہیں جو ہماری زندگی سے ایک گہرا تعلق رکھتی ہیں کہ جس پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی زندگی کو شاندار بنا سکتے ہیں۔

---

[1] ابوداؤد' الخراج: باب فی بیان مواضع قسم الخمس حدیث نمبر ۲۹۸۸۔

Marfat.com

چوتھا باب

آنحضور ﷺ ایک مبلغ کی حیثیت میں

حضور ﷺ کی عمر مبارک چالیس ۴۰ سال کو پہنچی تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ایک اور خدمت آپ کے ذمے لگا دی گئی۔ جسے عرف عام میں نبوت کہتے ہیں۔ مگر ہم اسے تبلیغ کے نام سے تعبیر کر رہے ہیں۔ اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں کہ حضور ﷺ نبی تھے۔ اور نبی بھی وہ جو تمام انبیاء کی خوبیوں کے جامع اور عہدۂ نبوت و رسالت کے خاتم تھے۔ مگر ہم آپ ﷺ کے عہدۂ جلیلہ سے وہ سبق نہیں لے سکتے جو آپ ﷺ کی زندگی سے بحیثیت ایک مبلغ ہونے کے لے سکتے ہیں۔ ہر نبیؑ مبلغ ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے، مگر ہر مبلغ نبیؑ نہیں ہوتا۔ اسی معنی میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جس طرح حضور ﷺ نبی ہو کر تمام انبیاءؑ میں ممتاز اور سب نبیوں کے سردار تھے اسی طرح ایک مبلغ ہونے کی حیثیت میں تمام دنیا کے مبلغوں پرچارکوں، لیکچراروں اور خطیبوں کے راہنما تھے۔ اور انہیں صحیح طور پر تبلیغ، پرچار، لیکچر، تقریر اور خطبہ دینے کی تعلیم سکھانے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔

حضور ﷺ کو رب تعالیٰ کا حکم

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ (المائدہ:۶۷)

"اے رسول! اللہ کی طرف سے جو تم پر نازل ہوا ہے اس کی اشاعت و تبلیغ کرو۔"

گویا نبوت کے ساتھ ہی فریضہ تبلیغ کو بھی منضم کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی یہ کہہ دیا گیا۔ کہ "اگر تم نے کسی حکم کی تبلیغ نہ کی اور اسے دوسروں تک نہ پہنچایا، تو گویا تم

Marfat.com

نے حق رسالت ادا نہ کیا- اور فرائض نبوت میں کوتاہی کی-" الفاظ قرآنی یہ ہیں:

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ﴾ (المائدہ:٦٧)

حضور ﷺ کا اُمت کو حکم

جس طرح اللہ نے حضور ﷺ کو مبلغ بنایا- اسی طرح حضور ﷺ نے اپنی اُمت کے ہر فرد بشر کو مبلغ قرار دیا اور فرمایا:

((بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَ لَوْاٰیَةً)) "مجھ سے جو کچھ سنو اس کی تبلیغ کرتے رہو-"[1]

حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ))

"جو یہاں حاضر ہیں' وہ ان احباب کو جو یہاں نہیں آسکے میرے پیغامات پہنچادیں-"[2]

الغرض حضور ﷺ نے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں' تمام شعبوں' اور تمام شاخوں میں سے تبلیغی حیثیت ہی کو ترجیح دی اور تبلیغ پر سب سے زیادہ زور دیا-

حضور ﷺ کی تبلیغی حیثیت

آپ ﷺ بے شک ایک خاوند بھی تھے' ایک باپ بھی تھے' ایک امام بھی تھے' ایک حاکم بھی تھے- مگر یہ سب کی سب حیثیتیں اور صفتیں تبلیغی حیثیت کے تابع تھیں- اگر آپ ﷺ شوہر تھے' تو محض اس لیے کہ دنیا کے سامنے ایک بہترین شوہر ہونے کا اسوہ پیش کریں- اگر آپ ﷺ امام یا حاکم تھے تو صرف اس لیے کہ دنیا کے سامنے صحیح امامت اور حکومت کا نقشہ پیش کریں- چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا رسول

---

[1] بخاری احادیث الانبیاء: باب ما ذکر عن بنی اسرائیل حدیث نمبر۳۴۶۱-

[2] بخاری' الحج : باب الخطبة ایام منٰی حدیث نمبر۱۷۳۹- مسلم' القیامة : باب تغلیظ تحریم الدماء حدیث نمبر۱۶۷۹-

Marfat.com

اور پیغامبر بنایا تھا' اس لیے آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے' سوتے جاگتے' زندگی کی ہر راہ میں' عمل کے ہر شعبہ میں' مبلغ تھے۔ آپ ﷺ کا ذکر و فکر تبلیغ تھا۔ آپ کی عبادت و ریاضت تبلیغ تھی۔ آپ ﷺ کی سپہ گری اور کشور کشائی تبلیغ تھی۔ آپ ﷺ تبلیغ کا پیکر تھے۔ سراپا تبلیغ تھے۔ آپ ﷺ مبلغ پیدا ہوئے۔ مبلغ بن کر جیئے اور تبلیغ کی راہ میں نثار ہو گئے۔ (ﷺ)

آپ ﷺ کا حجۃ الوداع پر خطاب

آپ ﷺ نے اپنی تبلیغی حیثیت کے امتیاز کو خود ہی اس قدر واضح کر دیا ہے کہ اب ہمیں اس کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے دن جب ایک لاکھ چوالیس ہزار کے مجمع میں آخری تقریر فرمائی تو تقریر کے بعد حاضرین سے پوچھا:

((وَ اَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ))

"اے حاضرین! کل قیامت کے دن تم سے میرے متعلق سوال کیا جائے گا' تم کیا جواب دو گے؟"

اس وقت حاضرین نے جو جواب دیا وہ آپ کی پوزیشن اور حیثیت کو واضح کر رہا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ سب نے بیک آواز کہا:

نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ اَدَّيْتَ وَ نَصَحْتَ۔

"حضور ﷺ! ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حق تبلیغ خوب ادا فرمایا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔"

اس پر حضور ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ))

"اے اللہ سن لے۔ اے اللہ گواہ رہ۔ اے اللہ دیکھ لے۔"[1]

---

[1] مسلم' الحج: باب حجۃ النبی ﷺ حدیث نمبر ۱۳۱۸۔

Marfat.com

یہ لوگ میرے حق رسالت و نبوت کی ادائیگی کے متعلق کس قدر واضح الفاظ میں تصدیق کر رہے ہیں۔

اس واقعہ سے یہ صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کی حقیقی ذمہ دارانہ حیثیت صرف ایک ہی تھی' جو تبلیغی حیثیت تھی۔ باقی جس قدر حیثیتیں تھیں وہ سب اس کے تابع تھیں۔

تبلیغ صرف علماء کا کام نہیں

مگر افسوس' آج ہم حضور ﷺ کی اسی حیثیت کو بھولے ہوئے ہیں۔ تبلیغ کے نام سے ناواقف ہو رہے ہیں۔ ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تبلیغ صرف عالموں اور مولویوں ہی کا کام ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

ہم میں سے اپنے اپنے علم کے مطابق ہر شخص کو تبلیغ کا حق حاصل ہے اور ہر شخص کو تبلیغ کا حکم ملا ہے۔

تبلیغ صرف تقریر و تحریر سے نہیں عمل سے بھی ہوتی ہے

تبلیغ دین صرف تقریر و تحریر ہی سے نہیں ہوا کرتی' بلکہ تبلیغ عمل سے بھی ہوتی ہے۔ اگر آپ کے اعمال اچھے ہوں۔ آپ کے اخلاق شائستہ ہوں۔ آپ کا کریکٹر بہترین ہو۔ تو یقیناً اس کا اثر دوسروں پر پڑے گا۔ حضور ﷺ کی تبلیغ میں بس یہی ایک راز تھا' کہ آپ ﷺ خود پیکر عمل تھے۔ بہترین اخلاق کے حامل تھے۔ اگر آپ اپنے اخلاق اور اعمال کو درست کر لیں۔ تو یقیناً آپ ایک اعلیٰ صفت مبلغ بن سکتے ہیں۔

آپ ﷺ نے زبان سے بھی تبلیغ فرمائی مگر عمل سے اس سے بھی بڑھ کر تبلیغ فرمائی۔ عمل تبلیغ کا خاموش ذریعہ ہے۔

ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' وہ ادیب تھا۔ اس نے آپ ﷺ کے سامنے مقفیٰ و مسجع گفتگو شروع کر دی اور کچھ دریافت کیا۔ حضور ﷺ نے

Marfat.com

خاموشی اختیار فرمالی- اور اس کی بات کا جواب نہ دیا اس سے اس نے اندازہ لگالیا کہ حضور ﷺ ادبی اور بات چیت کے تکلف (Fabricated Conversation) کو ناپسند فرماتے ہیں۔[1]

ایک مرتبہ ایک شخص آیا اس نے آپ ﷺ سے نازیبا بات چیت شروع کر دی- اور ست اور نادہند تک کہہ دیا- صحابہؓ کو پاس سے غصہ آ رہا تھا وہ اس کی طرف بڑھے مگر حضور ﷺ نے انہیں خاموش بٹھا دیا- نہ خود کوئی جواب دیا نہ صحابہؓ کو جوابی کاروائی کرنے کی اجازت دی- جس سے وہ شخص بہت نادم ہوا۔[2]

وعظ و تبلیغ کا نبوی انداز حضور ﷺ کا یہ مبارک طریقہ تھا کہ دوسروں کو وعظ تھوڑا کرتے مگر اس بات پر خود عمل زیادہ فرماتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ لوگ زیادہ اثر لیتے- اور آپ کی بات توجہ سے سنتے۔

اگر کسی آدمی سے غلطی ہو جاتی تو آپ ممکن حد تک اس کا نوٹس نہ لیتے- کسی بات کو ناپسند کرتے تو بھی خاموش رہتے- اور اگر سمجھانا ضروری ہوتا تو طریقے سے اسی وقت سمجھا بھی دیتے۔

آپ ﷺ کی زندگی عملی تھی- اگر سچ کا حکم دیتے تو خود سچ بولتے' اگر امانت کا حکم دیتے تو خود امانت کا پاس فرماتے- آپ ﷺ کی صداقت و امانت نبوت سے پہلے بھی ضرب المثل تھی- اگر شرافت کی تلقین فرماتے تو ہمہ وقت شرافت کا لحاظ رکھتے- اگر شرم و حیا کی تعلیم دیتے تو خود شرم و حیا کا پاس فرماتے۔

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پوری حیات طیبہ شرم و حیا کی پیکر تھی- آپ اگر عبادت و ریاضت یا تسبیح و تہلیل کا حکم دیتے تو پہلے ان پر خود عمل کرتے- آپ کی پوری ذاتِ اقدس عمل کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔

---

[1] لم اجده- [2] ابوداؤد' الادب : باب فی الحلم و اخلاق النبی ﷺ حدیث نمبر ۴۷۷۵- مفہوماً-

Marfat.com

آج کل تبلیغ کا اثر اس لیے بھی کم ہوتا ہے کہ جو وعظ یا لیکچر دیا جاتا ہے' خود اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ کہا کچھ جاتا ہے کیا کچھ جاتا ہے۔ اخلاص اور عمل دونوں کا فقدان ہے۔ جب کہ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس میں دونوں اوصاف کی افراط تھی۔ آپ ﷺ جو کچھ وعظ و تبلیغ فرماتے' اس کی ایک ایک بات پر عمل فرماتے۔ اور آپ ﷺ کے ہر عمل میں بے پناہ اخلاص ہوتا۔ بہت سے لوگوں نے تو آپ ﷺ کے حسن اعمال اور اعلیٰ کردار کو دیکھ کر اپنی زندگیاں سنوار لیں۔

تاریخ و سیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بیسیوں نہیں سینکڑوں' ہزاروں لوگ آپ ﷺ کے اخلاق اور خوب صورت سیرت کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضور ﷺ کی تبلیغ میں دوسروں کی اصلاح اور خیر خواہی کا وافر جذبہ ہوتا تھا۔ کوئی طمع' کوئی لالچ' کوئی بڑائی اور کسی قسم کا جذبہ برتری نہ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کا لہجہ منکسرانہ ہوتا تھا نہ کہ تحکمانہ۔ آپ کی گفتگو میں عجز و نیاز ہوتا۔ اور دیکھنے والے کو یوں لگتا جیسے حضور ﷺ کو اس سے کوئی طمع یا لالچ ہو۔ تبلیغ کے وقت آپ ﷺ غیر کو بھی اپنا سمجھتے۔ اور مخاطب سے نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے اور ممکن حد تک اس کی پاس خاطر اور دل داری فرماتے۔ اور بوقت ضرورت منت و خوشامد سے بھی دریغ نہ فرماتے اور یہ سب کچھ محض اور محض اس لیے کرتے کہ مخلوق جہنم سے بچ جائے اور اس کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی بن جائے۔

حضور ﷺ کا اضطراب

حضور ﷺ دنیائے انسانیت کو کفر' شرک' نفاق اور فسق و فجور میں دیکھ دیکھ کر بہت کڑھتے تھے۔ اور بسا اوقات آپ ﷺ کی یہ کڑھن اور تکلیف حد سے بڑھ جاتی۔ چنانچہ آپ ﷺ کے اضطراب اور بیکلی کو دیکھ کر رب العالمین کو کہنا پڑا کہ :

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾

(الکہف:٦)

Marfat.com

"اگر یہ لوگ اس کلام مقدس پر ایمان نہ لائیں- شاید آپ ﷺ تو ان لوگوں کے پیچھے رنج و غم میں اپنے آپ کو ہلاک ہی کر ڈالیں گے-"

اور ایک دوسرے مقام پر حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ﴾ (الغاشیہ:۲۲-۲۳)

"اور تو ان پر داروغہ لگا ہوا نہیں ہے' کوئی پھرے یا انکار کرے- کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس سے باز پرس نہ ہو گی-"

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور ﷺ کی محض یہ ڈیوٹی تھی کہ آپ ﷺ پر منجانب اللہ جو کچھ نازل ہوتا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیں- اگر آپ ﷺ اتنا ہی کرتے تو بھی کافی تھا- آپ ﷺ سے باز پرس نہ ہوتی' لیکن آپ ﷺ نے اس پر اکتفا نہ کیا- قرآن مجید نے آپ ﷺ کی بہت سی صفات محمودہ کا ذکر فرمایا ہے جن میں ایک یہ بیان فرمائی:

﴿ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ ﴾ (التوبہ:۱۲۸)

"یعنی یہ پیغمبر تمہارے ایمان لانے پر حریص ہے-"

ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ چند رؤسائے قریش آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیالات کرنا شروع کر دیا- گفتگو جاری تھی کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور آپ ﷺ سے گفتگو شروع کر دی- حضور ﷺ کو ان کی یہ ادا ناگوار گزری- آپ ﷺ نے ان سے منہ موڑ لیا- اور آپ ﷺ کی پیشانی پر بل سا آ گیا- آپ ﷺ کی اس ادا کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے شایان شان نہ جانا- اور فوراً وحی الٰہی نغمہ بار ہوئی:

﴿ عَبَسَ وَتَوَلّٰى ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ○ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ﴾

(عبس:۱ تا ۳)

Marfat.com

"منہ پھیر لیا اور چہرے پر شکن ڈال لی کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور (اے محبوب!) تجھے کیا خبر شاید کہ وہ تزکیہ حاصل کرتا۔" [1]

اس واقعہ سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں مگر اس وقت ہمیں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حضور ﷺ کو محض یہ حرص اور لالچ تھا کہ یہ رؤسائے قریش شاید حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔ اور یہی وہ مقصد تھا جس کے پیش نظر آپ ﷺ نے اذیتیں برداشت کیں۔ کلمات طعن سنے آوازے کسوائے' تکالیف برداشت کیں۔ سرزمین طائف میں پتھر کھائے' لہولہان ہوئے' عزیزوں کو تڑپایا اور ساتھیوں کو کٹوایا۔

حضور ﷺ کا مؤثر انداز تبلیغ

حضور ﷺ کی تبلیغ کا انداز نہایت مؤثر اور عمدہ ہوتا تھا آپ ﷺ نے اگر کسی فرد کو کوئی بات سمجھانا ہوتی اور اس کی غلطی پر اسے متنبہ کرنا ہوتا تو علیحدگی میں اسے بڑی ملائمت اور ملاطفت سے سمجھاتے۔ مجمع میں اسے شرمندہ نہ کرتے۔ اگر مجمع میں اسے کچھ کہنا ہوتا تو ایک کو مخاطب نہ کرتے بلکہ سب کو مخاطب فرماتے۔ اس طرح وہ شخص آپ سے آپ اپنی اصلاح کر لیتا۔

حضور ﷺ نے پوری زندگی خود بھی تبلیغ کی اور دوسروں کو بھی تبلیغ کی تلقین فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت مبلغ بن گئی جن کی تبلیغی مساعی کی بدولت دنیا بھر میں اسلام پھیل گیا۔

صحابہؓ کی نگاہ میں تبلیغ

کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے وہ صحابہؓ کہ جن کی تعداد حضور ﷺ کی زندگی میں ایک لاکھ چوالیس ہزار کے قریب پہنچ چکی تھیں' ان سب کی قبریں عرب میں کیوں نہیں ہیں؟ دنیا بھر میں کیوں بکھری پڑی ہیں؟ ایک جماعت اگر اقصائے مشرق میں مدفون ہے اور دوسری اقصائے

---

[1] ترمذی' تفسیر القرآن: باب و من سورۃ عبس۔ حدیث نمبر ۳۳۳۱۔

Marfat.com

مغرب میں، ایک شمال کے آخری کناروں میں آرام فرما ہے تو دوسری جنوب کے انتہائی کناروں میں۔ دراصل عام صحابہؓ حضور ﷺ کی زبان اقدس سے تبلیغ کے فضائل و محاسن سن کر تبلیغ کے لیے دور دراز نکل گئے تھے۔ تبلیغ کے لیے انہوں نے گھروں اور بیوی بچوں کو ترک کر دیا تھا مکے اور مدینے جیسے مبارک شہروں کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ مکہ جس میں مسجد حرام ہے اور وہ مدینہ جس میں مسجد نبوی ہے، محض تبلیغ کی خاطر وہاں کی سکونت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

تبلیغ کا مقام یہاں ایک نکتہ اور مقام غور ہے کہ بیت اللہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے ثواب کے برابر ہے۔[1] جب کہ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب بروایتے پچاس ہزار نماز کے ثواب کے برابر ہے۔[2] انہوں نے اتنے بڑے ثواب کو ترک کر کے تبلیغ کا ثواب حاصل کیا۔ صحابہؓ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ افضل کو چھوڑ کر مفضول کو اختیار نہیں کرتے تھے اگر تبلیغ دین حقہ، بیت اللہ اور مسجد نبوی کی نمازوں سے افضل نہ ہوتی تو اصحاب محمد (ﷺ) مکے اور مدینے سے باہر نہ نکلتے۔ معلوم ہوا کہ تبلیغ اسلام، بیت اللہ اور مسجد نبوی کی نمازوں سے زیادہ درجہ رکھتی ہے۔

بعض لوگ تبلیغ کرتے ہیں۔ نہ تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ اور نہ علماء و مبلغین کا ساتھ دیتے ہیں۔ بس وہ اپنی تلاوت اور اپنی عبادت اور تسبیح خوانی میں منہمک رہتے ہیں، وہ غور کریں کہ وہ اپنا کس قدر نقصان کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ تبلیغ نہ فرماتے، تبلیغ کی فضیلت بیان نہ

---

[1] ابن ماجه اقامة الصلوات : باب ماجاء فی فضل الصلاة فی المسجد الحرام حدیث نمبر ۱۴۰۶۔ [2] ابن ماجه اقامة الصلوات : باب ماجاء فی الصلاة فی المسجد الحرام حدیث نمبر ۱۴۱۳۔

Marfat.com

کرتے، صحابہؓ کو تبلیغ کی ترغیب نہ دیتے تو آج دین اسلام عنقا ہوتا۔ اس کے آثار تک نظر نہ آتے۔ آج یہ جو مساجد آباد ہیں، دین کے چرچے ہیں۔ اسلام کے تذکرے ہیں۔ سیرت طیبہ کا بیان ہے۔ قرآن حکیم کی نشر و اشاعت ہے، یہ سب حضور ﷺ کی تبلیغ اور تبلیغ کی ترغیب ہی کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ ﷺ اس قدر ترغیب نہ دیتے تو آج تبلیغ و دعوت کا یہ سلسلہ نہ ہوتا۔ اور اسلام بڑھتا، پھولتا اور پھیلتا دکھائی نہ دیتا۔

تبلیغ کے چار اہم محرکات

تبلیغ ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔ یہ عظیم کام وہی سرانجام دے سکتا ہے جو اپنے قلب و نظر میں تبلیغ کی اہمیت اور جذبۂ صادق رکھتا ہو۔ ہمارے خیال میں تبلیغ کے لیے وہی شخص بے چین و بے قرار ہو گا جو اپنے اندر یہ چار چیزیں رکھتا ہو:

1. فریضہ تبلیغ کا شدید احساس،
2. رضائے الٰہی کا بے پناہ شوق،
3. انسانیت کا سچا درد،
4. اُخروی کامیابی کی غیر معمولی فکر،

جامع اَوصاف مبلغ

جب ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو دیکھتے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ میں یہ چاروں باتیں بتمامہ و بکمالہ نظر آتی ہیں۔ آپ ﷺ کے فریضہ تبلیغ کے احساس کا یہ حال تھا کہ آغاز نبوت سے لے کر حیاتِ طیبہ کے آخری روز تک اپنے تبلیغی مشن میں ساعی و مصروف رہے۔ خلاق عالم کا بھی یہی فرمان تھا:

﴿ يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ﴾ (المائدہ:٦٧)

"اے رسول! ہم جو کچھ آپ کی طرف نازل کرتے ہیں اسے دوسروں تک پہنچا دیجیے اور اگر آپ ﷺ نے اس تبلیغ میں کوتاہی کی تو گویا آپ ﷺ

Marfat.com

نے فریضہ رسالت میں کمی کی۔"

نیز حضور ﷺ کی حیثیت کا بیان کرتے ہوئے فرمایا :

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴾ (احزاب:۴۵-۴۶)

"اے نبی! ہم نے تمہیں خوش خبری دینے والا' ڈر سنانے ولا۔ بحکم الٰہی' اللہ کی طرف بلانے والا اور سراج منیر بنا کر بھیجا۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴾ (الفرقان:۵۶)

"اے نبی! ہم نے تجھے محض جنت کی بشارت دینے اور جہنم سے ڈرانے والا (مبلغ) بنا کر بھیجا۔"

جہاں تک تبلیغی مشن کے محرکات میں رضائے الٰہی کے شوق کا تعلق ہے' تو وہ حضور ﷺ سے بڑھ کر کس کو ہو سکتا ہے۔ اور رضائے الٰہی کا شوق' داعیانہ کوششوں کا اصل سر چشمہ ہے۔ حضور ﷺ کے پیش نظر سوائے رضائے الٰہی کے اور کوئی چیز تھی ہی نہیں۔ یہ وہ بے پناہ شوق تھا کہ جس کی خاطر آپ ﷺ نے اپنی رات کی نیند اور دن کا سکون کھو دیا۔ بس ایک ہی فکر تھی کہ فریضۂ تبلیغ یوں ادا کروں کہ اس کا حق ادا ہو جائے تاکہ رب کی رضا مل جائے۔

تیسری اہم صفت انسانیت کا سچا درد ہے۔ اور یہی وہ درد تھا کہ جس کی بنا پر آپ ﷺ نے قریہ قریہ' نگری نگری' محلہ محلہ پھر کر تبلیغ و دعوت کا کام کیا۔ دکھ' صدمے' تکلیفیں برداشت کیں۔ ماریں کھائیں۔ چاند سا چہرہ اور گلاب سا بدن زخمی کرایا۔ اور ایک ایک دروازے پر پہنچ کر لوگوں کو آنے والے ہولناک دن سے ڈراتے رہے اور اس میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھی۔

اُخروی کامیابی کی غیر معمولی فکر ہر لمحہ آپ کے پیش نظر رہتی۔ ہمہ وقت آپ

Marfat.com

ﷺ کی آنکھوں کے سامنے یہ آیات رہتیں :

۱۔ ﴿ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ وَ ذَالِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴾ (انعام:۱۶)

"جس کسی سے اس روز عذاب ٹال دیا گیا اس پر اللہ کا رحم ہو گیا اور یہ ایک کھلی کامیابی ہے۔"

۲۔ ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ﴾ (آل عمران : ۱۸۵)

"جو کوئی آتش دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل ہو گیا وہ یقیناً کامیاب ہو گیا۔"

بہر حال یہ باتیں حضور ﷺ میں بدرجہ اُتم و اکمل پائی جاتی تھیں۔

مبلغ کے سات ضروری اوصاف

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کسی مبلغ کے کون کون سے اوصاف ہو سکتے ہیں؟ کہ جن کا اس میں پایا جانا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں :

1. داعی الی اللہ
2. عملی نمونہ
3. حکمت و موعظت
4. اجتماعی تبلیغ
5. صبر و استقلال
6. قربانی و جانثاری
7. استقامت و استغفار

(ا) داعی الی اللہ

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ میں یہ سب اوصاف بدرجہ کمال پائے جاتے تھے۔ اور بلاشبہ آپ مبلغ اعظم تھے۔

Marfat.com

آپ ﷺ داعی الی اللہ تھے۔ آپ ﷺ نے جب بھی دعوت دی۔ صرف اور صرف اللہ کی طرف دعوت دی۔ آپ ﷺ نے اللہ کے سوا کسی اور کی طرف کبھی دعوت نہ دی۔ قرآن مجید کی آیہ مبارکہ ﴿ وَ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ ﴾ (الاحزاب: ۵۶) اس پر شاہد عدل ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو قوم، قبیلے، وطن، خطے اور علاقے، رنگ و نسل یا کسی فرقے یا جماعت کی طرف ہرگز دعوت نہ دی۔

(۲) عملی نمونہ آپ ﷺ کے عملی نمونہ کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ نے پوری زندگی میں اپنی دعوت و تبلیغ کے خلاف کبھی قدم نہیں اٹھایا جو فرمایا وہ کیا۔ اور جو کیا وہی فرمایا۔ فعل اور قول میں پوری مطابقت اور ہم آہنگی تھی۔ اس کا پچھلے صفحات میں بیان آچکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی نجی، سماجی، قومی، ملکی اور سیاسی زندگی اس پر گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی اپنی تعلیم کے خلاف نہیں کیا۔

(۳) حکمت و موعظت جہاں تک حکمت و موعظت کا تعلق ہے وہ آپ کی تبلیغ کا طرۂ امتیاز رہی ہے آپ ﷺ کی تبلیغ اس آیت:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾ (النحل: ۱۲۵)

کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ آپ تبلیغ کرتے وقت مخاطب کے مزاج اور نفسیات، علم اور حلم، عقل اور فکر غرض ہر بات کو پیش نظر رکھتے تھے۔ اگرچہ عام طور پر آپ ﷺ کے خطبات مختصر ہوتے کیونکہ آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا ہوئے تھے، مگر مخاطب کے جذبات و احساسات کا آپ بہت خیال فرماتے اور ہمیشہ لینت اور نرمی سے کام لیتے۔

ایک شخص نے ناسمجھی میں مسجد میں پیشاب کر دیا۔ اصحابؓ اس پر پل پڑے۔ فرمایا اسے چھوڑ دو اور اور پیشاب پر پانی بہا دو۔ کیونکہ وہ اعرابی ہے اور ابھی اسے معلوم نہیں کہ مسجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا۔ (حضور اکرم ﷺ نے کس حکمت و

Marfat.com

موعظت سے مسئلہ سمجھا دیا)۔ [1]

روایات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے وعظ و تبلیغ کے دوران میں کبھی کوئی آدمی اٹھ کر نہ گیا۔ اس کے تین بڑے اسباب تھے ایک تبلیغ کا پر تاثیر ہونا' دوسرے برموقع و برمحل بات کرنا۔ تیسرے جامع اور To the point بات کرنا۔

آپ ﷺ مخاطب کے مزاج اور حالات کو پیش رکھ کر تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے آپ کے سامنے اپنے چند گناہوں کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "تم ایک کام کرو' بس جھوٹ ترک کر دو"۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا جس کی بدولت اس سے تمام برائیاں آپ سے آپ جاتی رہیں۔

جب کوئی بات کرتا آپ ﷺ خاموش ہو جاتے کسی کی بات کو نہ کاٹتے۔ گفتگو سادہ اور اخلاص میں ڈوبی ہوئی ہوتی۔ تکلف و تصنع ناپسند فرماتے۔ آپ ﷺ تبلیغ میں آسان اور پر کشش انداز اختیار فرماتے۔ جنت کی خوش خبری سناتے لوگوں کو بھگانے اور نفرت دلانے کے انداز کو ناپسند فرماتے۔ آپ کا یہ کتنا پیارا ارشاد ہے ﴿ يَسِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا ﴾ (لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرو۔ انہیں دین سے نفرت نہ دلاؤ) غرض آپ ﷺ عوام کو ہر صورت میں اسلام کے قریب لانے کی کوشش کرتے۔

اجتماعی تبلیغ آپ ﷺ نے تنہا طور پر بہت تبلیغ فرمائی۔ لیکن دین حق کی نشر و اشاعت کیلئے اجتماعی تبلیغ کی سعی بھی فرمائی اور مبلغین کی ایک منظم جماعت تیار فرمائی۔ جنھوں نے باقاعدہ فریضۂ تبلیغ ادا کیا۔ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے دیہات اور علاقے صحابہؓ کی تبلیغی مساعی سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ [2]

---

[1] بخاری' الوضوء: باب ترک النبی ﷺ والناس الاعرابی حدیث نمبر۲۱۹-۲۲۰۔ مسلم' الطہارۃ: باب وجوب غسل البول حدیث نمبر۲۸۴-۲۸۵۔

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری کتاب "مبلغین اسلام" مسلم پبلیکیشنز. سوہدرہ۔ گوجرانوالہ۔

Marfat.com

(۵) صبر و استقلال صبر و استقلال ایک داعی الی اللہ کی بڑی اہم اور اساسی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص حضور ﷺ کو ارشاد ہے:

﴿ فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ ﴾ (احقاف:۳۵)

"پس صبر اختیار کرو جس طرح صاحبانِ عزم و استقلال صبر سے کام لیتے رہے۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَاصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِيۡلًا ﴾ (مزمل:۱۰)

"اور جو تکلیف دہ باتیں وہ کرتے ہیں ان پر صبر کیجیے اور ان سے اچھے انداز میں کنارہ کشی اختیار کیجیے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَاتَّبِعۡ مَا يُوۡحٰى اِلَيۡكَ وَاصۡبِرۡ ﴾ (یونس:۱۰۹)

"یعنی وحی کی پیروی کیجیے اور صبر کیجیے۔"

کتب ہائے سیرت و تاریخ شاہد ہیں اور حدیث شریف میں بھی اس کی کافی تفصیل موجود ہے کہ حضور ﷺ جن جن دشوار گزار راستوں اور مصائب و آلام کی کٹھن راہوں سے گزرے وہ اس قدر لرزا دینے والے تھے کہ ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن سلام آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر کہ آپ ﷺ نے نہ کبھی صبر کا دامن چھوڑا اور نہ کبھی آپ ﷺ کے پائے ثبات و استقلال میں لغزش آئی۔ (ﷺ الف الف مرۃ بعدد کل ذرۃ)

(۶) قربانی و جانثاری حضور ﷺ نے تبلیغ اسلام کی راہ میں جس قربانی و جانثاری کا مظاہرہ کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

جو مبلغ دوسروں کو زہد و تقویٰ کی تلقین کرتا ہے خود اس پر بھی زہد و تقویٰ کا رنگ غالب ہونا چاہیے۔ ایسا غالب کہ نہ وہ دنیا سے دل لگائے نہ مال دنیا سے پیار

Marfat.com

کرے۔ جب ہم حضور ﷺ کے حالات زندگی پڑھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ آپ ﷺ نے مردار دنیا سے کبھی دل نہ لگایا۔ اور نہ کبھی دنیا کا مال جمع کیا۔ آپ ﷺ پر ہر وہ وقت بھی آتا ہے۔ جب کہ دولت کی فراوانی ہے۔ روپے کی ریل پیل ہے۔ مگر آپ سونا چاندی اور درہم و دینار دوسروں میں بانٹ دیتے ہیں اور خود خالی ہاتھ رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جب انتقال فرمایا تو معمولی سا اثاث البیت چھوڑا۔ آپ ﷺ کا نہ کوئی بنگلہ تھا۔ نہ کوٹھی۔ نہ الگ کوئی ڈائننگ روم تھا' نہ سلیپنگ روم نہ ڈرائنگ روم' آپ کا دولت کدہ بھی سادہ تھا اور بستر بھی سادہ۔ آپ کی سواری گدھا یا خچر ہوا کرتی تھی۔ نیند آتی تو فرش پر بچھی چٹائی پر سو رہتے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بہت بڑا ایثار و قربانی ہے کہ تمام ذرائع موجود ہوں' کلی اختیارات حاصل ہوں' قدموں میں دولت ہو مگر اسے ہاتھ تک نہ لگایا جائے اور سادہ و تکلف سے خالی زندگی بسر کی جائے۔ یہ عمل بظاہر معمولی نظر آتا ہے مگر حقیقت میں بڑا مشکل اور غیر معمولی عمل ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں جہاں تک بن پڑا اللہ کی راہ میں کسی مالی و جانی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ راہ حق میں ہر قسم کا ایثار و قربانی دینے کے لیے ہمیشہ صف اول میں رہے۔ اور اس بارے میں آپ ﷺ سے کوئی بڑھ نہ سکا۔ اور یہی وہ ایثار و قربانی ہے کہ جس کا آگے چل کر صحابہؓ پر اثر پڑا۔ اور وہ کسی قربانی سے کبھی پیچھے نہ رہے۔

کتب ہائے سیرت و تاریخ آپ ﷺ کے روح پرور اور ایمان افروز واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ اور یہ حضور ﷺ کی پاک صحبت اور مقدس تعلیم کا اثر تھا' کہ دیکھتے ہی دیکھتے شش جہت میں اسلام کے غلغلے بلند ہو گئے۔

حضور ﷺ نے دین کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لیے جو انتھک اور سر توڑ کوشش فرمائی اور نامساعد حالات کا بخندہ پیشانی مقابلہ کیا وہ بجائے خود بہت بڑا ایثار و قربانی ہے۔ بھوک' پیاس میں دور دراز کے سفر کرنا اور اپنوں میں نہیں' بلکہ پکے

Marfat.com

دشمنوں میں جاکر تبلیغ حق کرنا یہ آپ ﷺ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

(۷) استعانت و استغفار آپ ﷺ کی استعانت و استغفار کا یہ کیف ہے کہ اتنا کچھ کرنے کے باوجود اپنی کسی کوشش پر نہ کوئی فخر ہے نہ بڑائی۔ بلکہ سر جھکائے ہوئے اور ہاتھ اٹھائے ہوئے استعانت و استغفار میں منہمک رہتے ہیں۔ کبھی پڑھتے ہیں۔

﴿ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ (الفاتحۃ : ۴)

"اے پروردگار عالم! ہم ہر گام تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

ادھر سے حکم ربانی ہوتا ہے :

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ ﴾ (فتح : ۳)

"اپنے رب کی تسبیح و مناجات کیجیے اور اس سے توبہ و استغفار کیجیے۔"

یہ حکم آنے کے بعد تو حضور ﷺ سراپا عجز و نیاز بن جاتے ہیں۔ آپ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، جاتے آتے، سوتے جاگتے پڑھتے رہتے:

﴿ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ ﴾

(مسند احمد / ۳۹۲-۴۱۰)

"اے اللہ تو پاک ہے۔ حمد و ثنا تیرے لیے ہے۔ اے اللہ میری خطاؤں کو معاف فرمادے۔ تو پاک ہے اے ہمارے رب۔ ہر قسم کی حمد و ثنا تیرے لیے ہے اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔ بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ اپنی زندگی کے آخری ایام میں یہ کلمات بکثرت پڑھا کرتے تھے :

Marfat.com

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ))

"اے اللہ تو (ہر عیب اور کوتاہی سے) پاک ہے۔ حمد و ثنا تیرے ہی لیے ہے۔ میں تجھ سے اپنے قصوروں کی معافی چاہتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔"[1]

یہ زبان سے استغفار ہے۔ اور حقیقت استغفار یہ ہے کہ آدمی پر اپنی خطاؤں اور لغزشوں کو دیکھ کر لرزہ طاری ہو جائے اور دل کانپ اٹھے۔ حضور ﷺ کی توبہ اسی زبان اور جسم و جان سے ہوتی تھی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو بھی توبہ و استغفار کی تلقین فرمائی۔ فرمایا:

((يٰاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ))

"اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو' اور اس سے طلب مغفرت کرو۔ میں دن میں سو (۱۰۰) مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔"[2]

تبلیغ میں اسوۂ رسول ﷺ

ہمارے مبلغین اگر ایک گھنٹہ تبلیغ کر لیں تو آٹھ روز تک اس پر اتراتے اور فخر کرتے رہتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ فریضۂ تبلیغ میں ان سے کوئی کوتاہی بھی ہوئی ہو گی۔ اور اس نیکی پر ناز کرتے رہتے ہیں۔ مگر کائنات عالم کے مبلغ اعظم ﷺ باوجود اس کے کہ ان کی پوری زندگی تبلیغ ہی سے عبارت ہے' پھر بھی سراپائے عجز و انکسار بنے رہتے ہیں۔

---

[1] نسائی۔ السھو: نوع آخر من الذکر بعد التسلیم ح ۱۳۴۵۔

[2] مسند احمد ۴ / ۲۶۰-۲۶۱' واللفظ لہ۔ و مسلم' الذکر والدعاء: باب استحباب الاستغفار حدیث نمبر ۲۷۰۲۔

Marfat.com

اور لرزاں و ترساں رہتے ہیں کہ نامعلوم اس اہم اور عظیم الشان فریضۂ تبلیغ کا حق ادا بھی ہو سکا ہے یا نہیں۔ اور توبہ و استغفار کرتے ہیں اور بار بار کرتے ہیں۔

ہمارے مبلغین کو تبلیغ و دعوت کے سلسلے میں پوری طرح اسوۂ رسول ﷺ پر عمل کرنا چاہیے۔ انہیں آپ ﷺ ہی کے انداز تبلیغ اور طریقۂ تبلیغ کو اپنانا چاہیے۔ کہ اسی میں خیر و برکت ہے۔

محمدی نصاب تبلیغ حضور ﷺ قرآن حکیم کے ذریعے تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ اور محض قرآن اور اس کی تشریح یعنی حدیث بیان کیا کرتے تھے۔

اور ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث سے بڑھ کر بہتر اور پر تاثیر کلام اور کون سا ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید خود بتاتا ہے کہ :

﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ ﴾

(سورة الجمعة: ۲)

"پیغمبر علیہ السلام انہیں آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور (اس قرآن کی بدولت) ان کا تزکیہ باطن فرماتے ہیں۔ اور انہیں (محض) قرآن اور حکمت (حدیث و سنت) کی تعلیم دیتے ہیں۔"

یوں کہہ لیجیے کہ یہ آپ کا تبلیغی سلیبس تھا کہ جس کے مطابق آپ تبلیغ فرماتے تھے۔ کسی انسان کی اصلاح کے لیے اس کا تزکیہ و تطہیر نہایت ضروری ہے اور وہ قرآن حکیم کے بغیر مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں ضلالت و جہالت کے پردے چاک کرنے کے لیے کتاب و حکمت یعنی قرآن و حدیث کی تعلیم کا ٹھوس بنیادوں پر بندوبست ہونا ضروری ہے۔ تعلیمی اداروں کے علاوہ محلہ محلہ' کوچہ کوچہ قرآن و حدیث کی تعلیم کا منظم اور معقول انتظام ہونا چاہیے یہ وہ طریقہ ہے کہ جس کی بدولت نور علم و ہدایت عام ہو سکتا ہے۔

یاد رکھئے اس نہج اور اسلوب سے ہٹ کر جو بھی انداز اپنایا جائے گا اس سے

Marfat.com

وقتی طور پر سہارا تو مل سکتا ہے لیکن گم گشتہ راہ قوم کی مستقل طور پر حالت نہیں بدل سکتی۔ فی زمانہ ہمارے بہت سے مبلغین' آیات کی بجائے حکایات' قرآنی آیتوں کی بجائے اپنی باتوں سے اصلاح قوم کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر یہ طریقہ غیر مفید بلکہ بسا اوقات نقصان دہ ہو جاتا ہے یہ کس قدر دکھ کی بات ہے کہ ہمارے مبلغین عموماً تعلیم قرآن و حدیث سے اغماض برتتے ہیں۔ بہت سے پڑھے لکھے لوگ حدیث یعنی ارشادات کی بجائے اقوال الرجال پر زور دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے اس طرح کی تبلیغ و دعوت سے قوم کی حالت سلجھنے کی بجائے اور الجھ جاتی ہے۔ کہاں اللہ اور رسول ﷺ کا باعظمت کلام اور کہاں دوسروں کا ملا جلا کلام؟ جو یقیناً قرآن و حدیث کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو پورا خطبہ جمعہ یا دو گھنٹے کی تقریر جھوٹے واقعات اور گھڑے ہوئے قصے کہانیوں پر صرف کر کے اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔

ہماری تبلیغ اور اس کے طریقے میں بہت سی غلطیاں ہیں کہ جن کی بنا پر تبلیغ غیر مؤثر ہو رہی ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ تبلیغ کا نبوی طریق اپنایا جائے کیونکہ آپ ﷺ سے بڑا مبلغ کائنات ہست وبود میں نہ کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے اور آپ ﷺ سے بہتر تبلیغ نہ کسی نے کی ہے اور نہ کر سکتا ہے۔

Marfat.com

پانچواں باب

آنحضور ﷺ ایک جرنیل کی حیثیت میں

نبی کریم ﷺ کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں کو چھوڑ کر جب آپ ﷺ کی سیاسی زندگی پر نظر کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ دنیا کے سیاست دانوں میں سب سے بڑھ کر سیاست دان اور دنیا کے جرنیلوں میں سب سے بڑے جرنیل تھے۔

نپولین اعظم، ڈیوک آف ویلنگٹن، ہنڈن برگ اور واشنگٹن وغیرہ اگرچہ دنیا کے بہت بڑے جرنیلوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ تاریخی طور پر جب آنحضرت ﷺ کے حالات سے ان کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو یہ حضور ﷺ کے تدبر، حضور ﷺ کے ضبط، حضور ﷺ کی قوتِ ارادی حضور ﷺ کے فنونِ جنگ سے مہارت، اور حضور ﷺ کی ماتحتوں سے ہمدردی وغیرہ اوصاف سپہ گری میں آپ کا لگا نہیں کھا سکتے۔

بعض اہم غزوات ایک نظر میں حضور ﷺ کو ۲ھ سے ۹ھ تک یعنی صرف ۸ سال کے عرصہ میں تقریباً ۲۶ جنگوں میں حصہ لینا پڑا۔ جن میں سے گو بعض بہت چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہیں، لیکن بعض بہت ہی اہم ہیں۔ چنانچہ چند ایک کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے:

(۱) غزوۂ بدر میں آنحضرت ﷺ کے ماتحت صرف ۳۱۳ صحابہؓ کا لشکر تھا۔ اور مخالفین، ابوجہل جیسے سپہ سالار کی سرکردگی میں ایک ہزار کی تعداد میں نبرد

Marfat.com

آزماتھے۔ مگر حضور ﷺ کے فنون جنگ سے کمال مہارت کی وجہ سے دشمن کو سہ چند ہونے کے باوجود شکست فاش ہوئی۔ مسلمان صرف ۱۴ شہید ہوئے' نہ کوئی زخمی ہوا نہ اسیر ہوا۔ اور دشمن ۷۰ کی تعداد میں مقتول اور ۷۰ کی تعداد میں اسیر ہوئے۔[1]

(۲) غزوۂ بدر الاخریٰ میں ابو سفیان دو ہزار فوجی ساتھ لئے ہوئے مقابلہ کے لئے آیا۔ جب ادھر سے حضور ﷺ ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کو ساتھ لئے ہوئے نکلے تو ابو سفیان جیسا بہادر تاب نہ لا سکا اور بھاگ گیا۔[2]

(۳) غزوۂ احزاب یا خندق میں حضور ﷺ کے ساتھ صرف ۳۰۰۰ ہزار مسلمان تھے مگر کفار ۱۰,۰۰۰ ہزار کی تعداد میں حملہ آور ہوئے اور حضور ﷺ کے تدبر کی بدولت ناکام واپس پھرے۔[3]

(۴) غزوۂ بنو قریظہ میں محض حضور ﷺ کی مہارت سپہ گری کی وجہ سے یہود کو شکست فاش ہوئی۔ اور ان کے ۴۰۰ آدمی قتل اور دو سو اسیر ہوئے۔[4]

(۵) غزوۂ خیبر میں حضور ﷺ کے زیر کمان صرف چودہ سو فوجی تھے۔ اور یہود' کنانہ بن ابو الحقیق کی قیادت میں دس ہزار کی تعداد میں مقابلے پر نکلے تھے۔ مگر انہیں شکست فاش ہوئی۔[5]

(۶) غزوۂ وادی القریٰ میں حضور ﷺ کے زیر کمان تیرہ سو فوجی تھے جن کے ساتھ آپ نے دشمن کو شکست دی۔[6]

(۷) غزوۂ حنین میں بارہ ہزار لشکر کے ساتھ آپ ﷺ نے عرب کے کئی قبائل کا مقابلہ کیا جس میں آپ ﷺ کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ دشمن ۷۱ کی تعداد میں مقتول اور چھ ہزار کی تعداد میں اسیر ہوئے۔[7]

---

[1] تا [7] دیکھئے' صحیح بخاری' کتاب المغازی۔ سیرت ابن ہشام' البدایہ والنہایہ اور الرحیق المختوم۔

Marfat.com

(۸) غزوۂ طائف میں حضور ﷺ کے زیر کمان بارہ ہزار فوج تھی۔ بنو ثقیف پر محاصرہ کیا گیا۔ اور دشمن ایک مہینہ کے بعد خود بخود دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔[۱]

(۹) غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ قیصر ہرقل کے مقابلہ پر تیس ہزار فوج لے کر نکلے۔ جس سے دشمن پر رعب چھا گیا۔ اور اس نے لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا۔[۲]

(۱۰) غزوۂ فتح مکہ میں حضور ﷺ کے زیر کمان دس ہزار قدوسی تھے۔ قریش مکہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ اس لیے حضور ﷺ نے لشکر کو حکم دے دیا کہ مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو۔ اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو، ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے۔ صرف ایک دستہ کی مزاحمت ہوئی اور مکہ بہ امن و امان فتح ہو گیا۔[۳]

غزوات نبوی کی شاندار کامیابی

الغرض تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں جس قدر جنگیں ہوئیں۔ ان میں مسلمانوں کے کل ۲۵۹ آدمی شہید ہوئے ایک اسیر اور صرف ۲۷ زخمی ہوئے مگر بخلاف اس کے دشمن ۷۵۹ آدمی مقتول اور ۶۵۶۴ اسیر ہوئے۔[۴] جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان بے سرو سامان ہونے کے باوجود محض حضور ﷺ ایسے کمانڈر انچیف کی وجہ سے کس قدر محفوظ و مصئون اور کامیاب ہوتے رہے۔ اور ہر مرحلے پر کامرانی ان کے قدم چومتی رہی۔

---

[۱] تا [۳] دیکھیے، صحیح بخاری، کتاب المغازی۔ سیرت ابن ہشام، البدایہ والنہایہ اور الرحیق المختوم وغیرہ۔

[۴] دیکھیے کتاب الجہاد مصنفہ محمد اقبال کیلانی ص ۶۲۔ ۶۳۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی شجاعت و بہادری

ایک جرنیل یا سپہ سالار کے لئے جس قدر شجاع اور بہادر ہونا ضروری ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مگر حضور ﷺ کی شجاعت اور بہادری پر جب نگاہ کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سارے عرب میں آپ کا لوہا مانا جاتا تھا۔ اور قرب و جوار میں بھی آپ ﷺ سا کوئی شجاع نہیں تھا۔

(۱) نسائی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب کبھی گھمسان کا رن پڑتا، اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا تو اس وقت ہم نبی ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے۔ اور ہم میں سب سے آگے دشمن کی جانب نبی ﷺ ہی ہوتے تھے۔[۱]

(۲) صحیح مسلم میں ہے کہ غزوۂ حنین میں جب دشمنوں نے پہاڑ کے درہ میں بیٹھ کر تیروں کی ایسی بارش برسائی کہ مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج کا منہ موڑ دیا تو اس وقت بھی صرف حضور ﷺ ہی تھے جو دشمن کی جانب بڑھے جاتے تھے۔

چنانچہ اس وقت آپ ﷺ نے فوجی جرنیلوں کا سا وہ کام کیا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ آپ ﷺ نے تیروں کی بارش میں اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور فرمایا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ

اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

"میں سچا نبی ہوں اور عرب کے مشہور بہادر عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ بھلا پیچھے کیوں ہٹوں۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں کو للکارا کہ "اے بہادرو! کہاں جاتے ہو؟ میں تمہارا نبی یہاں کھڑا ہوں۔ آگے بڑھو، ہمت نہ ہارو۔"

چنانچہ اس آواز میں جادو کا اثر ثابت ہوا۔ بھاگتی ہوئی فوج آگے بڑھی اور دم

---

[۱] مسند احمد ۱/ ۱۲۶ و نسائی فی الکبریٰ ۵ / ۱۹۲۔

Marfat.com

بھر میں میدان کا نقشہ الٹ دیا۔[1]

(۳) غزوۂ احد میں بھی جب کفار نے عقب سے حملہ کیا اور اسلامی فوج میں کچھ ابتری سی پھیل گئی۔ تو آپ ﷺ ہی تھے جو نہایت تیزی کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس موقعہ پر بھی دل شکستہ اور منتشر فوج کو ((اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ)) کے آوازے دے کر جمع کیا۔ اور پھر سنبھل کر ایسا مقابلہ کیا کہ غنیم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔[2]

شیر خداؓ کا چشم دید بیان

(۴) حضرت علی المرتضیٰؓ کے نام سے اور ان کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون واقف نہیں؟ وہ حضور ﷺ کی شجاعت کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو بدر کے دن دیکھا' کہ میں حضور ﷺ کی پناہ لیتا تھا۔ اور ہم سب میں سے حضور ﷺ ہی دشمن کے زیادہ قریب تھے۔[3] اور یہ بھی فرمایا کہ بہادر وہی شخص ہوتا تھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ بالکل دشمن کے قریب تر ہوا کرتے تھے۔

(۵) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صورت اور سیرت میں سب لوگوں سے بہتر اور سخاوت میں سب سے زیادہ اور شجاعت میں سب سے اعلیٰ اور اکمل تھے۔ آپ ﷺ کسی لشکر سے نہ ملتے تھے۔ مگر ساری فوج سے پہلے آپ ہی وار کیا کرتے تھے۔[4]

---

[1] بخاری' المغازی: باب قول اللّٰه تعالٰی ﴿ و یوم حنین إذ أعجبتکم کثرتکم ﴾ حدیث نمبر ۴۳۱۵-۴۳۱۷۔ مسلم' الجهاد: باب غزوة حنین حدیث نمبر ۱۷۷۶-۱۷۷۷۔

[2] البدایہ والنہایہ ۴ / ۲۴۔

[3] مسند احمد ۱ / ۱۳۶ و نسائی فی الکبریٰ ۵ / ۱۹۲۔

[4] بخاری' الجهاد: باب الحمائل و تعلیق السیف حدیث نمبر ۲۹۰۸۔ مسلم' الفضائل: باب شجاعة ﷺ حدیث نمبر ۲۳۰۸۔

Marfat.com

حضور ﷺ اور عرب کا مشہور سپہ سالار

(۶) ابی بن خلف عرب کے مشہور سپہ سالاروں اور آپ ﷺ کے اشد ترین دشمنوں میں سے ایک دشمن تھا بدر کے دن جب وہ فدیہ دے کر رہا ہوا۔ تو کہہ گیا کہ آج سے میں اپنے گھوڑے کی ایسی پرورش کروں گا جو کسی نے نہ کی ہو، پھر اس پر سوار ہو کر محمد (رسول اللہ ﷺ) کو قتل کروں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ روزانہ تین صاع گھوڑے کو دانہ دیتا رہا۔ اور غزوۂ احد میں للکارتا ہوا نبی ﷺ کی طرف آیا۔ صحابہؓ نے مدافعت کرنا چاہی۔ مگر آپ ﷺ نے سب کو پیچھے ہٹا دیا، اور اکیلے اس کی طرف بڑھے۔ ابی بن خلف جسے اپنی بہادری اور شجاعت پر ناز تھا اور آپ ﷺ کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا ابھی وار بھی نہ کرنے پایا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی گردن میں وہ نیزہ رسید کیا کہ معاً اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ پیچھے کی طرف دوڑا اور شور مچاتا گیا کہ "میں مارا گیا"۔ "میں مارا گیا" چنانچہ وہ مقام سرف پر گرا اور جہنم واصل ہوا۔[1]

حضور ﷺ اور عرب کا مشہور پہلوان

(۷) کتب حدیث میں سلمہ بن اکوعؓ سے مروی ہے کہ رکانہ عرب کا مشہور شہ زور پہلوان تھا جس کی بہادری سب میں مانی جا چکی تھی۔ اس نے اعلان کر رکھا تھا: کہ اگر کوئی مجھے پچھاڑ دے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔"[2]

چونکہ اسے اپنی شجاعت اور قوت پر بہت بڑا ناز تھا۔ اس لیے نبی ﷺ نے اس کے اس چیلنج کو منظور کر لیا۔ چنانچہ کشتی ہوئی تو حضور ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا۔ اس نے پھر طبع آزمائی کے لیے کہا۔ حضور ﷺ نے دوبارہ اسے گرا دیا۔ اس نے پھر

---

[1] سیرت ابن ہشام ۳ / ۸۹۔ البدایہ والنہایہ ۴ / ۲۴، ۳۶۔

[2] الاصابہ ۱ / ۵۲۱، البدایہ والنہایہ ۳ / ۱۰۱۔

Marfat.com

ایک بار درخواست کی۔ حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ بھی اسے چت کر دیا۔ جس سے وہ ہمیشہ کے لیے سرنگوں ہو گیا۔[1]

(۸) صحیحین میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ کہ مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا۔ لوگ سمجھے چھاپہ آ پڑا۔ سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کی جانب چلے۔ جب تھوڑی دور گئے تو انہیں نبی ﷺ واپس تشریف لاتے ہوئے ملے۔ حضور ﷺ ایک ننگے گھوڑے پر سوار اور تلوار حمائل کیے ہوئے تھے۔ یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تن تنہا تحقیق فرما کر آ رہے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ:

"گھبراؤ نہیں بھگا آیا ہوں۔"[2]

حضور ﷺ کی جنگی قابلیت

یہ صرف چند واقعات ہیں' جو حضور ﷺ کی شجاعت کے متعلق نقل کیے گئے ہیں' ورنہ اگر صحیح طور پر حضور ﷺ کے جنگی حالات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ دنیا میں ایک قابل جرنیل کی حیثیت میں مبعوث ہوئے تھے۔ اور دنیا کو صرف فنونِ حرب کی تعلیم و تلقین ہی کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ کیونکہ ان کے جنگی کارنامے پتہ دے رہے ہیں۔ کہ آپ ﷺ فوجوں کی ترتیب اور جنگ کا نقشہ تیار کرنے میں وہ مہارت رکھتے ہیں جو بہت ہی کم کسی کے حصے میں آئی ہے۔

نپولین اور واٹرلو

نپولین کا نام آج مغربی دنیا کے بچہ بچہ کی زبان پر ہے اور ہر شخص اس کی عجیب و غریب جنگی قابلیتوں کا معترف ہے۔ واٹرلو کی مشہور و معروف لڑائی میں جب اسے شکست ہوئی۔ تو اس کا باعث صرف یہ تھا کہ

---

[1] ابوداؤد' اللباس: باب فی العمائم حدیث نمبر ۴۰۷۸۔

[2] بخاری' الجہاد: باب الحمائل و تعلیق السیف حدیث نمبر ۲۹۰۸۔ مسلم' الفضائل: باب شجاعۃ ﷺ حدیث نمبر ۲۳۰۸۔

Marfat.com

جنگ کا جو نقشہ اس نے تیار کیا تھا۔ اس کے مطابق اس کے دو افسروں کا ایک خاص مقام پر ایک وقت مقررہ میں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ ان دونوں میں سے ایک تو جرنل بلوشے' اپنے ٹھیک وقت پر پہنچ گیا مگر دوسرا نہ پہنچ سکا اور نپولین کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی' کیونکہ اس کی جنگی چالیں اور نقشے اس درجہ صحیح ہوتے تھے۔ کہ ایک افسر کے صرف چند منٹ دیر میں پہنچنے سے تمام نقشہ بدل جاتا۔ اور فتح شکست کی صورت اختیار کر لیتی۔ بعینہ اسی طرح کا واقعہ غزوۂ احد میں نبی ﷺ کو پیش آیا۔

غزوۂ احد کا نقشہ

آپ ﷺ نے اپنی مختصر سی فوج کا ایک حصہ پہاڑ کے درہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ اور انہیں تاکید کر دی کہ خواہ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں وہ اس درہ کو نہ چھوڑیں اور اگر دشمن اس طرف آنے کا قصد کرے۔ تو ان پر تیر برسا کر انہیں روکیں۔ چنانچہ لڑائی شروع ہوئی اور مسلمان اگرچہ تعداد میں بہت کم تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے انہیں اس خوبی سے لڑایا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مخالفین کے بہت سے سردار مارے گئے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے دشمن کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اور گویا کامل فتح حاصل کر لی۔ چنانچہ دشمنوں کو بھاگتے اور مسلمانوں کو ان کا تعاقب کرتے ہوئے دیکھ کر وہ تیر انداز جو درہ پر متعین تھے مطمئن ہو گئے۔ اور اپنی جگہ سے ہٹ کر باقی فوج کے ہمراہ لوٹ مار میں شریک ہو گئے۔ مخالفین نے جب یہ دیکھا کہ درہ خالی پڑا ہے تو وہ آگے جا کر پھر جمع ہو گئے۔ اور درہ کی جانب سے جو کہ مسلمانوں کی پشت پر تھا' یکایک حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔[1] اگرچہ وہ شکست تھوڑی سی دیر کے لیے تھی مگر تاہم شکست تو ہوئی۔ اور محض اس لیے ہوئی' کہ حضور ﷺ جیسے ماہر فن جرنیل کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی یہ غلطی ارادی نہ تھی اجتہادی تھی۔

---

[1] بخاری' الجہاد: باب ما یکرہ من التنازع حدیث نمبر ۳۰۳۹۔

Marfat.com

مجاہدین اسلام کی شان

تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے بعد اسلامی فوج نے پھر کبھی لغزش نہیں کھائی۔ اور حضور ﷺ کے اشاروں پر ایسی چلی، اور ایسی تربیت یافتہ، قواعد دان اور پابند قانون ہوئی کہ قرآن نے اس کی تعریف میں فرمایا:۔

﴿ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴾ (الصف:۴)

"یعنی وہ خدا کی راہ میں قطار اندر قطار لڑائی کرتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو۔"

نبی ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ "میری فوج کا ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔"[1] اور یہ بات صرف کہنے ہی کی نہ تھی بلکہ کر کے بھی دکھا دی گئی تھی۔

اسلامی فوج اگرچہ کتنی ہی تھوڑی کیوں نہ ہوتی پھر بھی اس کا مخالفین پر رعب طاری ہو جاتا۔ چنانچہ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

((نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ)) (ایک مہینہ کے سفر تک دشمنوں پر میرا رعب چھا جاتا ہے)[2]

حضور ﷺ کی فوج سے ہمدردی

کوئی جرنیل اس وقت تک صحیح معنوں میں جرنیل نہیں ہو سکتا۔ جب تک اسے اپنی فوج اور سپاہ سے کامل ہمدردی نہ ہو۔ اس کے جذبات کا احساس نہ ہو۔ دنیا کے مشہور جرنیلوں کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی جرنیل سب سے زیادہ کامیاب اور فائز المرام ہوا ہے جو اپنے فوجیوں کے ساتھ نہایت فراخ دلی اور بے تکلفی سے

---

[1] نبی کریم ﷺ کا قول تو نہیں ملا۔ لیکن یہ مفہوم سورۃ الانفال آیت ۶۵۔ سے ظاہر ہے۔

[2] بخاری، التیمم: باب نمبر ا: حدیث نمبر ۳۳۵۔ مسلم، المسجد: باب المساجد و مواضع الصلاۃ ج ۵۲۱۔

Marfat.com

پیش آتا رہا ہو۔ ہر کام میں اس کا شریک حال اور ہر امر میں ان سے ہمدردی کرتا رہا ہو۔ جرنیل ہینڈن برگ جو جرمنی کا سب سے بڑا جرنیل تھا۔ اس کی خوبی یہی بیان کی جاتی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں سے نہایت ہی خندہ پیشانی سے پیش آیا کرتا تھا۔ نپولین اعظم کا سلوک بھی اپنے ماتحتوں سے اس قدر اعلیٰ تھا کہ وہ اس پر جانیں فدا کرتے تھے۔

واشنگٹن کا واقعہ

امریکہ کے مشہور جرنیل واشنگٹن کا ایک قصہ مشہور ہے۔ کہ وہ ایک روز سادہ کپڑے پہنے گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا۔ راستہ میں اس نے دیکھا' کہ کچھ سپاہی ایک بہت ہی بھاری شہتیر اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر وہ نہیں اٹھتا۔ ان سپاہیوں کے ہمراہ ایک چھوٹا عہدے دار کارپول بھی تھا۔ اور وہ برابر انہیں حکم دے رہا تھا کہ زور لگاؤ۔ اِدھر سے اٹھاؤ' اُدھر سے ہلاؤ۔ مگر خود ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ واشنگٹن نے گھوڑا روک لیا۔ اور اس عہدہ دار سے کہا:

"آپ بھی اس میں ہاتھ کیوں نہیں لگاتے؟ ایک آدمی کا زور اور شامل ہو جائے گا تو یہ شہتیر اٹھایا جا سکے گا۔"

عہدے دار نے جواب دیا: "جناب میں کارپول ہوں آپ دیکھتے نہیں۔"

واشنگٹن فوراً گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور کوٹ اتار کر آستین چڑھا کر سپاہیوں کے ہمراہ شہتیر کے ساتھ زور آزمائی کرنے لگا۔ شہتیر اٹھا دیا گیا اور جگہ پر پہنچا دیا گیا۔ مگر کارپول صاحب اب بھی اپنی سرداری کی شان لیے ہوئے الگ کھڑے تھے۔

گھوڑے پر سوار ہو کر واشنگٹن نے کارپول سے کہا: "آئندہ جب کبھی کسی محنت کے کام میں ایک آدمی کی مدد کی ضرورت ہوا کرے' تو آپ مجھے بلا بھیجا کریں مجھے آپ آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ میں آپ کا سپہ سالار واشنگٹن ہوں۔"

شرم کی وجہ سے کارپول زمین میں گڑ گیا اور واشنگٹن وہاں سے چل دیا۔

ایک اچھے جرنیل کا یہی دستور ہوتا ہے کہ وہ پکا اور سچا سپاہی ہوتا ہے۔ اور

Marfat.com

ضرورت کے وقت اسے کام سے عذر نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر کام میں سپاہیوں کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ جس سے فوج کے دل میں اس کی عزت اور ہمدردی بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ صحیح معنوں میں اس کی مطیع ہو جاتی ہے۔ جب ہم اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کے حالات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فوج کی ہمدردی حضور ﷺ سے بڑھ کر دنیا کا کوئی اور جرنیل حاصل نہیں کر سکا۔

عرب کا جرنیل سپاہیوں کے شانہ بشانہ

(۱) آنحضرت ﷺ غزوات میں ہمیشہ سپاہیوں کی طرح کام کرتے تھے۔

غزوۂ خندق میں جب کہ تمام فوجی خندق کھود رہے تھے تو آپ ﷺ بھی برابر ان کے شریک کار تھے اور حصہ رسدی سے خندق کھودتے تھے۔ [۱]

(۲) ایک سفر میں منزل پر پہنچ کر کھانا پکانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ تو سب صحابہؓ نے کام بانٹ لیے' کسی نے پانی لانے کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ تو کسی نے آٹا گوندھنے کی۔ کسی نے پکانے کی۔ تو کسی نے ایندھن اکٹھا کر کے لانے کی۔ حضور ﷺ بھی اس سفر میں صحابہؓ کے ساتھ تھے' فرمایا کہ میں جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتا ہوں۔ یہ کام میرے ذمے رہے۔ صحابہؓ نے ہرچند عرض کی کہ حضور ﷺ ہم خادم موجود ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر آپ نے ایک نہ مانی اور فرمایا کہ مجھے بھی اپنے حصہ کا کام کرنا چاہیے۔ [۲]

(۳) غزوۂ بدر میں اسلامی فوج کے پاس سواریاں کم تھیں۔ اس لیے تین تین صحابہؓ کو ایک ایک اونٹ ملا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ حضور ﷺ

---

[۱] بخاری' المغازی: باب غزوة الخندق حدیث نمبر ۴۱۰۱'۴۱۰۲۔ مسلم' الاشربة: باب جواز استتباعه غیره حدیث نمبر ۲۰۳۹'۲۰۴۰۔

[۲] لم اجده۔

Marfat.com

بھی باوجود سپہ سالار اعظم ہونے کے دیگر صحابہؓ کی طرح دو اور صحابہؓ کے ساتھ ایک اونٹ میں شریک تھے اور باری باری سوار ہوتے۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے ہر چند چاہا اور درخواست پر درخواست کی کہ "حضور ﷺ برابر سوار رہیں۔ آپ ﷺ ہمارے سردار ہیں ہم آپ ﷺ کا پیدل چلنا گوارا نہیں کر سکتے۔" مگر آپ ﷺ نے فرمایا تو یہی فرمایا: "ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا دیگر ساتھیوں کی طرح حصہ رسدی سے تمہیں بھی سوار ہونا پڑے گا۔ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ کہ تم پیدل چلو اور میں سوار ہوں۔"[1]

(۴) فتح خیبر کے موقعہ پر جو زمین مسلمانوں کے حصہ آئی وہ اٹھارہ سو سپاہیوں میں بحصہ مساوی تقسیم ہوئی۔

نبی ﷺ باوجودیکہ سپہ سالار اعظم تھے۔ مگر آپ کا حصہ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ایک عام سپاہی کے برابر تھا۔[2]

(۵) مدینہ منورہ میں جب اسلامی فوج مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھی۔ کوئی گارا دیتا تھا۔ تو کوئی اینٹیں دے رہا تھا۔ ایسی حالت میں حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ برابر اینٹیں اٹھا رہے تھے۔[3] حتیٰ کہ یہ تمیز ناممکن تھی کہ ان میں سردار کون ہے اور مزدور کون؟۔ صحابہؓ نے حضور ﷺ کو منت' سماجت اور اصرار کے ساتھ باز رکھنا چاہا مگر اس حامئی مساوات اور ہمدرد خلائق نے ایک نہ مانی اور اپنی ذات کے لئے امتیاز کو مذموم جانا۔

یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور

---

[1] مسند احمد ۱/ ۴۱۱-۴۱۸۔

[2] ابوداؤد' الخراج: باب ماجاء فی حکم ارض خیبر حدیث نمبر ۳۰۱۰-۳۰۱۴۔

[3] بخاری' مناقب الانصار: باب ہجرۃ النبی ﷺ حدیث نمبر ۳۹۰۶۔

Marfat.com

ﷺ اس علو مرتبت کے باوجود صحابہ کرامؓ کے ساتھ نہایت بے تکلفی، سادگی اور مساویانہ سلوک سے پیش آیا کرتے تھے۔ اور سپہ سالار اعظم ہونے کے باوجود ایک معمولی سپاہی کی طرح ان کے ساتھ وقت بسر کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے صحابہؓ کے دل میں آپ ﷺ کی محبت اور عقیدت اور بھی بڑھ گئی تھی۔ اور وہ آپ ﷺ پر جانیں نثار کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

حضور ﷺ کی حکمت عملی

ضبط، انتظام، تدبر، قوت ارادی کی پختگی اور فنون جنگ کی مہارتِ کامل کے علاوہ سب سے آخری صفت جس کا ایک جرنیل میں پایا جانا نہایت ضروری ہے وہ اس کی حکمت عملی ہے۔ کسی جرنیل کی حکمت عملی کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے کہ وہ کم سے کم خون ریزی سے زیادہ سے زیادہ علاقہ فتح کرے۔ سخت خون ریزی کے بعد جو فتوحات ہوں وہ فوج کی جاں بازی پر تو دلالت کرتی ہے۔ مگر جرنیل کی کوئی خوبی ان میں نظر نہیں آتی۔ اگر سخت کشت و خون ہو، اور دونوں طرف یا ایک طرف کے بہت سے انسان ہلاک ہوں اور بہت سے نقصان کے بعد ملک فتح ہو جائے تو یہ فتح حقیقی معنوں میں فتح نہیں، اس میں جرنیل کی کوئی خوبی اور کمال نہیں۔ کیونکہ اس نے اس جنگ میں اپنی کسی حکمت عملی کا ثبوت نہیں دیا۔ ہاں اگر جرنیل اپنی حکمت عملی سے لڑائی کو ایسے رنگ میں چلائے کہ مالی اور جانی نقصان نہ ہونے پائے اور بغیر کثیر نفوس کی ہلاکت کے فتح حاصل ہو جائے تو بے شک ایسی فتح قابل تعریف ہوتی ہے۔

اس نقطۂ نگاہ سے بھی ہمیں کوئی ایسا جرنیل نظر نہیں آتا جو حکمت عملی میں حضور ﷺ کا مقابلہ کر سکے۔ وہ مخالفین اسلام جو کہتے ہیں، کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ وہ نبی ﷺ کے جنگی حالات کا مطالعہ کریں۔ اور دیکھیں کہ حضور ﷺ کتنا عرصہ تحمل اور بردباری سے کام لیتے رہے۔ اور اپنے دشمنوں کے حملوں کو کس دانش مندی اور حکمت عملی سے ٹالتے رہے۔ اور جب کبھی جنگ چھڑ ہی گئی، تو کس

Marfat.com

طریق سے مدافعت فرمائی۔

محاصرۂ طائف

(۱) طائف کے محاصرہ کو ذرا جنگی نقطہ نگاہ سے دیکھو کہ اگر کوئی جرنیل اور ہوتا تو اپنے جھوٹے وقار کو قائم رکھنے کے لیے تمام فوج کو کٹوا دیتا، مگر محاصرہ نہ اٹھاتا۔ لیکن حضور ﷺ ہیں کہ عمداً محاصرہ چھوڑ رہے ہیں اور اس حکمت کی بنا پر جو آپ ﷺ کے سامنے تھی۔ اور بعد میں لوگوں نے دیکھ لیا کہ وہ خود بخود مطیع و منقاد ہو گئے محاصرہ چھوڑ رہے ہیں۔[1] حالانکہ ظاہر بین نظروں میں محاصرہ چھوڑ دینا گویا شکست کا اعتراف کر لینا ہوتا ہے۔

صلح حدیبیہ

(۲) اسی طرح اگر حضور ﷺ حدیبیہ کے موقعہ پر صلح نہ فرماتے تو لڑائی میں خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ مگر حضور ﷺ نے اس موقعہ پر بھی اپنی حکمت عملی کا ثبوت دیا، جس کا ایک قابل جرنیل میں ہونا ضروری ہے۔ اس صلح کی شرائط میں اگرچہ بعض شرائط ایسی تھیں جو بظاہر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ معلوم ہوتی تھیں، مگر حضور ﷺ نے ان سب کو منظور فرما لیا۔ جس سے لاکھوں جانیں بچ گئیں۔[2] اگر حضور ﷺ ایسا نہ کرتے تو یقیناً ایک خطرناک تصادم ہوتا۔ جس سے ہزاروں عرب ہلاک اور سینکڑوں مسلمان شہید ہو جاتے اور عرب کی طاقت ٹوٹ جاتی پھر وہ عظیم الشان کام جو حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہوا، اہل عرب ہرگز نہ کر سکتے۔

حضور ﷺ کی بے نظیر دانش مندی

حضور ﷺ کے زمانہ حیات میں کم و بیش اسی (۸۰) لڑائیاں شمار کی جا سکتی ہیں۔ جن میں اکثر کو محض وفود سفر، انسداد ڈکیتی، قیام امن، اور وعظ و تبلیغ کے سلسلہ میں

---

[1] بخاری، مناقب الانصار: باب غزوۃ الطائف حدیث نمبر ۴۳۲۵۔ مسلم، الجھاد: باب غزوۃ الطائف حدیث نمبر ۱۷۷۸۔

[2] بخاری، المغازی: باب غزوۃ الحدیبیہ حدیث نمبر ۴۱۸۰-۴۱۸۱۔

Marfat.com

مڈ بھیڑ ہو جانے پر غزوات میں شامل کر لیا گیا ہے۔ تاہم اگر ان ۸۰ غزوات اور سرایا کے مقتولین کی تعداد کو جمع کیا جائے تو کل ۱۰۱۸ ہوتی ہے۔ جو فریقین کی مجموعی تعداد ہے۔ جب ۱۰۱۸ کو ۸۰ پر تقسیم کیا جاتا ہے تو فی جنگ ۱۲٫۷۳ یعنی ۱۳ سے بھی کم اوسط نکلتی ہے، جو عرب جیسے وسیع ملک کو فتح کرنے کے لحاظ سے بالکل صفر کے برابر ہے۔

عرب کا فرانس، امریکہ اور انگلستان سے تقابل

کیا وحشی اور ملحد عرب کو متمدن و متدین اور شائستہ عرب بنانے، صدیوں اور نسلوں کی عداوت کو مٹا کر اخوت و روحانیت قائم کرنے اور ڈکیتی و خون خواری کی وارداتوں کو روک کر امن و امان کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے ۱۰۱۸ نفوس کی قربانی کوئی بہت بڑی قربانی ہے؟ اس کے مقابلہ میں ذرا دیکھئے کہ فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں کس قدر قربانیاں کرنی پڑیں اور انگلستان کو پارلیمنٹ کے لینے میں کتنے خون بہانے پڑے، پھر آپ کو معلوم ہو گا، کہ حضور ﷺ نے ان کے مقابلہ میں کس حسن کمال سے جمہوریت کا پرچم لہرایا۔ آپ ﷺ نے عرب کی استبدادیت کو فنا کر کے جمہوریت کے استوار کرنے میں ایک شخص کا خون بھی نہیں بہایا۔

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کی مثال

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں جو اس لئے اور صرف اس لئے وقوع پذیر ہوئی کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے۔ صرف اتنے سے مقصد کے لئے یورپ جیسے مہذب ملک نے اربوں روپوں اور کروڑوں ڈالروں پر پانی پھیر دیا۔ اور سینکڑوں جانیں خاک اور خون میں ملا دیں، سینکڑوں جہاز سمندر میں غرق کر دیئے اور تمام دنیا کی تجارت کو تباہ کر دیا۔

اہل دنیا کی لڑائیوں کو جانے دو۔ ذرا مقدسین کے حالات پڑھو۔ کہ انہوں نے کیا کچھ کیا۔ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں یورپ کی مقدس

Marfat.com

مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا' ان کی تعداد لاکھوں سے بھی زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ کی شہادت جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب "اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن" میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت شدہ نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔

اسپین کے مقتولین اکیلے ملک اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو ہلاک کیا تھا جن میں ۳۲ ہزار آدمی زندہ آگ میں جلا دیئے گئے تھے۔

حضور ﷺ کی تدبیر اب ملاحظہ کرو' ذرا سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کامیابی اور عظیم کامیابی ---- جس نے عرب جیسے وسیع ملک میں فریقین کی صرف ۱۰۱۸ قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی' اخلاقی' مادی اور ملی فوائد حاصل کیے' جن کو بحیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔ یقیناً آپ ﷺ جیسا مدبر اور دانشور جرنیل نہ پیدا ہوا اور نہ آئندہ پیدا ہو گا۔

Marfat.com

چھٹا باب

آنحضور ﷺ ایک فاتح کی حیثیت میں

جب ہم دنیا کے مختلف فاتحین کی سیرت پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو صرف آنحضرت ﷺ ہی کی ایک ذاتِ بابرکات ایسی دکھائی دیتی ہے جو صحیح معنوں میں اپنے اندر فاتحانہ شان رکھتی ہے' اور جملہ عیوب و نقائص سے مبراء نظر آتی ہے۔

عام فاتحین کا حال

آپ فاتحین عالم میں سے ایک ایک کی سوانح عمری دیکھیں' اور ان کی خوب ورق گردانی کریں۔ مگر آپ کو ایک فاتح بھی ایسا نظر نہ آئے گا' جس نے مفتوحین پر رحم و کرم کیا ہو۔ اور بجائے لوٹنے اور تباہ کرنے کے بخشش و سخاوت سے کام لیا ہو۔

ایک فاتح جب کسی علاقہ یا ملک کو فتح کر لیتا ہے تو وہ کچھ انتقامی جذبات کے اثر سے اور کچھ ان پر پورا تسلط حاصل کرنے کے خیال سے اپنی پوری قوت صرف کر دیتا ہے۔ لوٹ مار کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ اور کشتوں کے پشتے لگ جاتے ہیں۔

فاتح عرب ﷺ کی شان

مگر حضرت رحمت دو عالم ﷺ کی شانِ رحیمی ملاحظہ ہو۔ جب آپ ﷺ اس شہر کو فتح کرتے ہیں' جس سے بڑے بڑے جور و ستم کے بعد نکالے گئے۔ جس کے رہنے والوں نے آپ کو وہ وہ تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں کہ الامان و الحفیظ۔ جو سارے عرب کی قوت کا مرکز اور کفر و الحاد کا منبع بنا ہوا تھا۔ جس میں آپ ﷺ کے ساتھیوں اور غریب ساتھیوں پر وہ وہ ظلم ہوئے تھے کہ آج ان کے ذکر سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ

Marfat.com

ﷺ اور آپ ﷺ کے وہ ستم رسیدہ ساتھی دس ہزار کی تعداد میں اسے فتح کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔

رحمت و رأفت کے آٹھ دروازے

آپ جانتے ہیں کہ وہ اس وقت کس قدر اپنا انتقام لینے پر تلے ہوئے ہوں گے' اور مکہ والوں کو کچلنے اور فنا کرنے کا کیا کیا ارمان اپنے دل میں رکھتے ہوں گے۔ بے شک اگر آج مکہ کا فاتح محمد ﷺ عربی (فداہ ابی و امی) نہ ہوتا تو دس ہزار قدسی مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔ ایک ایک کافر کے ۱۰۰' ۱۰۰' ٹکڑے کرتے۔ اور اگر ایسا کرتے تو یقیناً وہ فوجی نقطہ نگاہ سے حق بجانب بھی ہوتے۔ مگر نہیں نہیں' اس فاتح عرب ﷺ نے ایسا نہیں ہونے دیا بلکہ اس دانائی اور حکمت سے مکہ فتح کیا' کہ آج دنیا کے بڑے بڑے فاتح اس پر رشک کر رہے ہیں۔

جب دشمن کی قوت ٹوٹ چکی اور وہ پورے طور پر مغلوب ہو گیا۔ تو حضور ﷺ نے اپنی فوج کو حکم دیا۔ کہ شہر میں داخل ہو کر اپنا پورا تسلط اور قبضہ جما لے۔ اور مندرجہ ذیل احکام کو ضرور ملحوظ رکھیں۔

1. جو شخص ہتھیار پھینک دے' اس کو قتل نہ کیا جائے۔
2. جو شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے' اسے قتل نہ کیا جائے۔
3. جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
4. جو شخص ابو سفیانؓ کے گھر چلا جائے' اسے قتل نہ کیا جائے۔
5. جو شخص حکیم بن حزام کے گھر چلا جائے' اس قتل نہ کیا جائے۔
6. جو لوگ بھاگ جائیں ان کا تعاقب نہ کیا جائے۔
7. بوڑھوں' بچوں' عورتوں اور زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے۔
8. قیدیوں کو بھی قتل نہ کیا جائے۔ [1]

---

[1] البدایہ والنہایہ ۳ / ۲۸۸-۲۸۹۔

Marfat.com

ان ہدایات پر غور کیجیے اور بتلایئے کہ کیا یہ نصائح و ہدایات کسی ایسے فاتح کی طرف سے جاری ہو سکتی ہیں، جس کا دل جوش انتقام سے لبریز ہو؟ اور کیا آج تک کسی فاتح، کسی حملہ آور اور کسی ایسے شخص کی طرف سے فوج کو ہدایات جاری ہوئی ہیں، جو تیرہ (۱۳) سال تک مسلسل ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا ہو؟ یقیناً ایک مثال بھی تاریخ عالم میں ایسی پیش نہیں کی جا سکتی۔

یہ آٹھ ہدایات نہیں بلکہ رحمت و رأفت کے آٹھ وسیع اور شاندار دروازے تھے، جن میں ہر ایک خاطی اور گناہ گار، ہر ایک مجرم اور سیاہ کار داخل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ بڑے بڑے بد بخت اور نسلی دشمن بھی رہائی پا گئے۔

حضور ﷺ کا عفو عام

وحشی جس نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔[1]

ہندہ جس نے مرحوم کا گوشت چبایا تھا۔[2]

ہبار جس نے سیدہ زینبؓ کو نیزہ مارا اور حمل گرا دیا تھا۔[3] سب معاف کر دیئے گئے۔

وہ ابو سفیانؓ جو ابو جہل اور ابو لہب کے دوش بدوش ۲۰ سال سے اسلام اور داعی اسلام ﷺ کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دینے پر تلا ہوا تھا جب معہ اپنے دیگر رفقاء و سرداران قریش کے پابجولاں حاضر ہو کر معافی چاہتا ہے۔ تو حضور ﷺ پوچھتے ہیں :

"آج تم مجھ سے کیا امید رکھ سکتے ہو؟"

سب بیک زبان جواب دیتے ہیں کہ "ہمارے جرم ہمارے سامنے ہیں ہم نے

---

[1] [2] بخاری، المغازی: باب قتل حمزة بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حدیث نمبر ۴۰۷۲۔

[3] الرحیق المختوم ص ۵۵۳۔

Marfat.com

جو جو سلوک آپ سے روا رکھے سب یاد ہیں' اب جو سزا آپ چاہیں ہمیں دے سکتے ہیں۔ مگر سنا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ سے کہا تھا:

﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ ﴾

"اللہ کی قسم! بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور یقیناً ہم خطاکار اور قصوروار ہیں۔"

حضور ﷺ نے ہنس کر فرمایا: "جاؤ میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام ہی کی طرح کہتا ہوں۔

﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ﴾

"آج تم پر کوئی الزام اور مؤاخذہ نہیں۔ اللہ تم کو بخش دے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ مہربان ہے۔" [1]

بے شک یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ اپنے دشمن سے بھی محبت کرو' یا اس کے گناہ بخش دو۔ مگر اس پر عمل کر کے دکھانا بہت ہی مشکل ہے اور یہ اسی ذات ستودہ صفات کا کام ہے جسے خداوند عالم نے رحمت عالمیان بنا کر بھیجا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ملوک عالم اور فاتحین دنیا نے انسانی خون کی ارزانی اور مجبور و بے گناہ انسانوں کی تباہی کو جائز رکھا ہے۔ مگر حضور ﷺ کے اس شاندار رویہ اور بہترین سلوک کو دیکھو کہ ایک جواز سے بھی ثابت صورت میں فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔ بلکہ دنیا کے سامنے عفو و کرم اور درگذر و رحم کی وہ مثال پیش کرتے ہیں۔ جو دنیا کا کوئی فاتح نہیں پیش کر سکتا۔

دوسرے فاتحین کا رویہ

سکندر اعظم نے ایران کو جس طرح تہ و بالا کیا' چین کو جس طرح کچلا' ترکستان پر جو کچھ ہوا' تاریخی صفحات

---

[1] تفسیر درمنثور ۳/ ۳۴' اتحاف السعادۃ للمتقین ۸/ ۴۱۔

Marfat.com

میں اب تک موجود ہے۔

نپولین بوناپارٹ دنیا کا سب سے بڑا فاتح سمجھا جاتا ہے۔ مگر فتح ٹولون، فتح پرتگال، فتح اسپین پر اس نے جو غضب ڈھایا۔ وہ خون خوار درندوں سے کم نہیں ہے۔

دیگر فاتحین نے بڑے بڑے ملک اور شہر فتح کیے مگر کس طرح؟ جس شہر یا گاؤں میں گئے، اسے خوب لوٹا یا آگ لگا دی۔ بچے بوڑھے سب تہ تیغ کر دیئے۔ عورتوں کی عصمت دری کی۔ اور بھیڑیوں کی طرح رعیت پر ٹوٹ پڑے۔

ڈین پول کی رائے

مگر حضور ﷺ کے فتح مکہ پر اسلام کے شدید ترین دشمنوں نے جو رائے لکھی ہے، ان میں سے صرف ایک "ڈین پول" کی رائے ملاحظہ فرمالیجیے۔ وہ آپ ﷺ کی فتح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"جب آپ ﷺ مکہ پر حملہ آور ہوئے۔ اور مکہ والوں نے اطاعت قبول کر لی۔ پیغمبر ﷺ کے لیے یہ وقت خون خواری دکھانے کا تھا۔ آپ ﷺ کے مخالف دشمن آپ ﷺ کے قبضہ میں تھے اور پوری طرح ان سے انتقام لیا جا سکتا تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے قریش کے تمام قصور معاف کر دیئے۔ اور فوج اس قدر سکون کے ساتھ شہر میں داخل ہوئی کہ گویا نئی بات ہی نہ تھی۔ اور نہ ہی کوئی گھر لوٹا گیا۔"

"ڈین پول" جیسا عیسائی مؤرخ کس حیرت سے لکھتا ہے کہ "نہ کوئی گھر لوٹا گیا۔" کیونکہ فتح کے موقع پر لوٹ مار اور کشت و خون ایک معمولی بات ہے جو عام طور پر فوجیوں کے ہاتھوں ہو ہی جاتی ہے۔

اسی طرح سر ولیم میور جیسے مخالف کو بھی فتح مکہ پر حضور ﷺ کی داد دینی پڑی ہے۔

فاتح عرب ﷺ کی عادتِ مبارکہ

نبی ﷺ کی عام طور پر عادتِ مبارکہ تھی کہ

Marfat.com

جس علاقے کی طرف رخ کرتے اور جہاں داخل ہوتے پہلے یہ دعا فرمایا کرتے :

"اے اللہ! ہم تجھ سے اس بستی کی اور اس بستی میں رہنے والوں کی اور اس کی تمام چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اور ان سب چیزوں کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔"[1]

فاتح عرب ﷺ کی اپنی قوم کو ہدایت

پھر آپ ﷺ اپنے قول کو عملی جامہ پہنا کر بھی دکھا دیتے۔ اور اپنی فوج کو حکم دیتے ہیں :

- --- "قیام وہاں کرنا جہاں بستی والوں کو تمہاری وجہ سے تکلیف نہ ہو۔"
- --- جو مقابلہ پر آئے اس سے لڑنا۔
- --- بوڑھوں، بچوں، عورتوں پر ہرگز تلوار نہ اٹھانا۔
- --- گوشہ نشینوں، عبادت خانوں میں بیٹھنے والوں کو بھی نہ چھیڑنا۔
- --- جو اطاعت قبول کرے انہیں امان دینا۔
- --- باغوں اور کھیتوں کو خراب نہ کرنا۔[2]
- --- جب وہ زکوٰۃ اور صدقہ دے دیں تو ان کے باقی مال سے تعرض نہ کرنا۔
- --- اور ان کی زکوٰۃ و صدقات کو انہی کے امرا سے لے کر غرباء میں تقسیم کر دینا۔"[3]

کیا دنیا میں کوئی اس قسم کا فاتح گزرا ہے جس نے اپنی فوج کو اس طرح کی

---

[1] صحیح ابن خزیمہ حدیث ۲۵۶۵، صحیح ابن حبان حدیث ۲۳۷۷۔

[2] مؤطا امام مالک ۲/ ۴۴۷-۴۴۸۔ موقوفا عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔

[3] بخاری، کتاب الزکاۃ : باب وجوب الزکاۃ حدیث نمبر ۱۳۹۵، مسلم، الایمان : باب الدعاء الی الشہادتین حدیث نمبر ۱۹۔

Marfat.com

ہدایات دی ہوں؟ اور دنیا میں امن و امان قائم کرنے کی خاطر ملک فتح کیا ہو؟

یقیناً نہیں' اس سلسلے میں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی ہوا ہے اور نہ ہو گا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں سے سلوک

ایک دوسری چیز جو کسی فاتح میں خصوصیت سے دیکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے' کہ اس کا سلوک فوجی قیدیوں کے ساتھ کیسا رہا۔ یعنی مخالفین کے جو لوگ اثنائے جنگ میں قید ہو گئے' یا بعد فتح بحیثیت قیدی اسیر ہوئے ان کے ساتھ وہ فاتح کس طرح پیش آتا رہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا جس قدر فاتحین عالم اس وقت ہمارے سامنے ہیں ان میں سے ایک بھی ہمیں نظر نہیں آتا جو قیدیوں سے بحسن سلوک پیش آیا ہو۔ اور اس نے ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا ہو۔ اور بلا چون و چرا انہیں معاف کر دیا ہو۔ بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ جو سب سے بڑے فاتح تھے وہ دشمن کے ساتھ سب سے زیادہ سختی کرتے رہے اور قیدیوں پر مظالم ڈھاتے رہے اور انہیں موت کے گھاٹ اتارتے رہے اور علاقوں کے علاقے فنا کرتے رہے۔

قیدیوں کے بارے میں دنیا کا دستور

خود عرب کا یہ دستور تھا کہ اسیران جنگ کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا تھا۔ اور دورانِ جنگ وہ وہ حرکتیں کی جاتیں کہ انسانیت کو شرم آتی تھی۔

وہ اسیران جنگ کے دو ہی مصرف سمجھتے تھے۔ یا تو انہیں قتل کر دیتے یا غلام بنا لیتے تھے۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں صورتوں کو ناپسند فرمایا۔ اور ان سب قیدیوں کو یا تو مفت ہی چھوڑ دیا یا معمولی فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔ [1] اور یاد رکھنا چاہیے کہ حضور کے عہد ہمایوں سے قبل کبھی بھی قیدیوں سے یہ سلوک نہ ہوا تھا۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ محمد آیت نمبر ۴

Marfat.com

بلکہ عرب چھوڑ ساری دنیا میں بھی یہ نہ ہوتا تھا- اور ہر ملک میں اسیران جنگ کے ساتھ دو ہی سلوک کیے جاتے تھے' قتل یا غلامی-

مگر حضور ﷺ نے آئین عرب میں اس نئے قانون کا اضافہ فرمایا- کہ جنگی قیدیوں کو مفت یا فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے یا تبادلہ کر لیا جائے-

آج بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا- بلکہ اس قدر زیادتی اور بڑھ گئی ہے- کہ تاوان جنگ ہزیمت خوردہ فریق پر اس قدر ڈال دیا جاتا ہے- اور طرح طرح کی پابندیاں ایسی عائد کر دی جاتی ہیں- کہ پھر اس کا ترقی کرنا اور ابھرنا محال ہو جاتا ہے- چنانچہ گذشتہ جنگ یورپ کا خاتمہ جن اندوہناک نتائج پر ہوا' وہ عالم انسانیت کے لیے ہمیشہ وجہ ماتم بنا رہے گا- جرمنی پر اس قدر تاوان عائد کیا گیا- اور ایسی شرائط اس پر لگا دی گئیں کہ شاید اب سو برس تک بمشکل پنپ سکے گا- اور صرف یہی نہیں' بلکہ کھربوں پونڈ تاوان بھی اس کے ذمہ ڈال دیا گیا- اور فوج پر پابندیاں لگا دی گئیں کہ محدود تعداد سے زیادہ نہیں رکھ سکتا- (یہ پہلی جنگ ۱۹۱۴ء کا تذکرہ ہے)

اس کے مقابلہ پر حضور ﷺ کا سلوک مخاصم و حریف فریق کے ساتھ دیکھو- کسی جنگ میں بھی اس قسم کی پابندی عائد نہیں کی گئی' اور نہ ہی کسی سے تاوان جنگ کبھی وصول کیا-

حضور ﷺ کی اسیران جنگ سے مروت

اسیران جنگ کے ساتھ جو سلوک حضور ﷺ نے فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تقریباً تمام قیدیوں کو رہا فرما دیا- بعض سے برائے نام فدیہ لیا- اور بہتوں کا فدیہ اپنے پاس سے ادا فرما کر ان کو رہا کر دیا- اجمالی ذکر ملاحظہ ہو :-

دشمن قیدی کا بیان

(۱) سب سے پہلے غزوہ بدر میں ۷۲ قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے- حضور ﷺ نے دو دو چار چار کر کے صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیئے- اور ارشاد فرمایا کہ انہیں آرام کے ساتھ رکھنا-

Marfat.com

صحابہؓ نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا۔ کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر گزر بسر کرتے تھے۔ ان میں ایک قیدی کا بیان ہے:

"مجھ کو جن انصار نے اپنے گھر میں رکھا۔ جب کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں کھاتے۔ مجھ کو شرم آتی۔ اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا۔ لیکن وہ بہ اصرار مجھے یہ کہہ کر واپس کر دیتے' کہ ہمیں حضور ﷺ کا حکم یہ ہے کہ ہم تمہیں مہمانوں کی طرح عزت و احترام سے رکھیں۔" [1]

حضرت عمرؓ کی ایک رائے

(۲) انہیں قیدیوں میں سے ایک شاعر تھا' جو عام مجمع میں حضور ﷺ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے کہا:

"یا رسول اللہ ﷺ! اس کے دو نچلے دانت اکھڑوا دیجیے' تاکہ پھر اچھی طرح بول نہ سکے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "نہیں ' نہیں !! ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اگر آج ہم اس کے عضو بگاڑیں گے تو کل اللہ تعالیٰ ہمارے عضو بگاڑ دے گا۔" [2]

یعنی سرورِ کونین ﷺ نے دشمنوں پر زیادتی پسند نہ کی۔

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا مشورہ

(۳) پھر آپ ﷺ نے صحابہؓ کرام (مجلس شوریٰ) سے مشورہ لیا' کہ "تمہاری ان قیدیوں کے متعلق کیا رائے ہے؟"

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "فدیہ لے کر سب کو رہا کر دینا چاہیے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "یہ لوگ کفر و شرک کے امام ہیں۔ خدا نے ہم کو ان پر

---

[1] سیرت ابن ہشام ۲/ ۲۹۹ و بعدہ تاریخ الطبری ۲/ ۴۶۰-۴۶۱۔

[2] سیرت ابن ہشام ۲/ ۳۰۴۔

Marfat.com

غلبہ دیا ہے۔ اس لیے مسلمان کے خون کا اور ان پر انہوں نے جو جو ظلم کیے تھے' ان کا قصاص و انتقام لینا چاہیے۔ اور ان کی گردنیں اڑا دینی چاہیں حضور ﷺ نے جو آئینہ رحمت تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے مشورہ کو پسند فرمایا۔ اور سب سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔[1]

آپ ﷺ کا بے پایاں لطف و کرم

یاد رہے کہ حضور ﷺ کے سامنے بحیثیت فاتح ہونے کے کل ۶۵۶۴ قیدی پیش ہوئے۔ جن میں سے صرف دو کو آپ ﷺ نے محض ان کے سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیا اور باقی سب کو ازراہ لطف و کرم رہا کر دیا۔ اور لطف یہ کہ ان قیدیوں پر کسی قسم کی پابندی بھی عائد نہیں کی۔ مثلاً یہ کہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف سازش نہ کرنا یا ان کے دشمنوں کو مدد نہ دینا یا ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنا وغیرہ اس قسم کی کوئی بھی شرط عاید نہیں کی۔

غزوۂ بنی مصطلق کے قیدی

(۴) اسیرانِ جنگ بدر کے بعد غزوۂ بنو مصطلق میں ایک سو نوے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ مگر ان سب کو حضور ﷺ نے بلا کسی فدیہ اور معاوضہ کے رہا کر دیا۔ ان قیدیوں کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے ہمارے ساتھ بچوں کا سا سلوک کیا یعنی جس طرح بچوں کی راحت و آرام کا لحاظ رکھا جاتا ہے ویسا ہی ہمارے آرام کا خیال رکھا۔[2]

غزوۂ حنین کے قیدی

(۵) سب سے زیادہ اور سب سے بڑی تعداد قیدیوں کی غزوۂ حنین میں آئی تھی۔ یعنی چھ ہزار مرد و زن اسیر ہوئے تھے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد حضور ﷺ میدان جنگ کے قریب ہی قیام فرما

---

[1] مسند احمد ۳/ ۲۴۳۔

[2] سیرۃ ابن ہشام ۳/ ۳۰۷'۳۰۸۔

Marfat.com

تھے۔ اور مال غنیمت کو تقسیم نہیں فرمایا تھا کہ قبیلہ ہوازن جس نے حملہ کیا تھا' اس کے چھ سردار حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رحم کی درخواست پیش کی۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حیاتِ مکی کے زمانہ میں جب حضور ﷺ دعوت اسلام کے لیے طائف تشریف لے گئے تھے تو حضور ﷺ پر پتھر برسائے تھے اور اس قدر سنگ باری کی تھی کہ جسم اطہر لہو لہان ہو گیا تھا۔ اور پاؤں سے جب آپ نے جوتا اتارنا چاہا' تو وہ خون سے جم گیا تھا۔ اور پاؤں سے نہ اترتا تھا۔ ان سنگ دلوں نے اس قدر پتھر مارے تھے کہ حضور ﷺ بے ہوش ہو گئے تھے اور حضرت زیدؓ اپنے کندھوں پر حضور ﷺ کو اٹھا کر لائے تھے۔ بہرحال یہ لوگ تھے جنہوں نے حضور ﷺ سے رحم کی اپیل کی تھی۔

حضور ﷺ کی شان رحمت و رأفت

اب حضور ﷺ کا جواب سنو اور انصاف سے کہو کہ سوائے اس شخص کے جس کو حق تعالیٰ نے رحمت عالم و عالمیان بنا کر بھیجا ہو اور جس کو رب العالمین نے رؤف رَّحِیم کے خطاب بلند سے مخاطب فرمایا ہو' کوئی اور بھی ایسا جواب دے سکتا ہے؟

جب ان لوگوں نے رحم کی درخواست کی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"میں تمہارا انتظار کر ہی رہا تھا۔"

واقعہ یہ تھا کہ حصول فتح کے بعد دو ہفتہ تک حضور ﷺ نے اس انتظار میں مال غنیمت کو بھی تقسیم نہ فرمایا تھا۔ اور اسی جگہ قیام فرما تھے۔ (اللہ اللہ! کیا شان رحمت و رأفت تھی کہ ان دشمنوں پر لطف و کرم فرمانے کے لیے جو جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے آپ انتظار فرما رہے تھے)۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "کہ میں اپنے حصہ کے اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدی بآسانی چھوڑ سکتا ہوں۔ اور اگر میرے ساتھ انصار و مہاجر ہی

Marfat.com

ہوتے تو سب کو چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ اس لیے تم لوگ کل صبح نماز کے بعد آنا۔ اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا' اس وقت کوئی صورت نکل آئے گی۔"

چنانچہ دوسرے دن وہ سردار آئے۔ اور قیدیوں کی درخواست رحم پیش کی۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

"میں اپنے اور بنو عبدالمطلب کے حصے کے تمام قیدی بغیر کسی معاوضے کے آزاد کرتا ہوں۔"

حضور ﷺ کی زبانِ اقدس سے یہ سن کر بھلا وہ انصار و مہاجرین کس طرح انکار کر سکتے تھے' جو حضور ﷺ کی مرضی پر جانیں قربان کیا کرتے تھے۔ سب بول اٹھے:

"ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بغیر کسی معاوضہ اور شرط کے آزاد کرتے ہیں۔"

اب وہ لوگ رہ گئے جو آپ ﷺ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اور ان میں سے زیادہ تعداد غیر مسلموں کی تھی۔ ان کو حضور ﷺ کا طرز عمل بہت ہی عجیب و غریب معلوم ہوا کہ "دشمن کے قیدیوں کو بلا شرط اور بغیر معاوضہ کے رہا کر دیا جائے۔" کیونکہ انہوں نے تو کبھی ساری عمر یہ طرز عمل دیکھا ہی نہ تھا۔ وہ تو یہ جانتے تھے کہ قیدی صرف اس لئے ہے کہ قتل کر دیا جائے یا غلام بنا کر رکھا جائے' یا فروخت کر ڈالا جائے۔ غرض یہ کہ ان لوگوں نے قیدیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اس انکار کے بعد حضور ﷺ نے ان کو بلایا اور گفتگو کے بعد ہر ایک قیدی کا معاوضہ چھ اونٹ قرار پایا۔ چنانچہ حضور ﷺ فاتح اعظم ﷺ نے اپنے پاس سے ان کی قیمت عطا فرما دی۔ اور اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ ان تمام قیدیوں کو اپنے پاس سے چھ ہزار جوڑے مصری لباس کے پہنا کر رخصت فرمایا۔

Marfat.com

حاتم طائی کی بیٹی سے سلوک

(۶) اسی طرح ایک جنگ میں حاتم طائی کی لڑکی گرفتار ہو کر آئی تو آپ ﷺ نے اسے کمال عزت و احترام سے رکھا اور فرمایا کہ کوئی تمہارے شہر کا آجائے تو تمہیں اس کے ساتھ رخصت کر دوں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو اور اس کے تمام خاندان کے قیدیوں کو رہا کر دیا۔[1]

قیدیوں پر مزید احسان

(۷) حضرت عباسؓ جب دوسرے قیدیوں کے ساتھ ایک قیدی کی حیثیت سے پیش ہوئے تو صحابہؓ نے پہلی رات سب کی مشکیں باندھ دیں۔ تاکہ بھاگ نہ جائیں۔ چونکہ سب قیدی مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیئے گئے تھے' اس لیے جب حضور ﷺ نماز کے لیے اٹھے تو کراہنے کی آواز سنی۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ "ان کی مشکیں ذرا زور سے باندھ دی گئی ہیں۔ اور وہ شدت درد سے بلبلا رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے اسی وقت حکم دیا: کہ "ان کی مشکیں کھول دو' تاکہ ان کو تکلیف نہ ہو۔[2]

جارج سیل کی رائے

حضور ﷺ نے قیدیوں کی تکلیف کو جس قدر محسوس کیا اسے دیکھ کر جارج سیل جیسا کٹر عیسائی مؤرخ لکھتا ہے:

"دنیا میں اسلام کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی جس کی مثال موجود نہیں۔ اسے نہ صرف عربوں نے قبول کیا' بلکہ جہاں کہیں اس کا غلغلہ بلند ہوا' وہیں گردنیں جھک گئیں۔ لیکن کیوں؟ اسلام کی تعلیم کے لیے جو شخص مقرر ہوا تھا۔ اس کے پہلو میں ایک ایسا دل تھا جو اپنے جیسے انسانوں کی مصیبت

---

[1] بیہقی فی دلائل النبوۃ ۵ / ۳۴۱' ۳۴۲' سیرت ابن ہشام ۴ / ۲۲۵-۲۲۶۔

[2] سیرت ابن ہشام ۲ / ۲۹۹ و بعدہ تاریخ الطبری ۲ / ۴۶۰-۴۶۱۔

Marfat.com

دیکھ کر تڑپ جاتا تھا۔" سچ ہے کہ:

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ۔

"یعنی فضیلت و شرف تو یہ ہے کہ جس کی دشمن بھی شہادت دیں۔"

چنانچہ غیر مسلم بھی آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ اور اس بات پر ذرا مبالغہ نہیں کہ آپ جیسا کامیاب اور ہمہ صفت موصوف فاتح آج تک ہوا ہے نہ قیامت تک ہو گا۔

Marfat.com

ساتواں باب

آنحضور ﷺ ایک حکمران کی حیثیت میں

جب ہم حضور سرور عالم ﷺ کو ایک حکمران کی حیثیت میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے عنانِ سلطنت کو ہاتھ میں لیتے ہی جو جو کام کیے وہ جملہ ملوک عالم میں سے اور کوئی حکمران بھی سرانجام نہیں دے سکا۔ آپ ﷺ نے عرب کی حکومت ہاتھ میں کیا لی' عرب کی کایا ہی پلٹ دی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ انقلاب برپا ہوا کہ دنیا حیران رہ گئی۔

پیغمبرانہ انقلاب آپ ﷺ نے تھوڑے ہی عرصہ میں عرب کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ اس کی تاریکی و جہالت کو نور و علم سے بدل دیا۔ باطل پرستی کو حق پرستی سے' نفس پروری اور خود غرضی کو ہمدردی سے--- ظلم و تکبر کو عدل و انکساری سے--- گستاخی و سرکشی کو ادب و اطاعت سے-- اور فاقہ کشی کو آسائش و خوش حالی سے تبدیل کر دیا۔ جہاں انسان انسان سے محفوظ نہ تھا' وہاں شیر بکری ایک گھاٹ میں پانی پینے لگے۔ جہاں خونِ انسانی کی کوئی قدر نہ تھی وہاں چرند پرند کی حفاظت فرض ہو گئی۔ جہاں غلام کوڑی کوڑی کو بک کر نشانہ ظلم بنتا تھا وہاں غلاموں کو درجہ سرداری ملا۔ جہاں عورت باعث عار تھی' وہاں باعث رحمت اور محبوب ترین چیز ہو کر مقام ناز پر کھڑی کی گئی۔ جہاں مسافر لوٹے جاتے تھے' وہاں مسافر و مہمان کے لئے اپنے پیٹ کی روٹی وقف ہو گئی۔

حالت مظلومیت میں جو فرمایا تھا: "صنعا سے حضرموت تک ایک شخص اکیلا

Marfat.com

سفر کرے گا۔ اور اسے سوائے رب کے کسی کا ڈر نہ ہو گا اور قادسیہ سے اکیلی عورت سونا اچھالتی ہوئی کعبہ کو آئے گی اور اس کا کوئی بال بیکا نہ کر سکے گا۔" [1]

یہ قول اس وقت کے حالات کے ماتحت ناممکن تھا۔ مگر چند ہی سالوں میں جن کانوں نے یہ آواز سنی تھی ان کی آنکھوں نے یہ نظارے بھی دیکھ لئے۔

عرب کے پر امن حالات

یہی وجہ تھی کہ یہود اور عیسائیوں نے یہ حالات سن کر اور یہ انقلاب دیکھ کر رعایا بننے کی درخواستیں کیں۔ یہی وہ آپ ﷺ کی حکومت کے آئین تھے، جنہیں سن کر قیصر روم نے دربار عام میں اقرار کیا تھا کہ اگر یہ سچ ہے تو میری قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور ہو کر رہا۔ [2]

چنانچہ شاہ حبش نے بھی سر اطاعت جھکا لیا۔ شاہانِ ایران اور حبش و شام کے تحائف عقیدت بھرے الفاظ کے ساتھ شاہ عرب ﷺ کے قدموں میں آنے لگے۔

حضور ﷺ کی سربراہانِ مملکت سے خط و کتابت

الغرض جب نبی ﷺ نے کامل طور پر حکومت عرب کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی، تو پھر مختلف ممالک کے بادشاہوں سے خط و کتابت شروع کر دی۔ ان کے پاس دعوت اسلام کے لئے اپنے سفیر بھیجے۔ اپنے نام مبارک کی ایک مہر بنوائی، تاکہ ان مکاتیب پر لگائی جائے جو بادشاہوں کے نام بھیجے جائیں۔ [3] حالانکہ اس سے قبل حضور ﷺ نے کبھی مہر کی ضرورت محسوس نہیں

---

[1] مسند احمد ۴ / ۲۵۷، ۲۵۸۔

[2] بخاری، بدء الوحی: باب ٦، حدیث نمبر ۸۔ مسلم، الجهاد: باب کتاب النبی ﷺ الی هرقل ملک الشام حدیث نمبر ۱۷۷۱۔

[3] بخاری، العلم: باب مایذکر فی المناولة حدیث نمبر ٦۵۔ مسلم اللباس: باب فی اتخاذ النبی ﷺ خاتما حدیث نمبر ۵٦ / ۲۰۹۲۔

Marfat.com

فرمائی تھی۔

(۱) شاہ حبش کے پاس آپ کا سفیر، نامہء مبارک لے کر گیا۔ یہ بادشاہ عیسائی تھا۔ آپ کی چٹھی دیکھ کر اور خالت سن کر مسلمان ہو گیا۔[۱]

(۲) شاہ بحرین کے پاس جب آپ ﷺ کا سفیر پہنچا تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ اور اس کی رعایا کا اکثر حصہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔[۲]

(۳) شاہ عمان کے پاس جب آپ ﷺ کا سفیر پہنچا تو اس کے بھائی نے عمرو بن عاصؓ (سفیر اسلام) سے ملاقات کی اور بہت سی باتیں دریافت کیں۔ پھر کہا:

"مذہب تو اچھا ہے مگر ہمارا ملک ہاتھ سے جاتا ہے۔"

عمروؓ بن عاص نے کہا: "اگر تمہارا بھائی دین قبول کر لے گا، تو نبی ﷺ اسی کو اس ملک کا بادشاہ رہنے دیں گے، کیونکہ حضور ﷺ کسی سے اس کا ملک نہیں چھینا کرتے۔"

دوسرے دن سفیر کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نے کہا:

"دیکھو میں نے اس معاملہ پر خوب غور کیا ہے۔ اگر میں ایسے شخص کی اطاعت قبول کر لوں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی۔ تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا۔ حالانکہ اگر اس کی فوج ہمارے ملک میں آئے تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ تمہیں کبھی اس کا سابقہ نہ ہوا ہو۔"

حضرت عمروؓ بن عاص نے کہا: "بہتر ہے میں کل واپس چلا جاؤں گا۔"

بادشاہ نے کہا: "نہیں کل تک ٹھہرو۔ ہم مزید غور کریں گے۔"

دوسرے روز بادشاہ نے انہیں اپنا آدمی بھیج کر بلایا اور مسلمان ہو گیا۔ اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا۔[۳]

---

[۱] تا [۳] دیکھئے زادالمعاد ۳ / ۶۸۸-۶۹۷، اور تاریخ الطبری ۲ / ۶۴۴-۶۵۷۔

Marfat.com

(۴) منذر بن حارث شاہ دمشق کے پاس جب آپ ﷺ کا سفیر پہنچا۔ تو وہ پہلے خط مبارک کو دیکھ کر بہت بگڑا۔ کہا: "میں خود مدینہ پر حملہ کروں گا۔"[1]

بالآخر سفیر کو باعزت رخصت کیا۔ البتہ مسلمان نہ ہوا۔

شاہ یمامہ و اسکندریہ

(۵) حاکم یمامہ عیسائی المذہب تھا۔ سفیر' نامہ' مبارک لے کر گئے۔ تو اس نے کہا: "اگر اسلام پر میری آدھی حکومت تسلیم کر لی جائے تو مسلمان ہو جاؤں گا۔"

چنانچہ اس جواب سے تھوڑے دنوں بعد وہ مر گیا۔[2]

(۶) مقوقس شاہ اسکندریہ و مصر' عیسائی المذہب تھا۔ جب سفیر اس کے پاس خط لے کر گئے تو وہ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ آپ کے نامہ مبارک کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر اوپر مہر لگا دی اور خزانہ میں رکھوا دیا۔ پھر حضور ﷺ کے لئے بہت سے تحائف بھیجے' دلدل مشہور خچر اسی نے تحفہ میں بھیجا تھا۔[3]

خسرو پرویز

(۷) خسرو پرویز کسریٰ ایران نصف مشرقی دنیا کا بادشاہ تھا۔ زرتشتی مذہب رکھتا تھا۔ جب آپ ﷺ کا نامہ مبارک دیکھا تو غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا۔ خط کو چاک کر دیا۔ اور کہا کہ "میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے۔ اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔"

اس کے بعد یمن کے وائسرائے کو (جو اس کا نائب السلطنت تھا اور عرب اس کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا) حکم بھیجا: "کہ اس شخص (نبی کریم ﷺ) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔"

جب اس کے افسر معہ فوجی دستہ کے طائف پہنچے تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں کہ "اب محمد (ﷺ) ضرور تباہ ہو جائے گا۔ اور اسے اپنی بادشاہی کا مزہ

---

[1] تا [3] دیکھئے زاد المعاد ۳ / ۶۸۸-۶۹۷' اور تاریخ الطبری ۲ / ۶۴۴-۶۵۷۔

Marfat.com

بھی آجائے گا۔ کیونکہ شہنشاہ کسریٰ نے اسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم بھیجا ہے۔"

جب یہ افسر مدینے میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"آج تمہارے بادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا ہے۔ جاؤ تحقیق کرو۔"

افسر یہ خبر سن کر یمن لوٹ گئے۔ وہاں وائسرائے کے پاس سرکاری اطلاع آ چکی تھی۔ کہ "خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ اور تخت کا مالک اب شیرویہ ہے جو باپ کا قاتل ہے۔"

جو سفیر نبی ﷺ نے بھیجا تھا۔ اس نے واپس آکر عرض کیا کہ "شاہ ایران نے نامہ مبارک چاک کر ڈالا۔"

اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: ((مَزَّقَ مُلْکَهٗ)) یعنی اس نے اپنی قوم کے فرمان سلطنت کو چاک کر دیا ہے۔"

کسریٰ کے مرنے کے بعد وائسرائے یمن نے خود بخود تحقیقات کیں اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس کے درباری اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہو گیا۔[1]

شاہ قسطنطنیہ

(۸) ہرقل' شاہ قسطنطنیہ یا رومہ کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور بادشاہ عیسائی المذہب تھا۔ جب اس کے پاس سفیر اسلام دحیہ کلبی' بیت المقدس پہنچا۔ تو اس نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار لگایا۔ اور خط ملاحظہ کرنے کے بعد دیر تک نبی ﷺ کے متعلق باتیں دریافت کرتا رہا اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا۔ حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ کا آیا ہوا موجود ہو' تو پیش کیا جائے۔

اتفاق سے ان دنوں ابوسفیان معہ دیگر تاجرانِ مکہ شام آیا ہوا تھا۔ اسے

---

[1] تاریخ الطبری ۲/ ۶۵۴-۶۵۶- اور البدایہ والنہایہ ۴/ ۲۶۸-۲۶۹-

Marfat.com

بیت المقدس پہنچایا گیا۔ اور دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا کہ میں ابوسفیان سے سوال کروں گا۔ اگر یہ کوئی جواب غلط دے تو مجھے بتا دینا۔

قیصر اور ابوسفیان

ابوسفیان ان دنوں نبی ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دیں گے تو میں بہت باتیں بناتا مگر اس وقت مجھے قیصر کے سامنے سچ سچ ہی کہنا پڑا۔ قیصر اور ابوسفیان کے درمیان جو سوال جواب ہوئے وہ یہ ہیں :

قیصر : محمد کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان : "شریف و عظیم"

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا: "سچ ہے نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں۔ تاکہ اس کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو۔"

قیصر : محمد سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔؟

ابوسفیان : "نہیں!"

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا۔ کہ وہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور نقل کرتا ہے۔"

قیصر : نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا؟ یا اس پر جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت لگائی گئی تھی؟

ابوسفیان : "نہیں!"

ہرقل نے اس جواب پر کہا: یہ نہیں ہو سکتا، کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا ہو وہ اللہ پر جھوٹ باندھے۔

قیصر : اس کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان : نہیں!

Marfat.com

ہرقل نے اس جواب پر کہا: اگر ایسا ہوتا' تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

قیصر : محمد کے ماننے والے غریب مسکین لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ؟

ابو سفیان : مسکین اور حقیر لوگ۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا: ہر نبی کے پہلے ماننے والے مسکین اور غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔"

قیصر : کیا ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے؟

ابو سفیان : بڑھ رہی ہے!

ہرقل نے کہا: ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

قیصر : کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟

ابو سفیان : نہیں!

ہرقل نے کہا: لذت ایمان کی یہی تاثیر ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی ہے اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے تب جدا نہیں ہوتی۔"

قیصر : یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو بھی توڑتا ہے؟

ابو سفیان : نہیں! لیکن امسال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے۔ دیکھئے کیا انجام ہو!

ابو سفیان کہتا ہے کہ میں اس جواب میں اتنا فقرہ ایزاد (زیادہ) کر سکا تھا۔ مگر قیصر نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور یوں کہا؟ بے شک نبی عہد شکن نہیں ہوتے۔ عہد شکنی دنیا دار کیا کرتا ہے۔ نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔ انہیں ایسی باتوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

Marfat.com

قیصر : کبھی اس شخص کے ساتھ آپ کی لڑائی ہوئی ہے؟

ابو سفیان : ہاں!۔

قیصر : جنگ کا نتیجہ کیا ہوا؟

ابو سفیان : کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (احد میں)۔

ہرقل نے کہا: اللہ کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ لیکن آخر کار اللہ کی مدد اور فتح ان کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

قیصر : اس کی تعلیم کا خلاصہ کیا ہے؟

ابو سفیان : ایک اللہ کی عبادت کرو۔ باپ دادا کے طریق (بت پرستی) کو چھوڑ دو۔ نماز، روزہ، سچائی، پاک دامنی، صلہ رحمی کی پابندی کرو۔"

ہرقل نے کہا: "نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتلائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں ہو گا۔ ابو سفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں۔ تو وہ ایک روز اس جگہ پر جہاں میں بیٹھا ہوں (شام و بیت المقدس) پر ضرور قابض ہو جائے گا۔ کاش! میں اس کی خدمت میں پہنچ سکتا۔ اور اس کے پاؤں دھویا کرتا۔"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ ارا کین دربار سن کر بہت چیخے اور چلائے۔ جس پر ہم کو دربار سے باہر نکال دیا گیا میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلت کا نقشہ اور آنحضرت ﷺ کی آئندہ عظمت کا یقین ہو گیا۔[1]

(۹) ثمامہ جو نجد کا حکمران تھا۔ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔[2]

---

[1] بخاری، بدء الوحی: باب ۶، حدیث نمبر۸۔ مسلم الجھاد: باب کتاب النبی ﷺ الی ھرقل ملک الشام حدیث نمبر۱۷۷۱۔

[2] بخاری، المغازی: باب وفد بنی حنیفۃ حدیث نمبر ۴۳۷۲۔ مسلم، الجھاد: باب ربط الاسیر و حبسہ حدیث نمبر ۱۷۶۴۔

Marfat.com

(۱۰) جبلہ جو عرب کی مشہور و قدیم سلطنت غسان کا حکمران تھا وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ [1]

(۱۱) مروہ بن عمرو خزاعی جو علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا' وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

(۱۲) اکیدر دومتہ الجندل کا حکمران مطیع و منقاد ہو کر مسلمان ہو گیا۔ [2]

یہ وہ حکمران اور بادشاہ ہیں جنہیں حضور ﷺ نے بحیثیت بادشاہ ہونے کے مخاطب فرمایا اور دعوت اسلام دی۔ اور جو مسلمان ہو گئے ان کا ملک انہیں تفویض کیا۔ اور جنہوں نے انکار کیا۔ انہیں پھر شاہانہ طور پر چیلنج دیا کہ مطیع ہو کر رہو یا تلوار سے فیصلہ کر لو۔

حضور ﷺ کے حکومتوں سے معاہدے

ایک حکمران کے لئے یہ بھی ضروری اور نہایت ضروری ہے کہ وہ دوسری سلطنتوں' حکومتوں یا قوموں کے ساتھ ایسے معاہدے کرے' جو اس کے استحکام کے لئے ضروری اور مفید ثابت ہوں۔ ان معاہدوں کے لئے نہایت مدبر' دور اندیش اور عالی دماغ اشخاص کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ فی زمانہ سب حکومتوں نے اس کام کے لئے الگ الگ محکمے بنا رکھے ہیں۔ مگر حضور ﷺ ہیں کہ سب کام خود ہی کئے جاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ کام پھر ایسے ہوتے ہیں' جو سب پر سبقت رکھتے ہیں۔ اور سبھی ان کا لوہا تسلیم کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے مدینہ پہنچ کر اپنی سیاسی زندگی میں سب سے پہلے یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کیا جائے تاکہ نسل اور

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۴ / ۲۵۵۔

[2] سیرۃ ابن ہشام ۴ / ۱۶۹-۱۷۰' اور البدایہ والنہایہ ۶ / ۳۵۴-۳۵۵۔

Marfat.com

مذہب کا اختلاف قومیت کی وحدت سے مبدل ہو جائے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے اعانت ملتی رہے۔

معاہدۂ یہود | سب سے پہلے یہود کے ساتھ معاہدہ ہوا اور وہ حسب ذیل ہے :

"یہ تحریر محمد نبی (ﷺ) کی طرف سے مسلمانوں کے درمیان جو قریش یا یثرب کے باشندے ہیں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جو کاروبار میں ان کے شریک ہیں۔ یہ سب لوگ ایک ہی سمجھے جائیں گے۔ بنی عوف کے یہودی اور مسلمان ایک قوم ہیں۔ جو ان معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا مسلمان ان کی مدد کریں گے۔ مسلمانوں کے تعلقات اپنی معاہد قوموں کے ساتھ خیر خواہی' خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے' ضرر اور گناہوں کے نہ ہوں گے۔ جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔ یہودیوں کی دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔ کوئی اپنے معاہد کے ساتھ مخالفانہ کاروائی نہ کرے گا۔ مظلوم کی امداد اور نصرت کی جائے گی۔ مدینہ کے اندر کشت و خون کرنا اس معاہدہ کی رو سے سب پر حرام ہو گا۔ ہمسائے بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائیں گے۔ اور اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول محمد (ﷺ) کے مطابق سلجھایا جائے گا۔" [1]

اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہوں گے۔ اور حضور ﷺ نے گرد و نواح کے بہت سے قبائل کو بھی اس معاہدہ میں شامل کر لیا' اور انہوں نے

---

[1] سیرت ابن ہشام ۲ / ۱۴۷-۱۴۸۔

Marfat.com

بھی دستخط کر دیئے۔ جس سے حضور ﷺ کو دو فائدے متصور تھے' جو یہ ہیں :

معاہدہ یہود کے فوائد

(۱) جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی ہے اور خلق خدا کے خون سے اللہ کی زمین ہمیشہ رنگین رہتی ہے اس کا انسداد ہو جائے گا۔

(۲) قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکیں گے۔

یہ اور اس قسم کے کئی معاہدے ہیں' جو حضور ﷺ نے ایک حکمران ہونے کی حیثیت سے ہمسایہ قوم یا سلطنتوں سے کئے اور وہ سب بجائے تلوار چلانے کے صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لئے تھے۔

کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا؟

کہاں ہیں وہ مستشرقین اور عیسائی جو کہتے ہیں' کہ اسلام تلوار سے پھیلا' وہ آئیں اور حضور ﷺ کے ان معاہدات کو پڑھیں اور پھر متی باب ۱۵ درس ۳۴ پر قول مسیح "مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔" کو بھی غور سے دیکھیں اور پھر انصاف سے کہیں' کہ امن پھیلانے والا کون تھا؟

آپ ﷺ کی سادگی

شاہ عرب نہیں بلکہ شاہ دو جہان ہونے کے باوجود بھی نبی ﷺ کی طبیعت میں اس قدر سادگی تھی کہ جب آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے ہوتے تو کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ ان میں بادشاہ کون ہے اور دربان کون؟ آپ ﷺ نے دربار عام میں بیٹھنے کے لئے کوئی خاص نشست گاہ نہ بنا رکھی تھی' کہ جس سے امتیاز ہو سکتا۔ نہ تخت تھا نہ کرسی تھی' نہ پلنگ تھا نہ قالین تھا۔ نہ کوئی الگ تھلگ ایوان یا ہاؤس تھا' جیسا کہ بڑے حکمرانوں اور بادشاہوں کے ہوتے ہیں۔ بلکہ عام طور پر حضور ﷺ فرش ہی پر تشریف رکھ لیا کرتے تھے۔ یا جہاں آپ ﷺ کے دوست بیٹھے ہوتے وہیں بیٹھ جاتے۔ اور اسی جگہ مقدمات سنتے' اسی

Marfat.com

جگہ فیصلے دیتے' وہیں درس ہوتا' وہیں اصلاح اخلاق پر لیکچر ہوتے' وہیں فوجیں مرتب ہو جاتیں- وہیں سے حکومتوں کے ساتھ نامہ و پیام جاری ہوتے- نہ الگ الگ کمرے تھے' نہ دفتر تھے' نہ محکمے تھے- صرف ایک ہی مسجد تھی' وہ بھی ٹوٹی پھوٹی اور کچی' جو ایوان صدر اور پارلیمنٹ ہاؤس کے سب کام دیتی تھی-

مگر بایں ہمہ سادگی پسند' غریب نواز ہستی کے رعب داب کا یہ عالم تھا کہ مخالفین جب حضور ﷺ کے سامنے آتے تو کانپ جاتے-

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور کچھ جھجک سا گیا- حضور ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا: "ڈرو نہیں میں ایک غریب قریش عورت کا بیٹا ہوں' جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی-"[1]

سواری کے لئے بھی کوئی خاص اہتمام نہ تھا- ایک گدھا تھا- جس کی لگام کھجور کے چھلکوں کی تھی- بس یہ تھی شہ دو جہاں ﷺ کی عام سواری-

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن جو پالان آپ کے اونٹ پر تھا- اس کی قیمت زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ ہوگی-[2]

ذرا غور کرو یہ اس شاہ عرب کی شاہی سواری ہے جو فاتح عرب و عجم اور دین و دنیا کا حکمران اور سردار ہے-

آپ ﷺ عام طور پر اپنے ہاتھ میں جو عصا رکھا کرتے تھے وہ کھجور کا ہوتا تھا-[3]

لباس بھی آپ ﷺ کا نہایت سادہ اور معمولی قیمت کا ہوتا تھا- صرف تین کپڑے تھے- عمامہ عام طور پر سیاہ رنگ کا باندھا کرتے تھے-[4] جب کوئی کپڑا پھٹ

---

[1] ابن ماجہ: الاطعمۃ: باب القدید حدیث نمبر ۳۳۱۲-

[2] شمائل ترمذی حدیث نمبر ۳۱۷' وفی نسخۃ ۳۳۳-

[3] لم اجدہ-

[4] مسلم' الحج: باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام حدیث نمبر ۱۳۸۵' ۱۳۵۹-

Marfat.com

جاتا تو اسے پیوند لگا لیتے۔ اور اس میں کسی قسم کی عار نہ سمجھتے تھے۔

الغرض آپ ﷺ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ کوئی غیر شخص آپ ﷺ کو دیکھ کر پہچان نہ سکتا تھا کہ عرب کے فاتح یہی ہیں یا کوئی اور ہے۔

پھر لطف یہ کہ اس سادگی کے باوجود تمام بادشاہ و امراء آپ کی عظمت اور بزرگی کے قائل تھے اور آپ ﷺ کے ماتحت رہنے کو باعث فخر سمجھتے تھے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اتنا سادہ' اتنا بارعب' اتنا عظیم اور اس قدر ہمہ صفت موصوف حکمران آج تک کوئی آیا ہے نہ آئندہ آسکتا ہے۔ آپ کی ذات اقدس اس لائق ہے کہ ہمارے حکمران اور ہمارے ارباب سیاست آپ سے طریقہ حکمرانی و جہانبانی اور صاف و کھری سیاست سیکھیں۔ یہ باتیں بارگاہ نبوی کے علاوہ اور کہیں نہیں مل سکتیں۔

Marfat.com

آٹھواں باب

آنحضور ﷺ ایک زاہد کی حیثیت میں

اس میں کوئی کلام نہیں کہ اہل اسلام کی ابتدائی زندگی نہایت عسرت و تنگ دستی میں گزری۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ عسرت جلدی ہی غنا اور فراخی میں تبدیل ہو گئی۔ اور حضور ﷺ کی زندگی ہی میں صحابہ کرامؓ کی حالت کچھ سے کچھ ہو گئی۔ اور وہ جو بھوکے اور مفلس تھے لکھ پتی بلکہ کروڑ پتی بن گئے۔ جو بالکل بے یار و مددگار تھے' صاحب جائیداد ہو گئے۔ جو ایک فٹ زمین نہیں رکھتے تھے وہ بڑے بڑے باغات و قطعات کے مالک بن گئے۔ اور جن کے سامنے بھوک ناچتی تھی وہ ممتاز تاجر اور بزنس مین ہو گئے۔ چنانچہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ عمر فاروقؓ۔ عثمان غنیؓ۔ عبدالرحمن بن عوفؓ۔ زبیرؓ وغیرہ بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں صحابہ کرام دولت مند اور بڑی جائیداد کے مالک بن گئے تھے۔ [1]

حضور ﷺ بھی اگر چاہتے تو لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کے مالک ہو سکتے تھے اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کر سکتے تھے۔ مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اور قدرت و طاقت کے باوجود اگر نمونہ پیش کیا ہے تو وہ جو آج تک کوئی پیش نہ کر سکا۔

آپ ﷺ کا زہد و ورع

آپ ﷺ کے زہد و ورع اور قناعت و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ گھر میں فراخی ہو یا تنگدستی' کیفیت یکساں ہی

---

[1] اس تفصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب "دولت مند صحابہؓ" پتہ۔ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ۔ گوجرانوالہ۔

Marfat.com

رہتی تھی اور آپ کے زہد میں کسی حالت میں بھی فرق نہ آتا تھا۔

(۱) حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے:۔

((یَا رَبِّ اَجُوْعُ یَوْمًا وَّ اَشْبَعُ یَوْمًا فَاَمَّا الَّذِیْ اَجُوْعُ فِیْهِ فَاَتَضَرَّعُ اِلَیْكَ وَ اَدْعُوْكَ وَ اَمَّا الَّذِیْ اَشْبَعُ فِیْهِ فَاَحْمَدُكَ وَ اُثْنِیْ عَلَیْكَ))

"الٰہی میں ایک دن بھوکا رہوں' ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں' تجھ سے مانگا کروں۔ اور پیٹ بھر کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔" [1]

(۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ "نبی ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ اور کبھی کسی سے فاقہ کا شکوہ بھی نہیں کیا۔" [2]

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ کہ آپ ﷺ اکثر فاقہ پر فاقہ کیے جاتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے آپ ﷺ کو رات بھر نیند نہ آتی۔ مگر اگلے دن آپ ﷺ پھر روزہ رکھ لیتے تھے۔ میں حضور ﷺ کے فاقہ کی حالت کو دیکھ کر رو پڑا کرتیں' اور کہا کرتیں :

"واری جاؤں' دنیا میں سے اتنا تو قبول کر لیجیے جو جسمانی طاقت کے قائم رکھنے کو کافی ہو۔"

آپ ﷺ جواب میں فرماتے: "عائشہ! مجھے دنیا سے کیا کام' میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔ وہ اسی چال پر چلے اور خدا نے ان کا اکرام کیا۔ اب اگر میں آسودگی کو پسند کروں تو مجھے شرم آتی ہے کہ

---

[1] ترمذی' الزہد: باب ماجاء فی الکفاف حدیث نمبر ۲۳۴۷۔

[2] بخاری' الاطعمۃ: باب ما کان النبی ﷺ و اصحابہ یا کلون حدیث نمبر ۵۴۶۱۔ مسلم' الزہد: حدیث نمبر ۲۹۷۰' ۲۹۷۱' ۲۹۷۲۔

Marfat.com

اس صفت میں کل ان سے کم رہ جاؤں گا۔"[1]

(۴) صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں آکر (جب کہ سب مسلمانوں کی خالت بہتر سے بہتر ہو چکی تھی) برابر تین دن تک گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جو کی روٹی بھی متواتر دو روز تک نہیں کھائی۔[2]

(۵) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ "کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ متواتر مہینہ مہینہ بھر ہمارے چولہے میں آگ روشن نہ ہوتی تھی۔"

پوچھا گیا "پھر آپ کا گزارا کس طرح ہوتا تھا۔"

فرمایا: "سارا کنبہ پانی اور کھجور پر گذران کر لیتا تھا۔"[3]

پیٹ پر پتھر

(۶) ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ ایک بار ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی اور دامن اٹھا کر دکھایا "کہ پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے۔"

جناب رسالت مآب ﷺ نے ہماری تسکین کے لئے اپنا دامن اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنے شکم مبارک پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔[4]

آپ ﷺ کا بستر

(۷) حضرت حفصہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر جو آپ ﷺ کے گھر میں تھا' ایک ٹاٹ تھا ہم اس کو دوہرا کر دیتے تھے۔ بس آپ ﷺ اس پر سو رہتے تھے۔ سو ایک بار ہم نے اس کو آپ ﷺ

---

[1] کتاب "الشفاء" ا / ۱۴۲' ۱۴۳۔

[2] [3] بخاری' الاطعمۃ: باب ما کان النبی ﷺ و اصحابہ یا کلون حدیث نمبر ۵۴۶۱۔ مسلم' الزہد: حدیث نمبر ۲۹۷۰' ۲۹۷۱' ۲۹۷۲۔

[4] ترمذی' الزہد: باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی ﷺ حدیث نمبر ۲۳۷۱۔

Marfat.com

کے لئے چوہرا کر دیا۔ جب آپ نے صبح کی تو فرمایا: "تم نے آج کی رات میرے نیچے کیا بچھا دیا تھا؟"

ہم نے عرض کیا "وہی ٹاٹ تھا مگر چوہرا کر دیا تھا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا "تم اسے ویسے ہی کر دو جیسے پہلے تھا۔ کیونکہ اس کی نرمی نے آج مجھے شب کی نماز سے روک لیا۔"[1]

(۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک بار آپ ﷺ ایک ایسی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس سے کروٹ لینے پر آپ ﷺ کے بدن مبارک پر اس کے نشان پڑ گئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ "اگر حضور ﷺ ارشاد فرمائیں تو ہم نرم بستر لے آئیں۔" مگر آپ ﷺ نے فرمایا :

"نہیں نہیں مجھے اس دنیا سے کیا کام؟ میں تو اس مسافر کی طرح ہوں جو راستہ میں چلتے چلتے کسی درخت کے سایہ میں آرام کر لے۔"[2]

آپ ﷺ کا جبرائیل علیہ السلام کو جواب

(۹) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا۔

کہ آپ ﷺ پر اللہ عزوجل سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ:

"تمہیں منظور ہے کہ ہم پہاڑوں کو تیرے لئے سونا کر دیں؟ تاکہ تو اپنی ضرورتوں میں انہیں لا سکے۔"

آپ ﷺ نے سر جھکا لیا اور فرمایا: "اے جبرائیلؑ! یہ دنیا اس کا گھر ہے، جس کا کوئی گھر نہ ہو۔ اور یہ مال اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو۔ اور اس کو وہی جمع کرتا ہے۔ جس میں عقل نہ ہو۔"

---

[1] شمائل ترمذی حدیث نمبر ۳۱۲، وفی نسخۃ ۳۲۸۔

[2] ترمذی، الفتن: باب ۴۴، حدیث نمبر ۲۳۷۷۔ ابن ماجہ، الزہد: باب مثل الدنیا حدیث نمبر ۴۱۰۹۔

Marfat.com

اس پر جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا بے شک اے محمد ﷺ ' اللہ نے آپ کو ثبات اور استقلال بخش دیا ہے۔ [1]

(۱۰) صحیح بخاری میں ابو ذرؓ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی ﷺ کے ساتھ باہر کی طرف نکل گیا۔ سامنے اُحد پہاڑ تھا۔ آپ نے اُحد پہاڑ کو دیکھ کر فرمایا:

"اے ابو ذرؓ! اگر میرے پاس اُحد جتنا سونا ہو تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ تین دن سے زائد میرے پاس جمع رہے۔ ہاں اگر ایسا ہو تو میں اپنے قرضہ کے مطابق (جو لوگوں کو دینا ہے) رکھ لوں اور باقی سب کا سب بانٹ دوں۔" [2]

(۱۱) صحیح مسلم میں نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمرؓ بن الخطاب نے نقل کیا: "جب ہمارے پاس بہت سا دنیوی مال جمع ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی آنحضرت ﷺ کی یہ کیفیت تھی کہ آپ دن کو بھوک سے مضطرب ہو جایا کرتے تھے۔ اور ایسے خشک چھوہارے کھا کر پیٹ بھرتے تھے کہ جنہیں (بوجہ تمول کے) کوئی بھی کھانا پسند نہ کرتا تھا۔" [3]

(۱۲) حدیث شریف میں آیا ہے' کہ آپ ﷺ کا زہد صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھا' بلکہ جو بھی آپ ﷺ سے محبت کرتا تھا آپ ﷺ اسے دنیوی عیش سے بے رغبتی کی ایسی ہی تعلیم فرماتے تھے۔ [4]

خصوصاً اپنے اہل و عیال کو تو ہر حالت میں اپنے ساتھ شریک رکھتے چنانچہ اکثر طور پر آپ کی یہ دعا ہوا کرتی تھی:

---

[1] کتاب "الشفاء" ۱ / ۱۴۱' اتحاف السعادة للمتقین ۹ / ۲۷۵۔

[2] بخاری' الرقاق: باب قول النبی ﷺ ما یسرنی ان عندی الخ۔ حدیث نمبر ۶۴۴۴۔

[3] [4] مسلم' کتاب الزہد: حدیث نمبر ۲۹۷۸' ۱ / ۲۲۴' الترغیب والترہیب ۴ / ۱۹۱۔

Marfat.com

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ کِفَافًا))

"اے اللہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روزی بقدر کفاف (یعنی قوت لایموت) کر دے۔ جس سے صرف زندگی قائم رہے۔"[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ کا حال

(۱۳) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو اس وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بغرض غلہ رہن رکھی ہوئی تھی۔[2] اور یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام اور مسلمان بام عروج پر پہنچ چکے تھے۔

(۱۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ تو ہمارے گھر اتنا خرچ بھی نہ تھا کہ چراغ کے لئے قیمتاً تیل منگوا لیتے۔ میں نے ایک پڑوسن سے تیل مانگ کر دیا روشن کیا۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا آخری وقت تھا۔[3]

(۱۵) اُم المومنین حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتقال کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار' نہ لونڈی نہ غلام' صرف ایک سفید خچر تھی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری فرمایا کرتے تھے اور تھوڑا سا سامان حرب تھا جو جہاد میں کام آتا تھا اور ایک زمین کا ٹکڑا تھا جو مسافروں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔[4]

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الرقاق حدیث نمبر ۵۱۶۴' واللفظ لہ واصل الحدیث نمبر متفق علیہ بلفظ "قوتا" بدون الفظ "کفافا" انظر بخاری حدیث نمبر ۶۴۶۰' و مسلم حدیث نمبر ۱۰۵۵۔

[2] بخاری' الجھاد: باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر ۲۹۱۶' مسلم' المساقاۃ: باب الرھن و جوازہ حدیث نمبر ۱۶۰۳۔

[3] لم اجدہ۔

[4] صحیح ابن خزیمہ حدیث ۲۴۸۹' عن جویریہ رضی اللہ عنہا ' بخاری الوصایا: باب الوصایا حدیث نمبر ۲۷۳۹' میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عمرو بن حارث سے مروی ہے۔

Marfat.com

اللہ اکبر! یہ ایک اولوالعزم پیغمبر' فاتح عرب اور دونوں جہانوں کے سردار کا اثاثہ ہے جو ۶۳ سالہ زندگی گزارنے کے بعد دنیا سے وداع ہو رہا ہے۔ اور یہ فرما رہا ہے:

((اِنَّا مَعْشَرُ الْاَنْبِیَآءِ لَانَرِثُ مَا تَرَکْنَا فَھُوَ صَدَقَةٌ))

"ہم انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہم جو چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"[1]

آپ کا یہ ارشاد گرامی دنیا کے سامنے زہد و ورع کی ایک زندہ مثال پیش کر رہا ہے۔

آپ کا زہد اضطراری نہ تھا اختیاری تھا

یاد رہے کہ یہ اس وقت کے حالات ہیں۔ جب نبی ﷺ کا حکم تمام عرب میں نافذ تھا۔ جب بحرین سے حبش تک حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کا یہ زہد (ہمارے آج کل کے زاہدوں کی طرح) کچھ اضطراری نہ تھا' بلکہ اختیاری تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہی زہد صحیح معنوں میں زہد کہلا سکتا ہے جو ہر قسم کا سامان ہونے کے باوجود اختیار کیا جائے۔ کیا ہے کوئی حکمران' عالم' درویش جو آپ کے طریقے پر چلے؟ اور آپ ﷺ کے زہد کو اپنا کر رب کا قرب حاصل کرے؟

---

[1] مسند احمد ۲/ ۴۶۳۔ نسائی فی الکبریٰ۔ ۴/ ۶۴' "واصل الحدیث متفق علیه بلفظ لا نورث ماترکنا صدقة"

Marfat.com

نواں باب

آنحضور ﷺ ایک عابد کی حیثیت میں

حضور ﷺ باوجود کثیر المشاغل ہونے کے جب عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ شاید بجز عبادت کے آپ کا کوئی کام ہی نہیں ہے۔ دن بھر تو بوجہ دیگر مشاغل کے آپ ﷺ کو تنہائی کا موقعہ بہت ہی کم ملتا۔ مگر رات کو تھوڑا سا آرام فرمانے کے بعد قریباً قریباً آپ ﷺ اپنا سارا وقت عبادت ہی میں صرف کر دیتے۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ اکثر گیارہ رکعتیں تہجد پڑھا کرتے تھے اور یہ نماز آپ ﷺ کی اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ایک ایک سجدہ پچاس پچاس آیتوں کے بقدر کرتے۔[1] یعنی اتنی دیر سجدے میں پڑے رہتے تھے جتنے میں کوئی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

آپ ﷺ کی عبادت کا نقشہ

(۲) صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک رات میں نبی ﷺ کے پاس سویا۔ ابھی تھوڑی رات گزری تھی کہ حضور ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے وضو کیا' نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے اس نماز میں اپنے قیام اور رکوع و سجود کو بہت دراز کیا۔ پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے یعنی میٹھی نیند سو گئے۔ آپ ﷺ پھر اُٹھے وضو کیا اور اسی طرح نماز پڑھی۔ اور پڑھ کر پھر سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اُٹھے اور

---

[1] بخاری' الوتر: باب ماجاء فی الوتر حدیث نمبر ۹۹۴۔

Marfat.com

اسی طرح نماز پڑھی۔[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ﷺ رات میں تین بار اٹھے اور نماز پڑھی۔ جیسے کوئی زیادہ سونے سے بیزار ہوتا ہے اور نماز سے تسکین حاصل کر کے پھر سو جاتا ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ کا سونا بھی عبادت تھا۔ مگر پھر بھی یہ سب کچھ اُمت کو سکھلانے کے لئے تھا۔ تاکہ ان میں بھی عبادت کا ذوق و شوق پیدا ہو جائے۔ اور وہ بھی تہجد گذار بن کر نالۂ نیم شبی کا لطف حاصل کریں۔

(۳) ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ کہ حضور ﷺ کی عجیب بات جو آپ ﷺ نے دیکھی ہو' سنائیں۔"

آپؓ نے فرمایا: "آپ کی کون سی بات عجیب نہ تھی۔" پھر فرمایا: "ایک شب آپ اٹھے' اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ پھر فرمانے لگے۔ میں رب تعالیٰ کی عبادت کے لئے جاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے۔ پھر رکوع فرمایا' اس میں بھی روتے رہے۔ پھر کھڑے ہوئے اس میں اسی طرح روتے رہے۔ اور اسی طرح آپ کی نماز جاری رہی۔ یہاں تک بلالؓ نے فجر کی اذان دی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ اتنا روتے ہیں۔ حالانکہ آپ معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ کیا میں رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"[2]

---

[1] بخاری' الاذان: باب یقوم عن یمین الامام حدیث نمبر ۶۹۷' مسلم' صلاۃ المسافرین: باب صلاۃ النبی ﷺ دعائہ باللیل حدیث نمبر ۷۶۳۔

[2] بخاری' التفسیر' سورۃ الفتح باب ۲' حدیث نمبر ۴۸۳۷' مسلم' صفات المنافقین: باب اکثار الاعمال حدیث نمبر ۲۸۲۰۔

Marfat.com

یہ ہے اس ہستی کی عبادت و ریاضت کا حال، جو سردارِ دو جہاں بن کر تشریف لائی۔ غور کریں وہ لوگ کہ جو ذرا سی دولت، مصروفیت اور عہدہ ملنے سے نوافل تو دور کی بات ہے، فرائض تک سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔

(۴) حضرت عوفؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب تھا۔ آپ ﷺ نے مسواک کی، وضو فرمایا: اور نماز میں کھڑے ہو گئے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ شروع کی۔ جو آیت رحمت کی آتی، آپ ﷺ اس جگہ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے۔ اور جو آیت عذاب کی آتی، آپ اس جگہ دیر تک مغفرت اور عذاب سے پناہ کی دعا مانگتے رہتے۔ یہاں تک کہ پوری سورت ختم ہو گئی۔ پھر رکوع کیا، اور اتنا لمبا رکوع کیا کہ جتنی دیر قیام فرمایا تھا۔ اور رکوع میں ﴿ سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَ الْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَ الْعَظْمَةِ ﴾ پڑھتے جاتے۔ پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران پڑھی۔ اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے رہے۔[1] (اس طرح چار رکعتوں میں سوا چھ سپارے پڑھے۔)

بعض مرتبہ آپ ﷺ نے ایک رکعت میں بقرہ، آل عمران اور نساء تین سورتیں پڑھیں۔[2] (جو سوا چھ سپاروں پر مشتمل ہیں۔)

حضور اقدس ﷺ کا اتنا طویل قیام اس لئے ہوتا تھا کہ اس میں آپ ﷺ پر ایک کیف طاری ہو جاتا تھا۔ اور آپ ایک خاص حظ محسوس فرماتے تھے۔ اتنا حظ اور لطف شاید آپ ﷺ کسی دوسری چیز میں نہ پاتے تھے۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کبھی اپنے اہل و عیال میں مشغول ہوتے۔

---

[1] ابوداؤد، الصلاۃ: باب مایقول الرجل فی رکوعہ حدیث نمبر ۸۷۳۔

[2] مسلم، صلاۃ المسافرین: باب استحباب تطویل القراءۃ الخ حدیث نمبر ۷۷۲۔

Marfat.com

اور اذان شروع ہو جاتی۔ تو فوراً اس وقت سب کو چھوڑ چھاڑ کر نماز کے لئے چلے جاتے، جیسے کسی سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

یہ تھی آپ کی نگاہ میں نماز کی اہمیت اور عبادت کا مقام۔ کیا آج ہم لوگ سیرت النبی ﷺ کے اس پہلو سے کوئی سبق لیں گے؟ اور آپ ﷺ کے اتباع کی کوشش کریں گے؟

مقام افسوس ہے کہ زیادہ مسلمان نوافل تو رہے الگ فرائض تک کی ادائیگی میں غفلت برتتے ہیں۔ اور جو فرائض ادا کرتے ہیں وہ خشوع، خضوع، طمانیت اور اعتدال، غرض کسی بات کا خیال نہیں رکھتے۔ اور نماز کے سنت طریقے سے استغناء برتتے ہیں۔

(۵) صحیح مسلم میں حضرت ابو عبداللہ حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ شروع کی۔ میں نے خیال کیا کہ سو آیت پڑھ کر رکوع کریں گے مگر آپ ﷺ پڑھتے گئے اور سورہ بقرہ ختم کر کے سورہ نساء شروع کر دی پھر میں نے خیال کیا کہ شاید یہ سورہ ختم کر کے رکوع جائیں گے مگر آپ ﷺ نے نساء ختم کر کے سورہ آل عمران شروع کر دی۔ آپ ﷺ قرآن مجید نہایت ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے پڑھتے تھے۔

جس آیت میں تسبیح کا ذکر ہوتا تسبیح کہتے۔ جہاں سوال یا دعا کا موقعہ ہوتا دعا مانگتے۔ سورہ آل عمران ختم کرنے کے بعد آپ ﷺ نے رکوع کیا اور اس خشوع سے کیا کہ وہ رکوع بھی قیام کی مثل ہو گیا۔ پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہا اور رکوع کی طرح دیر تک قیام کیا اس میں دعائیں پڑھتے رہے پھر سجدہ کیا آپ ﷺ کا سجدہ بھی قیام کی طرح طویل تھا۔[1]

---

[1] مسلم، صلاۃ المسافرین: باب استحباب تطویل القراۃ الخ حدیث نمبر ۷۷۲۔

Marfat.com

الغرض یہ ہے مختصر نقشہ آپ کی نماز اور عبادت کا۔ کیا اب کوئی ایسا عابد ہے جو حضور ﷺ کی عبادت کا نمونہ پیش کر سکے؟ اور ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ چھ چھ پارے تلاوت کرے؟ اور رکوع و سجود بھی اس خشوع و خضوع سے کرے کہ ان کی طوالت بھی قیام ہی کی مثل ہو جائے۔

حضور ﷺ اور حضرت ابن مسعودؓ

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے قیام فرمایا کہ میں گھبرا گیا اور کچھ اور ہی ارادہ کرنے لگا۔ لوگوں نے پوچھا "وہ کیا؟"

آپؓ نے فرمایا: "بیٹھ جاؤں یا آپ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔"[1]

اللہ اکبر! ایک جلیل القدر صحابی حضور ﷺ کے مجاہدہ و ریاضت کی تاب نہیں لا سکتا اور چاہتا ہے کہ میں حضور کو چھوڑ کر الگ نماز پڑھ لوں تاکہ تھک نہ جاؤں، مگر آپ ﷺ ہیں کہ کھڑے ہیں نہ تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے نہ گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے مالک حقیقی کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف ہیں اور عبادت کے مزے لے رہے ہیں۔

(۷) حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رات کو اس قدر قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کی پنڈلیوں پر ورم ہو جاتا۔ جب آپ ﷺ سے اس بارے میں عرض کیا جاتا کہ آپ ﷺ کیوں اس قدر مشقت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جنت کی بشارت اور حوض کوثر کی خوش خبری سنا دی ہے۔ تو آپ فرماتے ہیں:

---

[1] بخاری، التہجد: باب طول القیام فی صلاۃ اللیل حدیث نمبر ۱۱۳۵۔ مسلم، صلاۃ المسافرین: باب استحباب تطویل القراۃ۔الخ حدیث نمبر ۷۷۳۔

Marfat.com

اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا (کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟)[1]

رمضان المبارک کی عبادت

(۴) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہوتا تو آپ ساری ساری رات عبادت کرتے رہتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی بیدار کرتے اور ”تہ بند مضبوط باندھ کر“ عبادت میں مشغول ہو جاتے۔[2]

عبادت کی ترغیب

(۹) حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک رات حضور ﷺ ان کے گھر میں تشریف لے گئے اور میاں بیوی (علیؓ و فاطمہؓ) سے فرمایا کہ تم نماز (تہجد) نہیں پڑھتے؟ حضرت علیؓ (جو عین عالم شباب میں تھے) کہنے لگے:

”حضور ﷺ ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ اٹھانا چاہے گا اٹھا دے گا۔“

آپ ﷺ یہ سن کر واپس لوٹ گئے اور ناراضگی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے سنا آپ ﷺ یہ آیت پڑھتے تھے اور ران مبارک پر ہاتھ مارتے جاتے تھے۔ جیسے کوئی بہت افسوس کرتا ہے۔

﴿ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴾

”یعنی انسان اکثر باتوں میں مباحثہ و مجادلہ کرتا ہے۔“[3]

---

[1] بخاری، التہجد: باب قیام النبی ﷺ اللیل حدیث نمبر ۱۱۳۰، مسلم، صفات المنافقین: باب اکثار الاعمال حدیث نمبر ۲۸۱۹۔

[2] بخاری، فضل لیلۃ القدر: باب العشر الاواخر من رمضان حدیث نمبر ۲۰۲۴۔ مسلم الاعتکاف: باب الاجتھاد فی العشر الاواخر حدیث نمبر ۱۱۷۴۔

[3] بخاری، التہجد: باب تحریض النبی ﷺ علی قیام اللیل حدیث نمبر ۱۱۲۷۔ مسلم، صلاۃ المسافرین: باب الحث علی صلاۃ اللیل حدیث نمبر ۷۷۵۔

Marfat.com

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نہ صرف خود ہی عبادت میں مصروف رہتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی عبادت کی ترغیب دلاتے رہتے تھے۔ اللہ کرے ہمیں بھی حضور ﷺ کی سی عبادت کا ذوق و شوق پیدا ہو جائے۔ تاکہ ہم بھی نفلی نماز کی حلاوت سے آشنا ہو جائیں۔

حضور ﷺ کا عکس صحابہؓ میں

صحابہ کرامؓ حضور اکرم ﷺ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی عبادت کو دیکھ کر انہوں نے عبادت شروع کر دی۔ ان کی عبادت میں بھی غایت درجہ کا خشوع تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب قیام کرتے تو انہیں دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہتی۔ بقول محمد بن المنکدر وہ اتنا طویل قیام کرتے کہ لکڑی معلوم ہوتے۔[1] یعنی آپ نماز میں اس قدر منہمک ہو جاتے کہ آپ کو دنیا کی کچھ خبر نہ رہتی۔

حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علی رضی اللہ عنہم کا قریب قریب یہی حال تھا۔ کتب حدیث میں ان کی عبادت کا حال مذکور ہے۔

بیہقی اور ابوداؤد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک جگہ قیام کیا اور فرمایا: کہ آج کی شب کون پہرہ دے گا۔ عمار بن یاسرؓ اور عباد بن بشیرؓ نے یہ ذمہ لیا دونوں نے آدھی آدھی رات بانٹ لی۔ انصاری صحابیؓ کے جاگنے کی باری تھی اس نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن نے دور سے تیر پھینکا۔ جو انہیں لگا۔ مگر نماز جاری رکھی، پھر دوسرا، پھر تیسرا تیر آیا۔ اور جسم میں پیوست ہو گیا۔ آپؓ ہاتھ سے تیر نکالتے رہے مگر نماز نہ توڑی۔ اور اپنے وقت پر اطمینان سے نماز ختم کی۔ ساتھی بھی بیدار ہو گیا۔ اسے بہت رنج ہوا۔ اور کہا کہ "تم نے مجھے کیوں نہ جگایا؟"

---

[1] حلیۃ الاولیاء ۱/ ۳۳۵۔

Marfat.com

انہوں نے کہا: ”میں نے ایک سورت شروع کر رکھی تھی۔ میرا جی نہ چاہا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ (وہ سورۂ کہف تھی) اور میں نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے نماز ختم کی ہے۔ ذمہ داری کا خیال نہ ہوتا تو اور دراز کرتا۔“ [1]

یہ تھا حضور انور ﷺ کی عبادت کا عکس، جو آپ کے صحابہؓ میں بھی بدرجہ کمال نظر آتا تھا۔

”درمنثور“ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھ میں پانی اتر آیا، جسے ہمارے اطباء ”نزول الماء“ کہتے ہیں۔ طبیب آئے اور علاج کرنا چاہا۔ اور کہا، کہ ”پانچ روز تک آپ کو رکوع اور سجدہ سے پرہیز کرنا ہوگی بصورت دیگر علاج مشکل ہے۔“

آپ نے فرمایا: ”یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں نہ نماز ترک کروں گا نہ سجدہ اور رکوع۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو جان بوجھ کر ایک نماز بھی ترک کر دے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے گا کہ حق تعالیٰ شانہ اس پر ناراض ہو گا۔“ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے علاج چھوڑ دیا مگر نماز ترک نہ فرمائی۔ [2]

مختصر یہ کہ جس طرح حضرت رسول کریم ﷺ حد درجہ کے عبادت گزار تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہؓ بھی انتہائی درجہ کے شب زندہ دار تھے، اور ائمہ کرامؒ اور اولیائے عظام بھی اسی روش پر چلے۔

آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر سخت ذمہ داری کس کی ہو سکتی ہے؟ اور آپ ﷺ سے زیادہ مصروف کون ہو سکتا ہے؟ لیکن جملہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ آپ برابر عبادت میں منہمک رہتے تھے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتے تھے۔

---

[1] ابوداؤد، الطہارۃ: باب الوضوء من الامام حدیث نمبر ۱۹۸، والبیہقی فی الکبریٰ ۱/ ۱۴۰۔

[2] درمنثور ۱/ ۲۹۸، حاکم ۳/ ۵۴۶۔

Marfat.com

اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے احسانات و عنایات کا شکریہ ادا کرتے رہتے تھے۔ (وصلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم) دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضور اکرم ﷺ جیسی پر سکون اور قابل رشک نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

دسواں باب

آنحضور ﷺ ایک جج کی حیثیت میں

حق تعالیٰ نے جہاں حضور ﷺ کو اور بہت سی خصوصیتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ وہاں آپ ﷺ کو عدل و انصاف اور قوت فیصلہ کا وہ بے نظیر ملکہ بھی عطا کر دیا تھا' کہ جس کی مثال کسی دوسری جگہ ملنا دشوار ہے۔

جو مسائل بڑے بڑے دماغ حل نہ کر سکتے تھے' آپ ﷺ نے معمولی توجہ سے باتوں ہی باتوں میں طے کر دیئے۔ الجھے ہوئے معاملات اور باہمی اختلافات کا تصفیہ اس خوب صورتی سے فرماتے کہ ہر فریق مطمئن اور مسرور ہو کر واپس جاتا۔

ایک جج کے لئے ضروری باتیں

ہر عادل اور منصف جج کے لئے ضروری ہے کہ وہ:

"ذاتی اغراض سے بے نیاز ہو کر فریقین سے حسن سلوک کا برتاؤ کرے۔"

"کسی کی ناجائز جانب داری نہ کرے۔"

"اہلِ معاملہ بلا امتیاز مذہب و ملت قوم و نسل اس پر اعتماد کریں۔"

"وہ قرائن' شواہد اور استنباط سے خوب کام لے۔"

"واقعات کو کھوج کھوج کر نکالے۔"

"گواہوں اور قسموں سے مقدمات کی صورت متعین کرے اور ان میں وضاحت پیدا کرے۔"

"اپنی محنت اور کوشش سے بینات بہم پہنچائے۔"

Marfat.com

"اپنی معاملہ شناس طبیعت سے مقدمات حل کرے۔"
"فیصلہ کے وقت اپنی طبیعت کو جوش اور غصہ سے الگ رکھے۔"

اگر یہ جملہ اَوصاف کسی جج میں موجود ہوں۔ تو یقیناً وہ جج کہلانے کا مستحق ہے ورنہ بصورت دیگر وہ صحیح معنوں میں جسٹس' جج' حاکم یا قاضی نہیں کہلا سکتا۔

حضور ﷺ کا عدل و انصاف

مذکورہ بالا اوصاف کی بنا پر جب ہم حضور ﷺ کی زندگی پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں' تو معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف حضور ﷺ ایک کامل جج ہی کی حیثیت سے مبعوث ہوئے ہیں' بلکہ ایک جج ساز کی حیثیت میں تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ' آپ ﷺ کے عدل و انصاف آپ ﷺ کے فیصلہ جات کو دیکھ دیکھ کر سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں آدمی جج ہو گئے۔ اور آج تاریخ اسلام ان پر نازاں ہے کہ عدل و انصاف کے جو نمونے ہمارے ججوں نے پیش کئے ہیں' اس مہذب اور متمدن دنیا کا کوئی اور جج ایسا نمونہ پیش نہ کر سکا اور نہ ہی قیامت تک پیش کر سکے گا۔

کفار و مشرکین کا اعتراف

حضرت نبی کریم ﷺ نبوت سے پیشتر ہی مکہ میں جج تسلیم کیے جا چکے تھے۔ آپ ﷺ کو امین اور صادق کا خطاب مل چکا تھا۔ عرب کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ محمد (ﷺ) جو کچھ کہتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے وہ بالکل صحیح ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ابو جہل جیسا مخالف بھی نبوت سے قبل آپ ﷺ کی ان خوبیوں کا معترف رہا اور نبوت کے بعد بھی وہ آپ ﷺ کی ذات سے پرخاش نہ رکھتا تھا بلکہ اس چیز سے دشمنی رکھتا تھا' جو حضور ﷺ پیش کرتے تھے۔ چنانچہ یہ آیۂ مبارکہ اسی شان میں نازل ہوئی :

﴿ اِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴾
(الانعام:۳۳)

"وہ تجھ کو تو نہیں جھٹلاتے لیکن ظالم' آیات الٰہی سے انکار کرتے ہیں۔"

Marfat.com

ربیع بن خیثم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں بھی نبی ﷺ حکم (ثالث) بنائے جاتے تھے اور آپ کے پاس فیصلے آیا کرتے تھے۔ اور آپ کے فیصلے تمام قبائل میں بنظر استحسان دیکھے جاتے تھے۔

حجر اسود کا فیصلہ

(ا) چنانچہ دوسرے چھوٹے چھوٹے مقدمات کے علاوہ حجر اسود کا وہ اہم مقدمہ بھی حضور ﷺ ہی کے ہاتھوں فیصل ہوا جس کی وجہ سے تمام قبائل میں عداوت کی آگ مشتعل ہو گئی تھی۔ اور قریب تھا کہ اس معاملے پر وہ جنگ و جدل ہوتا کہ خون کی ندیاں بہہ جاتیں اور کشتوں کے پشتے لگ جاتے، مگر جب انہوں نے حضور ﷺ پر یہ فیصلہ ڈال دیا تو آپ ﷺ نے ایک قطرۂ خون گرائے بغیر اس خوبی سے اس جھگڑے کو چکا دیا کہ مخالفین بھی اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

واقعہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کی بعثت سے ۵ سال قبل بیت اللہ شریف کی چھت کو آگ لگ گئی۔ جس سے وہ مسمار ہو گیا۔ اور عربوں نے باہم مل کر از سرنو اس کو بنانا چاہا۔ جب حجر اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا، تو یہ سوال اٹھا کہ اس متبرک خدمت کو کون سرانجام دے۔ ہر ایک کی دلی خواہش یہی تھی کہ یہ کام میرے سپرد ہو اور میں ہی اس متبرک خدمت کو سرانجام دوں۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے اپنے استحقاق پر زور دیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر میرے سوا کوئی اور حجر اسود کو ہاتھ لگائے گا، تو اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ اس جھگڑے نے یہاں تک طول پکڑا، کہ تمام قبائل بگڑ گئے۔ اور ایک دوسرے کے مقابلہ پر ڈٹ گئے۔

مدبرین نے ہزار چاہا کہ یہ معاملہ کسی طرح نپٹ جائے۔ اور تمام قبائل کسی ایک شخص پر متفق ہو جائیں، مگر ایسا نہ ہوا۔ کئی بہتر سے بہتر تجویزیں پیش کی گئیں۔ مگر سب ناکام ثابت ہوئیں۔ بالآخر سبھی نے مل کر حضور ﷺ کی طرف رجوع کیا۔ اور بیک آواز کہا ﴿ هٰذَا اَمِيْنٌ هٰذَا اَمِيْنٌ ﴾ ہاں ہاں یہ منصف منظور ہے، کیونکہ ہم

Marfat.com

سب سے زیادہ سچا اور سب سے بڑا امین ہے۔

آپ ﷺ نے ان سب سے پوچھا کہ "میں جو فیصلہ کروں کیا تم سب کو منظور ہے۔؟"

انہوں نے کہا: "ضرور!"

آپ ﷺ نے ان تمام قبیلوں میں سے ایک ایک نمائندہ منتخب فرمایا اور خود حجر اسود اٹھا کر ایک مضبوط چادر پر رکھ دیا اور ان مندوبین سے کہا کہ "سب چادر کے کونے پکڑ کر اٹھا لو اور اسے کعبہ شریف کے پاس لے چلو۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ جب انہوں نے کعبہ کے پاس جا کر چادر رکھ دی تو آپ نے اپنے بابرکت ہاتھ سے اٹھا کر حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح آپ نے ان کے اس خطرناک نزاع کو حل کر دیا۔[1]

آپ ﷺ نے اپنے زمانہ حکومت میں بہت سے قاضی مقرر کر رکھے تھے جو مختلف محلوں میں رہتے تھے۔ اور اپنے اپنے حلقہ کے جھگڑے وہیں نمٹا دیا کرتے تھے۔ اگر کوئی اہم مقدمہ ہوتا تو وہ حضور ﷺ کے پاس بھیج دیا جاتا۔ یا کسی فیصلہ کی اپیل کرنی ہوتی تو وہ حضور ﷺ کی عدالت عالیہ میں پیش ہوا کرتی۔

عدل کی لافانی مثال

ایک دفعہ ایک یہودی اور مسلمان کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا: "چلو محمد (ﷺ) سے اس کا فیصلہ کرا لیں۔" (چونکہ یہود جانتے تھے کہ آپ ﷺ اعلیٰ درجہ کے منصف ہیں اس لئے وہ اپنے اکثر مقدمات حضور ﷺ ہی کے پاس لایا کرتے تھے) مسلمان چونکہ جھوٹا (منافق) تھا۔ اس لئے وہ حضور ﷺ کے سامنے آنے سے ہچکچاتا تھا۔ کہنے لگا:

"چلو تمہارے یہودی سردار کعب بن اشرف کے پاس مقدمہ لے چلیں۔ وہ

---

[1] سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۰۴، ۲۱۰۔

Marfat.com

قریب بھی ہے اور تمہارا ہم مذہب بھی ہے۔"

یہودی جانتا تھا کہ وہ رشوت خور ہے۔ جو زیادہ رشوت دیتا ہے' وہ اسی کے حق میں فیصلہ صادر کرتا ہے۔ اس لئے اس نے حضور ﷺ ہی کے پاس مقدمہ لے جانے پر اصرار کیا۔ چنانچہ مجبوراً مسلمان کو ماننا پڑا۔ مقدمہ پیش ہوا' شہادتیں لی گئیں اور حضور ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔

باہر نکل کر "مسلمان" نے یہودی سے کہا۔ "آخر حضور ﷺ بھی تو انسان ہی ہیں' ممکن ہے کہ غلطی کھا گئے ہوں۔ چلو عمر فاروقؓ کی کچہری بھی راستہ ہی میں ہے' ان سے بھی فیصلہ لیتے چلیں۔"

جب وہاں پہنچے اور مقدمہ پیش ہوا۔ تو یہودی نے پچھلی سرگزشت سنا دی اور کہا: "بڑی کچہری یعنی حضرت محمد (ﷺ) کا فیصلہ میرے حق میں ہو چکا ہے اور چونکہ اسے اس پر اطمینان نہیں ہے' اس لئے اب یہ جناب کی طرف مقدمہ لایا ہے۔"

حضرت عمرؓ اٹھے' اندر گئے اور تلوار لا کر اس مسلمان کا سر تن سے جدا کر دیا اور فرمایا:

"جسے حضور ﷺ کے فیصلے پر اعتماد نہیں ہے' اس کی سزا یہی ہے۔"

یعنی وہ واجب القتل ہے۔ اور مرتد کے حکم میں ہے۔

یہ ایک آئینی غلطی تھی جو اس منافق سے ہوئی کہ عدالت اعلیٰ کی اپیل عدالت ماتحت میں کی۔ اس گستاخی کی بنا پر حضرت عمرؓ نے اسے قتل کر دیا۔

جب اس قتل کی اطلاع حضور ﷺ کو ہوئی' تو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا: "تم نے یہ کیا کیا؟"

اتنے میں وحی الٰہی نغمہ بار ہوئی جس نے حضرت عمرؓ کے فیصلے کی تصدیق فرمائی اور اسی دن سے آپ کو "فاروق" کا عظیم لقب عطا ہوا۔[1]

---

[1] تفسیر ابن ابی حاتم ۳/ ۹۹۴' درمنثور ۲/ ۱۸۹-۱۸۰' وغیرہما کتب التفسیر۔

Marfat.com

حضور ﷺ کی عدالت تکلف سے مبراء تھی

آپ ﷺ کے پاس جو مقدمات آتے تھے۔ وہ فوراً فیصل ہو جاتے تھے نہ تاریخیں پڑتی تھیں' نہ کچھ خرچ ہوتا تھا۔ اگر شاہد موجود ہوتے تو مدعی سے فوراً طلب کیے جاتے۔ اگر اس معاملہ پر کوئی عینی شاہد نہ ہوتا' تو مدعا علیہ پر یمین (قسم) ڈال دی جاتی۔ اور اس کے بعد مقدمہ کے مالۂ و ما علیہ یعنی پوری تفصیلات پر غور کر کے فیصلہ صادر کر دیا جاتا۔

جب تک مسلمانوں میں یہ اصول قائم رہا' مسلمان صحیح معنوں میں حاکم اور جج بنے رہے۔ مگر جونہی انہوں نے دوسروں کی دیکھا دیکھی تکلفات سے کام لینا شروع کیا عدل و انصاف کم ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آج جو کچھ ہم عدالتوں میں دیکھ رہے ہیں وہ انصاف نہیں بلکہ ظلم ہے۔ جسے عدل کا جامہ پہنا دیا گیا ہے۔ ع

بر عکس نہند نام زنگی کافور

آپ ﷺ کی کچہری میں کسی قسم کا کوئی تکلف نہ ہوتا تھا' نہ دربان ہوتا نہ پہرہ دار' نہ وکیل ہوتے نہ محرر' نہ رشوت جیسی منحوس چیز کا کوئی تصور تھا نہ سفارش کا کوئی امکان۔ آپ ﷺ مسجد کے بوریئے پر بیٹھ جاتے۔ مدعی اور مدعا علیہ بھی اسی چٹائی پر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ جاتے۔ آپ ﷺ ایک ایک کی بات سنتے اس کے بعد اگر شاہدوں کی ضرورت ہوتی تو گواہ طلب کرتے اور وہیں بیٹھے بیٹھے ان پر بحث بھی ہو جاتی اور فیصلہ بھی صادر ہو جاتا۔ تاریخیں ملتیں نہ مہینے سال لگتے۔ بغیر کسی لمبی چوڑی تاریخ کے فیصلہ ہو جاتا۔

لطف یہ کہ بایں ہمہ آپ کا فیصلہ کبھی غلط نہ ہوتا۔ اور آپ کو فیصلہ صادر کرنے میں کسی تکلف سے کام نہ لینا پڑتا۔

عدل و مساوات کا روح پرور واقعہ

(۳) ایک دفعہ شرفائے قریش کی ایک عورت فاطمہ بنت الاسود چوری کے جرم

Marfat.com

میں پکڑی گئی۔ مقدمہ پیش ہوا' ثبوت بہم پہنچ جانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ عمائد قریش نے شرافت نسب کی وجہ سے اس سزا کو باعث عار سمجھ کر کوشش کی' کہ کسی طرح آپ فاطمہ کو بری کر دیں۔ اس کام کی تکمیل کے لئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارشی بنا کر بھیجا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خفگی کے لہجہ میں اسامہؓ سے فرمایا: (اس اسامہؓ سے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت محبت فرمایا کرتے تھے)

"اے اسامہ! اللہ کی مقرر کردہ سزا میں سفارش کو دخل دیتے ہو؟ خبردار! آئندہ ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کرنا۔"

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ سب کو مسجد میں جمع کرو جب لوگ آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کا ایک حصہ یہ تھا:

"تم سے پہلی قومیں اس لئے ہلاک ہو گئیں۔ کہ جب کوئی بڑا آدمی جرم کا ارتکاب کرتا تو اسے رہا کر دیتے اور غریبوں کو سزا دیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹ دیتا۔" [1]

کیا ایسا عدل و انصاف اور ایسی مساوات کا ثبوت کوئی دوسرا جج بھی پیش کر سکتا ہے؟ یقیناً تاریخ عالم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق و تفتیش کا نمونہ

(۴) ایک دفعہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری میں کھیت کے پانی پر جھگڑا

---

[1] بخاری' الحدود: باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحد حدیث نمبر ۶۷۸۸' مسلم الحدود: باب قطع السارق الشریف وغیرہ حدیث نمبر ۱۶۸۸۔

Marfat.com

ہو گیا۔ انصاری کہتا تھا۔ پہلے میں اپنے کھیت کو پانی دوں گا۔ اور زبیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ پہلے میں دوں گا۔ مقدمہ حضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ ﷺ نے مقام متنازعہ کا نقشہ طلب کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس پانی کے قریب حضرت زبیرؓ کا کھیت ہے اور اس کے بعد انصاری کا کھیت ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فیصلہ یہ دیا کہ: "پہلے زبیر رضی اللہ عنہ اپنے کھیت کو پانی لگالیں اور اس کے بعد انصاری کو دے دیں۔"

انصاری یہ سن کر جزبز ہوا اور کہنے لگا: "حضرت زبیرؓ آپ ﷺ کے رشتہ دار ہیں اس لئے آپ ﷺ نے ان کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔"

حضور ﷺ کو اس کی یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ فرمایا: "اے نادان! اگر میں نے انصاف نہ کیا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ واللہ! جس نے جانبداری سے کام لیا اور انصاف چھوڑ دیا وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔" [1]

ایک مسلمان اور یہودی میں فیصلہ کی نظیر

(۵) ایک دفعہ ایک مسلمان اور یہودی میں تکرار ہو گئی۔ مسلمان نے اپنی گفتگو میں اس طرح قسم کھائی کہ "قسم ہے اس اللہ کی جس نے محمد ﷺ کو سب سے افضل پیدا کیا۔"

یہودی نے بھی جواب میں اسی طرح قسم کھائی کہ "قسم ہے اس اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سب سے افضل پیدا کیا۔"

اس پر مسلمان نے غصہ میں آکر یہودی کے طمانچہ مار دیا۔ معاملہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ جھگڑا تو معمولی سی بات پر تھا' جسے آپ ﷺ نے وہیں سلجھا دیا۔ رہا طمانچے کا معاملہ اس پر آپ نے مسلمان کو خوب ڈانٹا اور زجر و توبیخ کی۔ کہ

---

[1] بخاری' المساقاۃ: باب سکر الانھار حدیث نمبر۲۳۵۹ '۲۳۶۰۔ مسلم' الفضائل: باب وجوب اتباعہ ﷺ حدیث نمبر۲۳۵۷۔

Marfat.com

"جب اس نے یہ کہہ ہی دیا تھا تو تمہیں خاموش ہو جانا چاہیے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام میرے بھائی ہیں جب بصورت مقابلہ میری بڑائی بیان ہو گی تو یقیناً اس میں ان کی تحقیر ہو گی۔ اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی نبی کی تحقیر کرے۔ پس خبردار آئندہ مجھے کسی نبی پر ترجیح نہ دینا خصوصاً اس حیثیت میں جب کہ دو کا مقابلہ ہو۔" [1]

سبحان اللہ! کیا انصاف ہے کہ غیروں کے سامنے اپنوں کو ڈانٹا جاتا ہے کیا جانبداری سے کام لینے والے منصف، جسٹس اور مجسٹریٹ، اس سے کچھ سبق لیں گے؟

نیز حضور ﷺ کی تعریف میں دیگر انبیاء کو حضور ﷺ کا خادم ٹھہرانے والے مسلمان اس حدیث پر غور فرمائیں کہ "مجھے دیگر انبیاء کے مقابلہ میں بڑا نہ کہو کہ کہیں ان کی تحقیر نہ ہو۔"

محاصرۂ طائف کا واقعہ

(۶) طائف کے محاصرہ پر جس رئیس (صخر) نے طائف کی حصار بندی کی تھی۔ اس نے طائف والوں کو اتنا دبایا کہ وہ عاجز آ کر مصالحت پر اتر آئے۔ صخر نے ان کی بہت سی اشیاء پر قبضہ کر لیا۔ جب امن و امان قائم ہو گیا۔ تو مغیرہؓ نے حاکم طائف صخر کے خلاف حضور ﷺ کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ "اس نے ہمارے چشمہ پر ناجائز قبضہ جما لیا نیز میری پھوپھی کو بھی بند کر رکھا ہے۔"

حضور ﷺ نے صخر کو بلا کر جواب طلب کیا۔ اور کوئی معقول وجہ نہ پا کر اس کی پھوپھی کو واپس کرا دیا۔ اور چشمہ بنو سلمہ جو حکومت کے لئے از بس مفید اور ضروری تھا، واپس دلا دیا۔ حالانکہ صخر نے یہ ہر دو اشیاء اس وقت قبضہ میں کی تھیں

---

[1] بخاری، الخصومات: باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومۃ حدیث نمبر ۲۴۱۱، مسلم، الفضائل: باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام حدیث نمبر ۲۳۷۳۔

Marfat.com

جب کہ اہل طائف ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ [1]

اس واقعہ سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت لوگ حکومت کے خلاف بھی بڑے بڑے سرداروں' رئیسوں اور حاکموں پر دعویٰ دائر کر دیا کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں عدالت عالیہ سے یہ توقع ہوتی تھی کہ وہاں ضرور انصاف ہو گا اور حق بہ حقدار رسید والا معاملہ ہو گا۔

قبیلہ بنو ثعلبہ کا فیصلہ

(۷) ایک دفعہ قبیلہ بنو ثعلبہ کے چند افراد مدینہ منورہ آئے تو ایک انصاری نے ان پر دعویٰ دائر کر دیا۔ اور عرض کیا کہ "حضور ﷺ! ان کے مورث اعلیٰ نے ہمارے خاندان کے ایک شخص کو قتل کیا تھا' اس کے بدلے میں ان کا ایک آدمی قتل کرا دیجیے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "ایسا نہیں ہو سکتا' کرے کوئی اور بھرے کوئی' قتل تو کرے مورث اعلیٰ۔ اور پکڑا جائے آنے والی نسلوں کو' باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا جا سکتا۔"

انصاری جو پہلے بہت جوش میں بھرا ہوا بیٹھا تھا۔ حضور ﷺ کی یہ تقریر سن کر ٹھنڈا ہو گیا۔ اور اس نے اپنا دعویٰ واپس لے لیا۔ [2] کیونکہ وہ تو زمانۂ جاہلیت کے خیال پر تھا۔ اسے اسلامی اخوت اور اسلامی قانون کا ابھی علم نہ ہوا تھا۔ کہ اسلام کا اصول ہے:

﴿ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴾ (الانعام: ۱۶۴)

"ایک شخص کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جاتا۔"

الغرض حضور ﷺ کے بے شمار فیصلوں کی نقلیں کتب احادیث و سیر میں بھری پڑی ہیں۔ یہاں تو بطور نمونہ صرف چند ایک نقل کر دی گئی ہیں۔

---

[1] ابوداؤد' الخراج: باب فی اقطاع الارضین حدیث نمبر ۳۰۶۷۔

[2] دار قطنی ۳/ ۳۹'۴۰ حدیث نمبر ۲۹۵۷' حاکم ۲/ ۶۱۱۔

Marfat.com

گیارھواں باب

آنحضور ﷺ ایک طبیب کی حیثیت میں

غالباً یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ آنحضرت ﷺ جیسے روحانی طبیب ہیں ویسے جسمانی بھی ہیں- اور جس طرح آپ ﷺ نے افرادِ انسانی کی بہبودی کے لئے ہماری روحانی (غیر محسوس) بیماریوں کی تشریح فرمائی ہے اسی طرح آپ ﷺ نے جسمانی بیماریوں کی تشریح اور علاج میں اپنے قواعد اور بنیادی اصول ارشاد فرمائے ہیں کہ وہ نہ تو حکمائے یونان کو سوجھے تھے اور نہ ہی آج کل کے ترقی یافتہ سائنس دان ڈاکٹر اس تحقیق تک پہنچ سکے ہیں-

اصولِ حفظان صحت

حضور ﷺ نے حفظانِ صحت کے جو اصول وضع فرمائے پہلے ان کی تشریح ملاحظہ ہو- پھر حضور ﷺ کے وہ واقعات پیش کیے جائیں گے جو آپ کی طبی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں-

(ا) حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ مسواک سے بہت محبت رکھتے تھے جب آپ ﷺ وضو کرتے مسواک ضرور کرتے- ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا: "جب جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں، مجھے مسواک کا حکم ضرور دیتے ہیں-"[1] عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں- "کہ حضور ﷺ اتنی مسواک کرتے کہ ہمیں ڈر رہتا کہیں حضور ﷺ کے مسوڑے چھل نہ جائیں-"[2] یعنی آپ احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے بکثرت

---

[1] [2] ابن ماجہ، الطہارۃ: باب السواک حدیث نمبر ۲۸۹-

Marfat.com

مسواک کرتے تھے۔

دانتوں کی صفائی آپ ﷺ، صحابہ کرامؓ سے فرماتے کہ مسواک ضرور کیا کرو۔ اس سے روحانی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں اور مادی بھی۔ مادی یہ کہ تمہاری صحت اچھی رہے گی، معدہ کو تقویت پہنچے گی، دماغ صاف اور روشن ہو گا، بصارت بڑھے گی اور روحانی یہ کہ جس وضو میں مسواک کی جائے گی اس نماز کا اجر دوسری نماز سے ستر گنا زیادہ ملے گا۔[1]

بے شک مسواک کو ایک ظاہر بین انسان معمولی تصور کرتا ہے مگر جب اس کے روحانی فوائد کے علاوہ طبی فوائد پر نظر کرتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ دانت، مسوڑھے، زبان، دماغ، حلق وغیرہ جملہ اعضاء کے فضلات کو جس خوبی اور آسانی سے مسواک دور کر سکتی ہے اور کوئی چیز بھی ان فضلات کی مضر تاثیرات سے انسان کو نہیں بچا سکتی۔ پیلو کی لکڑی، دانتوں اور مسوڑھوں کی حفاظت اور ان رطوبات فاسدہ کو خارج کرنے کے لئے طبی طور پر ایک نہایت اچھی دوا ہے۔ جب اسے بطور مسواک استعمال کیا جائے۔ گندہ دہنی (منہ کی غلاظت) کو دور کرتی ہے۔ رطوبات فاسدہ کا اخراج کرتی ہے۔ اور جب کہ اسے پانچ دفعہ پابندی سے استعمال کیا جائے تو یقیناً یہ (ہوا سے اڑ اڑ کر) دانتوں اور منہ میں پہنچنے والے ذروں، مادوں اور جراثیم سے حفاظت کا ایک قطعی بیمہ ہے۔ اس خوشبودار لکڑی کی مسواک سے آلاتِ چشم پر بھی عمدہ اثر پڑتا ہے اور قیام بصارت میں بھی بہت مدد ملتی ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ بہت سے ہندو اور سکھ بھی داتن کرتے ہیں۔ یہ انہیں کوئی مذہبی حکم نہیں ہے بلکہ طبی طریق پر اس کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بھی دانتوں کے مریضوں کو اکثر برش کی تلقین کرتے ہیں اور اب تو عام انگریز

---

[1] بیہقی فی شعب الایمان (۲۷۷۳) مسند احمد ۶/ ۲۷۲۔

Marfat.com

بھی برش کی ضرورت کو محسوس کرنے لگے ہیں۔

طب مغربی اور طب نبوی

نئی طبی تحقیقات نے دانتوں کی اس بیماری کا جسے طب قدیم "گندہ دہنی" اور گوشت خور (پائیوریا) کے نام سے صدیوں پہلے جانتی تھی۔ نہایت شدومد سے نشر کیا ہے۔ اور قرار دیا ہے کہ یہ بیماری انسان کی سب سے بڑی دشمن ہے' معدہ کی خرابی سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے اور معدہ کی تباہی اس بیماری کا نتیجہ ہوا کرتی ہے۔ یہاں تک دق کا مرض اس سے پیدا ہوتا ہے لیکن یہ حضور ﷺ کا کام تھا کہ ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اس حقیقت کو واشگاف کر دیا اور قبل اس کے کہ تمدن و تہذیب کی ترقی عالمگیر طور پر اس مرض کو پیدا کرتی' اس کی پیدائش کو بند کرنے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔ اور پھر طریقہ کیسا؟ بالکل سادہ نہایت سستا' اور ہر شخص کے لئے عملی' جو ہر جگہ میسر آ سکے اور بلا تکلف بہم پہنچ سکے۔

ایک شخص جو ضرورت سے زیادہ اپنے معدے پر غذا کا بوجھ نہیں ڈالتا (اور یہ عادت ٹھیک سنت نبوی کا اتباع ہے) اور اس وجہ سے اس کے معدے میں خراب گیس اور خراب بخارات نہیں اٹھتے۔ نہ خون میں وہ خرابی پیدا ہوتی ہے جو گوشت خورہ اور پائیوریا کو پیدا کرے۔ اس کے ساتھ وہ پانچ دفعہ دن رات میں دانتوں اور مسوڑھوں کو خراب رطوبتوں' مادوں اور جراثیم سے پاک صاف کرتا رہتا ہے' اس کو یہ بیماری پیدا نہ ہوگی۔ اگر پیدا ہو جائے تو قبل اس کے کہ وہ ایسی ترقی کرے' کہ دانت اکھڑوانے اور اس طرح آلات انہضام کی اولین پوزیشن کو تباہ و برباد کرنے کے غیر قدرتی فعل کا ارتکاب کیا جائے' وہ اس بیماری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ کسی ہسپتال میں جا کر نہیں' یورپ کے کسی ماہر فن کی فیس ادا کر کے نہیں' دانت اکھڑوا کر اور چہرہ بگڑوا کر نہیں' بلکہ محض ایک معمولی لکڑی سے اور محض دنیا کے طبیب اعظم (فداہ ابی و امی و روحی و جسدی) ﷺ کے ایک بتائے ہوئے اصول حفظان صحت

Marfat.com

پر عمل کرے۔ یعنی وہ پانچ نمازوں کے وقت تازہ اور صاف مسواک کر لیا کرے جملہ امراض دندان سے نجات مل جائے گی۔

دانتوں کی صفائی کے فوائد

تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسواک کی مداومت سے منہ اور معدہ کی تمام بیماریاں دور ہو جاتی ہیں' نزلہ و زکام سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ بینائی و حافظہ بڑھ جاتا ہے۔ سل اور دق کا اندیشہ تک نہیں رہتا' قبض جیسا نامراد مرض اس سے دور ہو جاتا ہے' بشرطیکہ اس کا عمل روزانہ ہوتا رہے۔

مسواک نیم' کیکر' الائچی' پھلاہی اور شیشم کی بھی بہت مفید ہے مگر پیلو کی تازہ شاخ تو سب پر فضیلت رکھتی ہے۔ مسواک جتنی صاف اور ستھری ہو' اتنی ہی منفعت بخش ثابت ہوتی ہے۔

وضوء کا صحت پر اثر

(۲) حضور ﷺ نے ہر نماز کے لئے اپنی اُمت کو جو وضوء کی تعلیم دی ہے اگر سوچا جائے تو علاوہ روحانی فوائد کے اس میں بہت سے طبی فوائد بھی مضمر ہیں۔

ہوا اور پانی پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اور پانچ دفعہ کا یہ غسل معدہ کے ذریعہ سے نہیں' بلکہ مسامات کے ذریعہ سے بقائے زندگی کی اس چیز (پانی) کا ضروری حصہ قدرتی طور پر جسم انسان کے اندر پہنچتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ جسم کے کھلے ہوئے اعضاء کی کثافتوں کو پانچ دفعہ دور کرتا رہتا ہے۔ سائنس کی نئی تحقیق بتاتی ہے کہ ہوا کے ذرات میں مل کر اڑنے والے اربوں جراثیم ہیں جو اندر پہنچ کر فنا ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سے ہیں جو اندر پہنچنے کے راستوں میں رہ جاتے ہیں۔ لیکن وضو میں تین دفعہ صاف پانی سے کلی اور غرغرہ کیا جاتا ہے۔ جس سے منہ اور حلق کو پاک و صاف کر دیا جاتا ہے۔ تین دفعہ ناک کے پورے بانسے کو دھو کر صاف کیا جاتا ہے اور جراثیم کے اندرون جسم میں داخل ہونے کے ان راستوں کی قدرتی اور سادہ طریقہ

Marfat.com

سے صفائی (ڈس انفکٹ) کر دی جاتی ہے۔ اور منہ سے کپڑا باندھنے کے (جیسا کہ بعض ہندو خصوصاً جین ازم والے کرتے ہیں۔) غیر قدرتی عمل کی بجائے اس قدرتی طریقہ صفائی اور حفاظت جراثیم کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے اور نفس (سانس) کی آمد و شد اور تازہ اور زندگی بخش ہوا کے بلا روک ٹوک اندر جانے اور پیٹ کی خراب گیس کے باہر خارج ہونے میں کوئی مزاحمت بھی نہیں ہوتی۔ اور اس عمل کی ۲۴ گھنٹے میں ۵ دفعہ تکرار اچھی طرح سے اس کے ظاہری طبی مقصد کو بھی پورا کر دیتی ہے۔

رات بھر کی نیند کے بعد جب کہ انسان سوئے ہوئے بدل مایتحلل تھکے ماندہ اعضائے بدن کے لئے حاصل کر لیتا ہے اور بیکار اجزاء مسامات کے ذریعے خارج ہوتے رہتے ہیں۔ اور جسم کے کھلے ہوئے اعضاء پر جو مادہ یا حسب تحقیقات جدید "جراثیم" جمع ہو جاتے ہیں۔ تو مسلمان رفع ضروریات کے بعد پہلا کام یہ کرتا ہے کہ پاک و صاف پانی سے (وضو کے لئے شرعاً ضروری ہے کہ پانی پاک و صاف ہو) اپنے تمام کھلے ہوئے اعضاء کی تین دفعہ شست و شو (صفائی) کرتا ہے اور رات بھر میں جمع ہونے والی کثافتوں کو دور کرتا ہے۔ طلوع آفتاب سے پہلے تازہ پانی سے بذریعہ مسامات جدید تغذیہ بھی حاصل کرتا ہے۔ اور اعضاء پر جو مادے یا جراثیم رات بھر میں جمع ہو گئے تھے ان کو بھی دور کر دیتا ہے۔ پھر نصف دن گذر جانے کے بعد جب کہ آفتاب کی حرارت سے (یا سرد ممالک میں کاروبار زندگی کی تکان سے) وہ خستہ اور ماندہ ہو جاتا ہے' اسے یہ مفرح اور زندگی بخش غسل کرایا جاتا ہے۔ جس سے کثافتوں اور جراثیم کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے اور اس غسل سے تازگی بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے ۳ یا ۴ گھنٹے بعد جب کہ اس وقفہ میں کاروبار کی محنت دن کے پہلے نصف حصہ سے زیادہ تھکا دینے والی ہوتی ہے وہ پھر اس غسل کی تکرار کرتا ہے اور اس کے فوائد معلومہ کو حاصل کرتا ہے۔ پھر غروب آفتاب کے وقت جب کہ عصر و مغرب کے اس درمیانی حصہ میں تحلیل اجزاء' دن کے تمام حصوں سے زیادہ ہو گئی ہے' وہ

Marfat.com

پھر اس زندگی بخش غسل سے تازہ دم ہوتا ہے۔ مغرب کے بعد عشاء کا وقت ہے جو دن بھر کے کاروبار کے بعد رات کے آرام کو شروع کرنے کا اور بستر خواب پر جانے کا ٹائم ہے' اب ضرورت ہے کہ وہ بستر پر اس حالت میں جائے کہ پاک و صاف حالت میں ہو اور تازہ دم ہو' تاکہ گہری اور آرام کی نیند سے فائدہ اٹھا سکے۔ اس لئے آخری دفعہ وہ ایک تہائی رات گذر جانے کے بعد اب پانچویں دفعہ اس فائدہ بخش غسل کا نفع حاصل کرتا ہے۔

روزانہ اس پانچ بار کے غسل کے جسمانی فوائد اور طبی منافع پر غور کیجیے کہ وہ کس قدر بین اور ظاہر ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ طریق مشرق و مغرب کے گرم اور ٹھنڈے ملکوں کے لئے کس قدر آسان اور یکساں طور پر مفید ہے جو حضور ﷺ نے اپنی اُمت کے لئے جاری کر دیا ہے۔ پورے غسل کی طرح اس میں کوئی دشواری بھی نہیں جو ٹھنڈے ملکوں یا قلت آب کے مقامات پر پیش آتی ہے۔ یہ تو حفظانِ صحت کا ایک سادہ اور عملی طریقہ ہے جو ہر جگہ ہر شخص کے لئے مفید بھی ہے اور آسان بھی ہے۔

غسل کے طبی فوائد

(۳) پھر حضور ﷺ نے بطور حفظ ماتقدم اپنی اُمت کے لئے پورا غسل بھی ضروری ٹھہرا دیا۔ دن کے اس پانچ مرتبہ غسل کے علاوہ پورے بدن کا غسل یوں تو جب کوئی چاہے کرے۔ اور جتنی بار چاہے کرے مگر حضور ﷺ نے اسے ہر جمعہ کے دن ضروری قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا :

((اِذَا جَآءَ اَحَدُکُمُ الْجُمُعَةَ فَالْیَغْتَسِلْ))

"جب کوئی جمعہ کے لئے آئے تو غسل کرے۔"[1]

---

[1] بخاری' الجمعة : باب فضل الغسل یوم الجمعة حدیث نمبر ۸۷۷' مسلم' الجمعة : باب کتاب الجمعة حدیث نمبر ۸۴۴۔

Marfat.com

پھر ارشاد فرمایا:

﴿غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ اَیْ بَالِغٍ﴾

"ہر بالغ پر جمعہ کا غسل فرض ہے۔"[۵]

اور متاہل (شادی شدہ) آدمی پر مجامعت کے بعد جو غسل قرار دیا ہے۔ اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ چونکہ مجامعت کا فعل جسم کے مادوں کو مساماتِ جسم کی طرف متحرک کر دیتا ہے' اس لئے تمام جسم کو خوب دھویا جائے۔ اور ایک بال برابر جگہ بھی خشک نہ چھوڑی جائے تاکہ کثیف مادے ہر مسامِ جسم سے خارج ہو جائیں اور بدن تازہ پانی سے بذریعہ مسامات نیا تغذیہ بھی حاصل کرے اور فعل مجامعت سے جو تکان پیدا ہوتی ہے اس سے تحلیل اجزاء جسم ہوتی ہے اور جسم کو ایک حد تک اس کا معاوضہ حاصل ہو جائے۔

نماز پنجگانہ کے طبی فوائد

(۴) اسی طرح ہمیں نماز پنجگانہ کا حکم جو در حقیقت بہت سے باطنی اور روحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے دیا گیا تھا اپنے اندر کئی جسمانی اور طبی فائدے بھی رکھتا ہے۔ اگر اس کے روحانی فوائد سے قطع نظر کر کے سطحی نظر سے دیکھا جائے تو نماز سے پانچ دفعہ دن اور رات میں تمام جسم میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے' جو قوی اور کمزور' جوان اور بوڑھے' عورت اور مرد سب کے لئے بہترین طبی منافع کی ضمانت ہے۔ اس سے زائد رطوبات جسمیہ کی تحلیل ہوتی ہے۔ اس سے آلات انہضام کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ اور فعل ہضم کے درست اور باقاعدہ ہونے کی ایک طرح پر مدد مل جاتی ہے۔

نیز اس عبادت سے اعضائے رئیسہ پر خوشگوار اثر پڑتا ہے جس کے نتیجے میں پورا جسم چاق و چوبند اور نشاط انگیز ہو جاتا ہے۔ اور دن اچھا گزرتا ہے۔

---

[۵] بخاری' حوالہ سابق حدیث نمبر ۸۷۹' مسلم حوالہ سابق حدیث نمبر ۸۴۶۔

Marfat.com

روزے کے جسمانی فوائد

(۵) اسی طرح روزہ کو دیکھ لیجیے جو اپنے مہتم بالشان روحانی فوائد کے ساتھ ساتھ ایسے بہترین جسمانی فوائد اِنسان کو پہنچاتا ہے جو کسی دوسرے طریقہ سے ممکن نہیں۔ روزہ ضبط نفس کی عادت پیدا کرتا ہے اور ضبط نفس سے اعلیٰ کیریکٹر پیدا ہوتا ہے۔ روزہ مصائب کے وقت انسان کو صبر و برداشت کے ساتھ مشکلات و مصائب کے ہجوم میں سے کامیابی کی راہ نکالنے کی عادت سکھاتا ہے۔ روزہ سے امیروں کو غریبوں کی بھوک اور پیاس کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اور اس طرح خدمت عوام اور خدمت غرباء کی عالمگیر تحریک کو مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ روزہ میں ہر امیر و غریب گورے کالے کے لئے بہترین طبی منافع ہیں کہ سال بھر میں جتنے فاسد مادے جسم میں جمع ہو جاتے ہیں۔ روزہ کی حرارت ان کو سادہ اور قدرتی طور پر فنا کر دیتی ہے اخلاط کی تعدیل کرتی اور مزاج کو صحیح اور روح کو طاقتور بناتی ہے۔

کم خوری کے طبی فوائد

معدہ اطباء کے نزدیک ایک چکی ہے جو غذا کو پیس پیس کر رقیق القوام بناتا ہے۔ اور معتدل و مصفیٰ کر کے جگر کو پہنچا دیتا ہے اور جگر میں اس کا صالح خون بن کر بذریعہ قلب تمام جوارح اور عروق میں پہنچتا اور بدل لایتحلل ہوا کرتا ہے۔ چکی کا قاعدہ ہے کہ اگر رات دن چلتی رہے تو جلد خراب ہو جاتی ہے۔ البتہ ایسی چکی جو چند دن چلے اور کچھ دن بند رہے وہ عرصہ تک کام دیتی ہے۔ یہی حال انسان کا ہے جو تجربہ اور مشاہدہ سے عین الیقین تک پہنچ گیا ہے کہ روزہ دار اور کم کھانے والے اشخاص کی عمر ہمیشہ شکم سیر لوگوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اور صحت بھی قابل رشک ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ ماہ رمضان کے روزوں کے علاوہ' سال بھر میں عموماً اور بھی روزے رکھا کرتے تھے۔ ہر مہینے میں تین روزے تو خصوصیت سے رکھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن

Marfat.com

افطار کرنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔[1] اور صحابہ کرامؓ کو بھی یہی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اور جب کھاتے تھے تو شکم سیر ہو کر نہ کھاتے تھے بلکہ بہت تھوڑی غذا کھاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں معدہ کے تین حصے کر لینے چاہئیں۔ ایک غذا کے لئے اور ایک حصہ پانی کے لئے اور ایک حصہ یادِ حق کے لئے۔[2]

اندروں از طعام خالی دار
تا دراں نورِ معرفت بینی[3]

حضور ﷺ کا حکیمانہ ارشاد حضور ﷺ یہ بھی فرمایا کرتے کہ "جب تک بھوک خوب نہ لگے، کھانا نہ کھاؤ اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ اٹھالو۔"[4]

یہ حفظانِ صحت کا وہ سب سے بڑا اصول ہے جسے آج دنیا تسلیم کر چکی ہے۔ جب تک مسلمان اپنے ہادی ﷺ کی اس تعلیم پر عامل رہے وہ بہت ہی کم حکیموں اور ڈاکٹروں کے محتاج ہوئے۔ مگر جونہی انہوں نے اس عادت کو چھوڑا وہ مختلف امراض کے شکار بن گئے۔

ایک تاریخی واقعہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ صدرِ اول میں ایک بادشاہ نے مسلمانوں کی خدمت کے لئے اپنا ایک خاص طبیب بھیجا جو عرصہ تک مدینہ منورہ میں بیکار بیٹھا رہا اور اس کے پاس کوئی بیمار نہ آیا۔ بالآخر تنگ آ کر اس نے پوچھا:

---

[1] ابوداؤد، الصوم: باب فی صوم الثلاثۃ حدیث نمبر ۲۴۵۰، ترمذی، الصوم: باب ماجاء فی صوم یوم الجمعۃ حدیث نمبر ۷۴۲۔ [2] ترمذی، الزہد: باب ماجاء کراہیۃ کثرۃ الاکل حدیث نمبر ۲۳۸۰۔

[3] مطلب یہ کہ اپنے پیٹ کو زیادہ خوراک سے نہ بھرو تاکہ نورِ معرفت حق کا مشاہدہ کر سکو۔

[4] ترمذی، الزہد: باب ماجاء کراہیۃ کثرۃ الاکل حدیث نمبر ۲۳۸۰۔

Marfat.com

"اس کی کیا وجہ ہے کہ اتنے بڑے شہر میں آج تک ایک مریض بھی علاج کے لئے میرے پاس نہیں آیا۔؟"

اسے بتایا گیا کہ "مسلمانوں کو ان کے طبیب اعظم ﷺ نے صحت اور تندرستی کے متعلق ہدایات دے رکھی ہیں۔ اور جب سے مسلمان ان پر عامل ہیں وہ صحت اور تندرستی کے لحاظ سے دنیا کی جملہ اقوام پر سبقت لے گئے ہیں۔"

وہ طبیب یہ سن کر حیران رہ گیا۔ اور مدینہ منورہ چھوڑ کر چلا گیا۔ "کہ جو قوم اپنے معدہ کی نگہداشت رکھتی ہے وہ کبھی بیمار نہیں ہو سکتی۔"[1] اور معدہ کی نگہداشت یہی ہے کہ اس پر زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے اور ہلکی اور زود ہضم غذا استعمال کی جائے۔

اطباء کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ "پرہیز و احتیاط" دوا اور علاج سے بہتر ہے۔ قدرت کے اس اٹل اصول کی روزہ اور فاقہ میں جس قدر عملی اور کامل تعلیم ہے کسی اور تدبیر میں نہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ روزہ اور اس کا فلسفہ اور اس کا لاثانی طبی منافع یہ ایک تنہا شے اس حقیقت کو "سائنٹیفک طریقہ" پر ثابت کرنے کے لئے موجود ہے کہ اسلام ہی دین فطرت ہے۔ اسلام ہی اصل قوانین فطرت کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور اسلام ہی میں یہ طاقت ہے کہ ایسا نظام دنیا کے رو برو پیش کرے' جو وحشی اور مہذب' غریب و امیر' اسود و احمر کے لئے یکساں طور پر مفید ہو۔ اور ایک عالمگیر عملی نظام ثابت ہو۔

آپ بے شک اسلام کی ایک ایک تعلیم اور ایک ایک اصول کو طبی نکتہ نگاہ سے دیکھیں۔ یقیناً اس میں آپ کو بے شمار فوائد نظر آئیں گے۔

سادہ خوراک کی ہدایت

(۶) صحت و تندرستی قائم رکھنے کے لئے جہاں آپ ﷺ نے سیر شکمی کی بجائے قلیل غذا کو ترجیح دی ہے'

---

[1] لم اجدہ۔

وہاں انواع و اقسام کے پر تکلف اور مرغن کھانوں سے سادہ کھانوں کو افضل قرار دیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ ﷺ جو کے آٹے یا سادے آٹے کو جس میں چھان بورا بھی موجود ہوتا تھا۔ زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔[1] سادے آٹے کی خوبیاں معلوم کرنا ہوں تو جرمن ڈاکٹروں کا صرف ایک ہی قول سن لو۔ وہ لکھتے ہیں کہ "چھان بورا سل اور دق نہیں ہونے دیتا۔"

چھان بورا کے فوائد

یونانی طب میں "چھان بورا" بطور دوائی کے کئی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ زکام میں اس کا جوشاندہ مفید ہے۔ خفقان میں اس کا خیساندہ موجب تسکین ہے۔ نمک کے ساتھ گرم کر کے ٹکور کرنا ہر جگہ درد کو آرام دیتا ہے۔ آٹے میں ملا کر کھانے سے قبض مطلقاً نہیں ہونے دیتا اور معدہ طاقتور ہو جاتا ہے۔ امعا (انتڑیوں) کی رطوبتیں جذب ہو جاتی ہیں۔ اور تمام اندرونی بیماریوں کو نافع ہے۔

پانی پینے میں ہدایات

(۷) کھانے کے بعد پانی کا درجہ ہے۔ آپ ﷺ نے پانی میں بطور حفظ ما تقدم تعلیم دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ پانی بیٹھ کر پینا چاہیے۔ اور یکدم ایک ہی سانس میں نہ پینا چاہیے بلکہ تین سانس لے کر پینا چاہیے۔[2] اس میں یہ فائدہ ہے کہ آدمی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ مجھے کتنی پیاس ہے۔ اور اپنی پیاس کے موافق پانی پئے گا۔ اور اس طرح ویسے بھی کم پانی پیا جائے گا۔ ایک ہی بار پینے سے آدمی زیادہ پانی پیتا ہے جو اس کے لئے تکلیف وہ ثابت ہوتا اور بعض صورتوں میں خطرناک ہوتا ہے۔

---

[1] بخاری، الاطعمة: باب النفخ فی الشعیر حدیث نمبر ۵۴۱۰، ۵۴۱۴۔

[2] مسلم، الاشربة: باب فی الشرب قائما حدیث نمبر ۲۰۲۴، ۲۰۲۸۔

Marfat.com

داڑھی اور مونچھوں کے احکام

(۸) داڑھی اور مونچھوں کے متعلق جو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے اگر بغور دیکھا جائے تو مذہبی شعار کے علاوہ اس میں بھی ہمارا ہی فائدہ ہے' جو حضور ﷺ نے طبی نکتہ نگاہ سے پیشگی حفاظت کے لئے ہمیں بتا دیا ہے۔ فرمایا:

أُحْفُوا الشَّوَارِبَ وَ اَوْفِرُو اللُّحٰی۔ "مونچھیں کٹاؤ' اور داڑھی بڑھاؤ۔"[1]

یہ الگ بات ہے کہ آج ہم حضور ﷺ کے اس ارشاد کا الٹ کر رہے ہیں۔ داڑھی منڈاتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہمارا یہ فعل ہمارے ہی لئے مضر ہے۔ اور اس میں سرا سر ہمارا ہی نقصان ہو رہا ہے نہ صرف روحانی بلکہ جسمانی بھی۔

مونچھوں کے لمبے بال جس قدر ہمارے لئے مضر اثرات پیدا کر سکتے ہیں وہ ایک سطحی نظر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ناک کے ذریعہ سے معدہ' قلب' دماغ بلکہ تمام بدن کے بخارات متعفنہ اور رطوبات لزجہ دفع ہوتی ہیں۔ اور مونچھوں کے بال سب سے پہلے ان سے متاثر ہو کر زہریلا اثر پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو اس قدر کٹوانے کا حکم ہوا ہے کہ وہ ہماری خورد و نوش کی چیزوں میں نہ ڈوب سکیں اور نہ ہی انسانی خوراک ان کے ملنے سے زہریلا اثر قبول کر سکے۔

اسی طرح داڑھی کے متعلق بھی اب ڈاکٹروں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ دراصل قدرت نے یہ ہمارے جبڑے اور دانتوں کی حفاظت کے لئے پیدا کر رکھی ہے۔ یہ ایک مفید چیز ہے جس سے ہم جبڑے اور دانتوں کی اکثر تکالیف سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

---

[1] بخاری' اللباس: باب تقلیم الاظفار حدیث نمبر۵۸۹۲' مسلم' الطہارۃ: باب خصال الفطرۃ حدیث نمبر۲۵۹۔

Marfat.com

ڈاکٹر اے میکڈ انلڈ کی جدید تحقیقات واشنگٹن کے مشہور ڈاکٹر اے میکڈ انلڈ نے اپنی جدید تحقیقات کی بنا پر لکھا ہے کہ میں نے اس جانچ کے لئے ۳۵ مضبوط اور تندرست آدمیوں پر تجربہ کیا ہے۔ جن کی عمریں ۲۵ سے ۴۰ سال کے درمیان تھیں پہلے وہ ڈاڑھی رکھتے تھے۔ بعد میں منڈوانی شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے صرف ۱۴ آدمی صحیح و سلامت رہے اور باقی سب آدمی دانتوں اور جبڑے کی شکایت میں مبتلا ہو گئے۔

پھر یہی ڈاکٹر لکھتا ہے:

"ڈاڑھی والے لوگوں کو بہت ہی کم پھیپھڑے کی شکایت ہوتی ہے۔ نیز تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ ڈاڑھی متواتر منڈوانے سے انسان کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ اور وہ قبل از وقت راہیٔ ملک عدم ہو جاتا ہے۔"

المختصر حضور ﷺ کے ہر ایک حکم میں بہت سے طبی فوائد مضمر ہیں۔ آپ ﷺ نے ناخن ترشوانے۔ بغلوں کے بال اتروانے۔ اور زیر ناف بال لینے کے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے اور اسے اپنی سنت و امور فطرت سے ٹھہرایا ہے۔[1] اس میں بھی یہی حکمت مضمر ہے۔

بینائی کے بارے میں حضور ﷺ کی ہدایات (۹) قوت بینائی کو بحال رکھنے کے لئے آپ ﷺ نے بطور حفظ ماتقدم ہمیں سرمہ استعمال کرنے کی تلقین فرمائی۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ حضور ﷺ روزانہ رات کو اچھی قسم کا سرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔[2]

---

[1] بخاری، حوالہ سابق حدیث نمبر ۵۸۹۰، ۵۸۹۱، مسلم حوالہ سابق حدیث نمبر ۲۵۷، ۲۶۱۔

[2] ترمذی، اللباس: باب ماجاء فی الاکتحال حدیث نمبر ۱۷۵۷، ابن ماجہ، اطلب: باب من اکتحل وترا حدیث نمبر ۳۴۹۹۔

Marfat.com

عرب میں ایک عورت زرقا نامی گزری ہے وہ اپنی تیزی بصارت کی وجہ سے بہت مشہور تھی۔ یہاں تک کہ وہ تین دن کے راستہ تک دیکھ سکتی تھی۔ ڈاکٹروں نے جب اس کی بینائی کی تحقیق کی تو سوائے سیاہ رگوں کے اور کچھ نہ دکھائی دیا۔ اس سے پوچھا گیا تو اس نے جواب میں کہا :

"میں صرف کھجور اور مکھن کھاتی ہوں۔"

ڈاکٹروں نے تسلیم کر لیا کہ یہی وجہ ہے کہ اس کی نگاہ اس قدر تیز واقع ہوئی ہے۔

اب بھی جو پرانے لوگ موجود ہیں، ہماری بہ نسبت ان کی نظریں بہت تیز ہیں۔ اور اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ سرمہ اور مقوی دماغ چیزیں استعمال کرتے ہیں۔ اور ہم بجائے سرمہ اور مقوی دماغ چیزوں کے عینک لگاتے ہیں۔

ذرا غور کرو حضور سرور عالم طبیب اعظم ﷺ کے ان ارشادات پر جو بظاہر ہمیں مسئلے کی شکل میں معمولی نظر آتے ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ اپنے اندر کس قدر طبی فوائد رکھتے ہیں، کہ ہماری صحت و تندرستی کا انحصار انہی پر موقوف ہے۔

حضور ﷺ کے معالجات

حضور ﷺ نے جہاں ہمیں حفظان صحت کے اصول سکھائے وہاں عند الضرورت بعض مریضوں کو علاج بھی بتائے۔ تاکہ آنے والی نسلیں اصول علاج سے بھی آگاہ ہو جائیں۔ آپ نے علم طب کسی استاد سے حاصل نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس کے متعلق کسی سے نسخے دریافت کیے، بلکہ یہ فن وہبی طور پر آپ ﷺ کو عطا کیا گیا۔ تاکہ آپ ساری دنیا کے استاد بن جائیں۔

کتب احادیث و سیر میں اس باب کے متعلق آپ ﷺ کے بہت سے واقعات درج ہیں۔ مگر ہم بطور نمونہ مشتے از خروارے صرف چند ایک نقل کیے دیتے ہیں :

شہد کے فوائد (۱) شہد ایک نہایت مفید چیز ہے۔ جس کے متعلق اطبائے یونان

Marfat.com

نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر حدیث میں وارد ہے کہ حضور ﷺ شہد کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اور اکثر اس کا استعمال کیا کرتے تھے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے' کہ اگر تندرست آدمی مہینے میں چار دفعہ بقدر اشتہاء (چاہت) شہد استعمال کر لیا کرے تو ہمیشہ ہی تندرست رہ سکتا ہے اور جملہ امراض کے حملوں سے بچ سکتا ہے۔ [1]

کسی کو بد ہضمی کے اسہال آ رہے تھے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے بطور علاج "شہد" بتایا:

مگر اس کے استعمال کرنے سے اسہال زیادہ ہوئے۔ بیمار کی طرف سے شکایت پہنچی' تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ "یہی استعمال کرو۔"

چنانچہ پھر استعمال کیا گیا تو فوراً آرام ہو گیا۔ [2] اصل بات یہ تھی کہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ اس کے بدن میں ردی مواد جمع ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ پورے طور پر نہیں نکلیں گے' آرام نہیں ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عودِ ہندی اور عودِ بحری سے علاج

(۲) ایک عورت کا بچہ بیمار ہو گیا۔ کسی نے کہا "مالش کرو!" مالش کرنے سے اس کی شکایت اور بڑھی۔ اور حضور ﷺ کے پاس پہنچی آپ نے فرمایا:

"مالش سے اسے دکھ نہ دو۔ عودِ ہندی کا سفوف دو۔"

اس نے یہی کیا۔ اور بچے کو آرام آ گیا۔" [3]

---

[1] ابن ماجہ' الطب: باب العسل حدیث نمبر ۳۴۵۰' لیکن اس میں تین بار کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

[2] بخاری' الطب: باب الدواء بالعسل حدیث نمبر ۵۶۸۴' مسلم' السلام: باب التداوی بسقی العسل حدیث نمبر ۲۲۱۷۔

[3] بخاری الطب: باب اللدود حدیث نمبر ۵۷۱۳' مسلم' السلام: باب التداوی بالعود الھندی حدیث نمبر ۲۲۱۴

Marfat.com

(۳) ایک شخص کو ذات الجنب (پسلی کا درد) تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عود بحری اور روغن زیتون کا استعمال کرو۔''[1] عود بحری ایک ایسی سیاہ رنگ کی لکڑی ہے کہ پانی میں فوراً ڈوب جاتی ہے۔ مزہ میں تلخ اور رنگت میں بھوری یا سیاہ ہوتی ہے۔ عود البحر کا کچھ کرشمہ دیکھنا ہو تو اسے پیس کر قدرے سنبل الطیب اور لونگ ملا کر شہد میں گولی بناؤ اور کھاؤ۔ پھر آپ کو معلوم ہو گا کہ ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی منتخب کردہ دوائی کیا چیز ہے۔

سنا مکی سے علاج

(۴) عرب میں چونکہ گرم آب و ہوا کی وجہ سے صفراوی یا خونی بخار ہوتا تھا۔ اور وہاں کا مقامی مروجہ علاج شبرم سے کیا جاتا تھا۔ جو سخت گرم اور زہریلے دانے ہوتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے اس کی اصلاح کر کے یوں فرمایا:

''سنا مکی استعمال کرو۔''[2]

مکہ کے علاوہ ہندوستان یا دوسرے پہاڑی علاقوں میں جو سنا ہوتی ہے اس میں وہ فوائد نہیں جو مکے کی سنا میں موجود ہیں۔ اگر ہیں بھی تو بہت کمزور مقدار ہیں۔ مکے کی سنا چھوٹی پتی والی اور لطیف ہوتی ہے' اور دوسرے علاقوں کی سنا سبز' مائل بہ سپیدی ہوتی ہے اور پتی بھی کرخت اور غلیظ (موٹی) دکھائی دیتی ہے۔

سنا مکی انسانی جلد کو صاف کرتی ہے۔ صفراوی خارش کی عمدہ دوا ہے مختصر یہ کہ لائق طبیب سنا اور سنا کے مرکبات سے تمام بیماریوں کا علاج کر سکتا ہے۔ اس میں

---

[1] ترمذی' الطب: باب ماجاء فی دواء ذات الجنب حدیث نمبر۲۰۷۸' ابن ماجہ' الطب: باب دواء ذات الجنب حدیث نمبر۳۴۶۷۔

[2] ترمذی' الطب: باب ماجاء فی السناء حدیث نمبر۲۰۸۱' ابن ماجہ' الطب: باب دواء المشی حدیث نمبر۳۴۶۱۔

Marfat.com

بڑی خوبی یہ ہے کہ باوجودیکہ مسہل ہے پھر بھی معدہ کو تقویت دیتی ہے۔ اور بدن میں چستی پیدا کرتی ہے۔ اس کے استعمال کرنے والے کے بدن میں کبھی ردی مواد جمع نہیں ہوتے اور نہ وہ موذی بیماریوں سے نڈھال ہوتا ہے۔

کلونجی سے علاج

(۵) آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "شونیز (کلونجی) تمام بیماریوں کی دوا ہے۔"[1] کلونجی ایک گرم و خشک دوائی ہے۔ دانے چھوٹے چھوٹے اور تیز ہوتے ہیں سرد مزاج والوں کے لئے نہایت مفید ہے گرم مزاج والوں کو سرکہ کے ساتھ استعمال کرنی چاہیے۔ سرکہ میں ملانے سے خارش کے لئے بھی فائدہ مند ہو جاتی ہے۔ بلغمی اور صفراوی بخاروں کو دور کرتی ہے۔ معدہ و امعاء، دماغ اور ناک اس کے استعمال سے صاف رہتے ہیں اس کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو اطباء سے مخفی نہیں۔

بخار کا علاج

(۶) بخار کا ذکر ہو رہا تھا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا (صفراوی یا وبائی) "بخار دوزخ کی گرمی سے ہے۔ اسے پانی سے سرد کرو۔"[2]

بقول اطباء جسے بخار آتا ہو وہ صبح سویرے اٹھے اور کسی نالہ یا نہر پر چلا جائے، جو مغرب کو بہہ رہی ہو۔ مشرق کو منہ کر کے جدھر سے پانی آ رہا ہو (غسل کرے) انشاء اللہ دو تین روز میں ہی آرام ہو جائے گا۔

یہ وہ علاج ہے جس پر جرمن کے ڈاکٹر آج نازاں ہیں کہ بغیر دوائی کے علاج کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ٹب تیار کرا رکھے ہیں۔ ان میں بیمار کو بٹھا کر غسل دیتے ہیں،

---

[1] بخاری، الطب: باب الحبة السوداء حدیث نمبر ۵۶۸۸، مسلم، السلام: باب التداوی بالحبة السوداء حدیث نمبر ۲۲۱۵۔

[2] بخاری، الطب: باب الحمٰی من فیح جهنم حدیث نمبر ۵۷۲۳-۵۷۲۴، مسلم، السلام: باب لکل داء دواء حدیث نمبر ۲۲۰۹، ۲۲۱۲۔

Marfat.com

چند دن کے بعد وہ اچھا ہو جاتا ہے۔

فسادِ خون کا علاج عرب میں اگر کسی کا خون خراب ہو جاتا' تو وہ لوہا تپا کر اسے داغ دیا کرتے تھے۔ جس سے انسان کو نہایت تکلیف ہوا کرتی تھی۔ آپ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا: "ایسی صورت میں بجائے داغ دینے کے تمہیں پچھنے لگوا دینے چاہئیں۔" [1]

چنانچہ اس کے بعد جب کسی کو کوئی خون کی بیماری ہوتی' تو پچھنے لگوا کر کچھ خون نکلوا دیتا۔ جس سے اسے آرام ہو جاتا۔

آج کل پچھنے کی بجائے عام طور پر جونکیں لگوا دی جاتی ہیں۔ مگر بات ایک ہی ہے۔

سرکہ انگوری کے منافع (۸) سرکہ انگوری کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب سے عمدہ خوراک ہے۔ [2] کھانا ہضم کرتا ہے۔ بدن کی گرمی توڑتا ہے۔ ہیضہ کی حکمی دوا ہے۔ متلی' قے' اور ضعف معدہ کے لئے نافع ہے۔ آپ ﷺ کو ذاتی طور پر بھی سرکہ مرغوب الطبع تھا۔ آپ ﷺ اکثر اس کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔

ماء الشعیر کے فوائد (۹) حضرت علیؓ ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ بخار اتر چکا تھا۔ مگر نقاہت باقی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا "ماء الشعیر پیا کرو۔ اس سے قوت جلد بحال ہو جائے گی۔ [3]

---

[1] بخاری' الطب: باب الشفاء فی الثلاث حدیث نمبر ۵۶۸۰' ۵۶۸۱۔

[2] مسلم' الاشربة: باب فضیلة الخل حدیث نمبر ۲۰۵۱' ۲۰۵۲۔

[3] ابو داؤد' الطب: باب فی الحمیة حدیث نمبر ۳۸۵۶' ترمذی' الطب: باب ماجاء فی الحمیة حدیث نمبر ۲۰۳۷' ابن ماجہ' الطب: باب الحمیة حدیث نمبر ۳۴۴۲۔

Marfat.com

منشی اور مسکر اشیاء کے نقصانات

(۱۰) آپ نے منشی اشیاء سے سب کو منع کر دیا تھا۔ اور دواء کے طور پر بھی اس کا استعمال جائز نہیں رکھا تھا۔ فرمایا:

ہر "مسکر (نشہ آور چیز) حرام ہے۔ اور کسی مسکر میں اللہ تعالیٰ نے شفا نہیں رکھی۔"[1]

شراب کو اُم الخبائث کا درجہ دیا گیا۔ اور فرمایا کہ: "دل و دماغ و جگر کو تباہ کر دیتی ہے۔ پھیپھڑے کو برباد کر دیتی ہے اور جسم کی معنوی اندرونی قوت (مراد رُوح) کو خراب کر دیتی ہے۔"

جدید سائنٹیفک تحقیقات

اب تو جدید سائنٹیفک تحقیقات نے شراب (اور دیگر مسکرات) کی برائیوں کو سائنس کی روشنی میں بالکل بے نقاب کر دیا ہے۔ عام سلطنتیں ممانعت شراب کو اپنا ضابطہ اور قانون قرار دے رہی ہیں۔ اور امریکہ میں ڈاکٹروں کی مجلسیں اس کے بطور دواء استعمال کرنے کے فوائد کا بھی علانیہ انکار کر رہی ہیں۔

---

[1] مسلم الاشربة: باب فضیلة الخل حدیث نمبر۲۰۵۱، ۲۰۵۲۔

Marfat.com

بارھواں باب

آنحضور ﷺ ایک سخی کی حیثیت میں

حضور ﷺ کے زہد و تقویٰ کا ذکر تو آپ سن چکے' مگر اب ذرا حضور ﷺ کی سخاوت کا نقشہ بھی دیکھ لیجیے۔ تاکہ آپ کو ایک زاہد اور سخی میں نمایاں فرق نظر آ جائے۔

سخی اور زاہد میں فرق ایک سخی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ زاہد بھی ہو۔ نفس کش بھی ہو' مجاہدہ اور ریاضت میں زندگی بسر کرتا ہو۔ بلکہ سخی خود کھاتا ہے' دوسروں کو کھلاتا ہے۔ خود پہنتا ہے اور دوسروں کو پہناتا ہے۔ یعنی اگر اسے خدا نے دولت دی ہے تو وہ اس دولت سے ہر طرح کا فائدہ اٹھاتا ہے اور اسے یہ حق حاصل ہے' کہ وہ اس سے متمتع ہو۔

اسی طرح زاہد کے لئے بھی ضروری نہیں کہ وہ سخی ہو۔ بلکہ زاہد تو صرف وہ ہے' کہ مل گیا تو کھالیا۔ نہ ملا تو صبر کیا۔ جمع کرنے سے اسے نفرت ہوتی ہے اور ہر آن اسے مالک پر پورا اعتماد اور توکل رہتا ہے۔

حضور ﷺ سخی بھی تھے اور زاہد بھی حضور ﷺ زاہد بھی تھے اور سخی بھی تھے۔ مگر زاہد ایسے کہ زہد و ورع آپ ﷺ ہی پر ختم ہے اور سخی ایسے کہ جو آیا دے دیا۔ اپنے لئے کچھ بھی نہ رکھا اور نہ ہی رکھنے کا کبھی خیال آیا۔

جود و سخا کی یہ صفت جو حضور ﷺ میں پائی جاتی تھی' گو اُمت میں سے بہت

Marfat.com

ہی کم افراد ایسے ہیں جو اس سے متصف ہو سکتے ہیں۔ مگر تاہم اس سے ہمیں یہ سبق ضرور ملتا ہے کہ عند الضرورت جب کوئی ایسی قومی' ملکی' مذہبی' خدمت پیش آ جائے' تو پھر دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ پوری سخاوت سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "مومن کبھی بخیل نہیں ہوتا اور جو بخیل ہے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔"[1]

عظیم ترین صفت

اخلاق فاضلہ میں سے سخاوت ہی ہے جو سب سے بڑی صفت ہے جس کے متعلق حضور ﷺ نے خصوصیت سے توجہ دلائی ہے اور فرمایا:

﴿مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ﴾

"خیرات سے انسان کا مال کم نہیں ہوتا۔"[2] بلکہ جتنا وہ دیتا ہے اتنا ہی اللہ اور اسے دے دیتا ہے۔

آپ ﷺ کی زبانِ اقدس پر کبھی "نہ" نہیں آیا

(۱) حضرت انسؓ اور جابرؓ سے الگ الگ روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کسی سائل نے سوال نہیں کیا اور آپ ﷺ نے اسے نفی میں جواب دیا ہو۔ اور اسے کچھ نہ کچھ دے نہ دیا ہو۔[3] اسی لئے کسی نے کہا

نہ رفت کلمہ "لا" بر زبان او ہرگز
مگر بہ اشہد ان لا الہ الا اللہ

---

[1] لم اجدہ۔

[2] ترمذی' الزہد: باب ماجاء مثل الدنیا الخ حدیث نمبر ۲۳۲۵۔

[3] بخاری' الادب: باب حسن الخلق والسخاء حدیث نمبر ۶۰۳۴' مسلم' الفضائل: باب فی سخائہ ﷺ حدیث نمبر ۲۳۱۱۔

Marfat.com

یعنی حضور ﷺ کی زبان اقدس پر بجز کلمہ شہادت کے "لا" (یعنی انکار) کے کبھی "لا" نہیں آیا۔ مطلب یہ کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کو "نہ" نہیں کہا۔

(۲) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک بار ایک سائل نے حضور ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اسے اتنی بکریاں دیں کہ وہ گنی نہ جاتی تھیں اور دو پہاڑوں کے درمیان جو جگہ تھی وہ سب ان سے بھری ہوئی تھی۔[1] یعنی سائل کو بکثرت بکریاں دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر سائل کو اس کی حاجت کے مطابق عطا فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سخاوت میں مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز نہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی سائل جسے اس کی ساری قوم کے لئے اتنی بکریاں دے دی گئیں، ابھی مسلمان نہ ہوا تھا۔ وہ جب اپنی قوم میں پہنچا۔ تو ان کو بکریاں دکھا کر بھوک کی آگ سے نجات دلوائی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ:

﴿ یَا قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا یُعْطِیْ عَطَآءً مَنْ لَّا یَخْشَی الْفَقْرَ ﴾

"اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ کہ محمد (ﷺ) اس شخص کی مثل عطا کرتا ہے، جس کو فقر کا کچھ خوف نہیں ہوتا۔"[2]

سخاوت کا بحرِ بے کراں

(۳) غزوۂ حنین میں چھ ہزار قیدی اور ۲۴ ہزار اونٹ اور ۴۰ ہزار بکریاں اور ۴ ہزار اوقیہ چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا، سب کچھ صحابہؓ میں تقسیم کر دیا۔ اور خود خالی واپس تشریف لائے۔[3]

---

[1] مسلم، حوالہ سابق حدیث نمبر ۲۳۱۲۔

[2] مسلم، حوالہ سابق حدیث نمبر ۲۳۱۲

[3] دیکھئے، صحیح بخاری، المغازی: باب غزوۃ الطائف حدیث نمبر ۴۳۳۷۔

Marfat.com

(۴) ایک دفعہ بحرین سے خراج کا مال آیا اور صحن مسجد میں زر و سیم کا انبار لگ گیا۔ حضور ﷺ نماز صبح کے لئے تشریف لائے۔ صحابہؓ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس ڈھیر کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اس انبار کے پاس آ بیٹھے اور تقسیم فرمانے لگے جو آتا اسے بے حساب دیتے تھوڑی دیر میں سب ختم ہو گیا۔ اور دامن جھاڑ کر خالی ہاتھ تشریف لے گئے۔[1]

ان روایات سے نہ صرف حضور ﷺ کی سخاوت کا پتہ چلتا ہے۔ بلکہ آپ کی استغنا' بے نفسی اور ایثار کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آپ ﷺ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیا کرتے تھے۔

(۵) ایک دفعہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا۔ آپ ﷺ کے پاس کچھ موجود نہ تھا فرمایا بیٹھ جا رب دے گا۔ پھر دوسرا آیا' پھر تیسرا آیا۔ حضور ﷺ نے سب کو بٹھا لیا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم فرما دیا۔ اور ایک اوقیہ کی بابت اعلان کر دیا کوئی اور ضرورت مند ہو تو آ کر لے لے۔ مگر کوئی لینے والا نہ اٹھا۔ رات ہوئی تو حضور ﷺ نے وہ اپنے سرہانے رکھ لی۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھا کر حضور ﷺ کو نیند نہیں آتی۔ اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ پھر تھوڑا لیٹ کر اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ اُم المومنینؓ نے پوچھا: "حضور ﷺ کو آج کوئی تکلیف ہے؟؟"

فرمایا: "نہیں"

انہوں نے پھر پوچھا "کیا کوئی اللہ تعالیٰ کا خاص حکم آیا ہے جس کی وجہ سے یہ بیزاری ہے؟؟"

---

[1] بخاری' الصلاۃ: باب القسمۃ و تعلیق القنو حدیث نمبر ۴۲۱۔

Marfat.com

فرمایا: "نہیں!"

اُم المومنین ؓ نے کہا "پھر حضور ختمی مرتبت ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے؟"

تب حضور ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی اور فرمایا: "یہ ہے جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے مجھے ڈر ہے کہ مبادا یہ میرے پاس ہی ہو۔ اور مجھے موت آ جائے۔"[1]

(۶) ایک دفعہ فدک سے غلہ کے چار اونٹ آئے جو آتے ہی حضور ﷺ نے تقسیم کرنے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ کوئی لینے والا باقی نہ رہا اور غلہ بچ رہا۔ شام ہو گئی۔ مگر حضور ﷺ گھر نہ گئے۔ کسی نے کہا: "آپ ﷺ تشریف لے چلتے، پھر تقسیم ہو جائے گا۔"

آپ نے فرمایا: "جب تک یہ دنیا کا مال باقی ہے میں گھر نہیں جا سکتا۔"

چنانچہ رات مسجد ہی میں بسر فرمائی۔ صبح کچھ حاجت مند آئے۔ اور آپ ﷺ ان میں سارا غلہ تقسیم کر کے پھر گھر تشریف لائے۔[2]

(۷) ایک دفعہ حضور ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تکبیر ہو چکی تھی۔ مگر آپ ﷺ صحابہ ؓ کو وہیں چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آئے اور نماز پڑھائی۔ کسی نے اس بے وقت گھر جانے کی وجہ پوچھی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: "گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا پڑا رہ گیا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو وہ گھر میں پڑا رہے اور میں چل بسوں۔"[3]

---

[1] اس مفہوم کی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مسند احمد (۶ / ۲۹۳) میں مختصراً مروی ہے۔

[2] ابوداؤد، الخراج: باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین حدیث نمبر ۳۰۵۵۔

[3] بخاری، الاذان: باب من صلی بالناس فذکر حاجته حدیث نمبر ۸۵۱، لیکن اس میں سلام کے بعد جانے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

(۸) آپ ﷺ جب مرض الموت میں بستر پر لیٹے ہوئے تھے تو کسی نے چند اشرفیاں لا کر دیں۔ آپ نے فرمایا ”انہیں خیرات کر دو۔ یہ زیبا نہیں کہ محمد ﷺ اپنے خالق کی بارگاہ میں جائے اور اس کے گھر میں اشرفیاں پڑی ہوں۔“

اہل بیتؓ کو جود و سخا کی تلقین

(۹) ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ نے ایک سونے کا ہار بنوا دیا۔ جو انہوں نے گلے میں پہنا ہی تھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے' دیکھا کہ بیٹی کے گلے میں طلائی زنجیر ہے۔ آپ ﷺ ناراضگی سے اٹھے اور فرمایا:

”میں مناسب نہیں سمجھتا کہ مسلمان حاجت مند ہوں اور میری بیٹی! سونے کا ہار پہنے۔“ سعادت مند بیٹی نے اسی وقت ہار اتارا اور فروخت کر کے اللہ کی راہ میں دے دیا۔ [۱]

(۱۰) ایک دفعہ ایک سائل آیا حضور ﷺ کے پاس کچھ موجود نہ تھا۔ گھر میں پیغام بھیجا۔ ”کچھ ہو تو اسے دے دو۔“

جواب آیا: ”کہ صرف تھوڑا سا آٹا ہے' جو رات کے لئے رکھا ہے۔“ کہلا بھیجا: ”سائل کو دے دو' یہ بھوکا ہے۔“

عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ ہم نے وہ آٹا سائل کو دے دیا اور خود ساری رات فاقہ میں بسر کی۔ [۲]

سخاوت کی انتہا

(۱۱) ایک دفعہ ایک شخص نے آکر سوال کیا' فرمایا: ”میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام پر قرض لے لو پھر میں اسے اتار دوں گا۔“ عمر فاروقؓ بھی پاس ہی بیٹھے تھے کہنے لگے:

---

[۱] نسائی' الزینۃ: باب الکراھیۃ للنسآء فی اظہار الحلی حدیث نمبر ۵۱۴۳۔

[۲] مسند احمد ۶/۲۹۷۔

Marfat.com

"حضور ﷺ! خدا نے آپ ﷺ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں۔" حضور ﷺ یہ سن کر چپ ہو گئے۔ ایک انصاری نے پاس سے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ خوب دیجیے' رب العرش مالک ہے۔ تنگدستی کا کیا ڈر ہے۔"

نبی ﷺ ہنس پڑے۔ اور چہرہ مبارک پر خوشی کے کچھ آثار نمایاں ہوئے۔ پھر فرمایا: "ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے۔"[1]

(۱۲) ایک اور موقعہ پر ایک حاجت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اتفاقاً اس وقت بھی آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ایک شخص سے نصف وسق غلہ قرض لیا اور اسے دے دیا۔ تھوڑی دیر بعد قرض خواہ تقاضا کرنے لگا۔ تو آپ ﷺ نے اسے ایک وسق عطا فرمایا۔ اور کہا کہ آدھا قرض ہے اور آدھا عطا۔[2]

آپ ﷺ قبل از بعثت بھی سخی تھے

(۱۳) حضور ﷺ کے جود و سخا کا یہ عالم زمانۂ نبوت کے ساتھ ہی مختص نہ تھا۔ بلکہ قبل از بعثت بھی آپ ﷺ ایسے ہی سخاوت فرمایا کرتے تھے اور جو کچھ کماتے تھے وہ سب غربا و مساکین میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ورقہ بن نوفل کہتے ہیں کہ قبل از نبوت آپ ﷺ کی کمائی اور دولت صرف اپنے ہی لئے نہ ہوا کرتی تھی بلکہ ہر عیال دار اور ناتواں شخص کے بوجھ کے متحمل بھی آپ ﷺ ہی ہوا کرتے تھے۔ آپ ﷺ صرف اپنے لئے مال نہ کماتے تھے۔ بلکہ محتاجوں' مفلسوں اور تہی دستوں کے لئے کمایا کرتے تھے۔[3] اور بوقت ضرورت آپ ان پر خرچ کرتے تھے۔

۱۔ شمائل ترمذی حدیث نمبر ۳۳۸۔ ۲۔ بیہقی فی الکبریٰ ۵ / ۳۵۱۔
۳۔ کتاب الشفاء ۱ / ۱۱۲' ۱۱۳۔

Marfat.com

(۱۴) صفوان بن امیہ کہتے ہیں- کہ ایک دفعہ قبل از بعثت میں نے حضور ﷺ سے کچھ اونٹ مانگے' آپ ﷺ نے ایک سو اونٹ مجھے دے دیئے- میں نے اور مانگے- آپ ﷺ نے ایک سو اونٹ اور دے دیئے- میں نے مزید کے لئے درخواست کی آپ ﷺ نے ایک سو اور دئے دیئے-[1] ان واقعات سے صاف عیاں ہے کہ آپ کا بحر سخا ایسا بحر ناپیدا کنار تھا کہ جس کی کہیں مثال نہیں ملتی- آپ جیسا سخی دنیا میں ہوا ہے نہ ہو گا-

اس واقعہ سے جہاں حضور ﷺ کی دریا دلی کا پتہ چلتا ہے وہاں ساتھ ہی ہمیں حضور ﷺ کی دولت مندی اور مال داری کا پتہ بھی چل جاتا ہے- کہ آپ اس وقت تجارت سے کس قدر روپیہ کمایا کرتے تھے-

آپ ﷺ کا سحابِ سخاوت سب پر برستا تھا

(۱۵) معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک طباق میں کچھ تازہ کھجوریں اور چند چھوٹے چھوٹے روئیں دار کھیرے بطور ہدیہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا- تو آپ ﷺ نے واپسی پر مجھے ایک تھیلہ بھر کر درہم و دینار کا عطا فرمایا- جس میں کچھ زیور بھی شامل تھے-[2]

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی سخاوت و سماحت صرف مساکین اور سائلین ہی پر موقوف نہ تھی- بلکہ دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی یہی حال تھا- جسے آپ ﷺ ذرا پتلی اور خستہ حالت میں دیکھتے کسی نہ کسی طریقہ سے اس کی معاونت فرما دیتے-

(۱۶) حضرت عمرؓ بن خطاب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میری حالت نرم ہو گئی تھی- حضور ﷺ نے مجھے کچھ دینا چاہا- میں نے عرض کیا: "مجھ سے زیادہ محتاجوں کو دیجئے-"

---

[1] کتاب الشفاء ۱/ ۱۱۲- [2] شفا قاضی عیاض ۱/ ۱۱۴' ۱۱۵-

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: "تو اس کو لے کر رکھ لے اور جہاں چاہے خرچ کر دے۔ جو چیز بغیر طلب کے آئے اسے لے لینا چاہیے اور اور جو نہ آئے اس کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے۔"[1]

(۱۷) ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنے چچا عباسؓ سے کہا۔ کہ آپ جتنا سونا چاہیں اٹھالیں۔ انہوں نے اس خیال سے کہ میں کہیں زیادہ نہ اٹھالوں۔ عرض کیا: "آپ ﷺ خود ہی دے دیں۔"

آپ ﷺ نے انہیں اتنا سونا دیا کہ وہ اکیلے اسے اٹھا نہ سکے۔[2]

(۱۸) ایک دفعہ آپ ﷺ کی خدمت میں نوے ہزار درہم لائے گئے۔ اور ایک بوریہ پر ڈال دیئے گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں صحابہؓ کرام میں تقسیم فرمانا شروع کر دیا۔ جس نے سوال کیا اس کو بھی دیا اور جس نے سوال نہ کیا' اس کو بھی دیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کی تقسیم سے فارغ ہو گئے اور آپ ﷺ کے پاس ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔[3]

(۱۹) آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص مقروض مرجائے اور کوئی ورثہ نہ چھوڑے تو ہم اس کا قرضہ ادا کریں گے۔[4] اور اگر کوئی ورثہ چھوڑ کر مرے تو وہ ورثہ وارثوں کو دے دی جائے۔ مگر قرضہ ہم ادا کریں گے۔

---

[1] بخاری' الزکاۃ: باب من اعطاہ اللّٰہ شیاء الخ حدیث نمبر ۱۴۷۳۔ مسلم' الزکاۃ: باب اباحۃ الاخذ لمن اعطی الخ۔ حدیث نمبر ۱۰۴۵۔

[2] بخاری' الصلاۃ: باب القسمۃ و تعلیق القنو حدیث نمبر ۴۲۱۔

[3] کتاب الشفاء ۱/ ۱۱۳' مدارج النبوۃ ۱/ ۷۵۔

[4] بخاری' الکفالۃ : باب الدین حدیث نمبر ۲۲۹۸' مسلم الفرائض: باب من ترک مالا فلورثتہ حدیث نمبر ۱۶۱۹۔

Marfat.com

گداگری کی کراہت و حرمت

(۲۰) آپ ﷺ گو بہت سخی تھے۔ مگر ہر سائل کو اس کی ضرورت کے مطابق دیا کرتے تھے۔ اور اسی سائل کو دیتے تھے جو مستحق ہوتا تھا۔ ہماری طرح بلا دیکھے سمجھے نہ دیا کرتے تھے جو ضعیف، بیمار، کمزور یا معذور ہوتا اسی کو دیتے۔ اور جو تندرست، توانا اور جوان ہوتا اسے گداگری سے منع فرماتے۔ کسب حلال کی تلقین کرتے۔ اور دربدر مانگتے پھرنے سے روکتے، اور نرمی سے سمجھاتے کہ یہ کام تیری شان کے لائق نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک سائل آپ ﷺ کے پاس آیا وہ جوان اور تندرست آدمی تھا۔ آپ ﷺ نے اسے سمجھایا کہ "طاقت والے کے لئے مانگنا حلال نہیں ہے۔ جو شخص اپنی روزی پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے سوال کرنا حرام ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا "تیرے گھر میں کچھ ہے؟"

کہا "ہاں ایک کملی ہے اور ایک پیالہ۔"

فرمایا "جا لے آ۔"

جب لایا تو انہیں ہاتھ میں لے کر فرمایا: "ان کو کون خرید تا ہے۔؟"

ایک شخص نے کہا: "میں ایک درہم میں خرید تا ہوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "کوئی اس سے زیادہ دیتا ہے۔؟"

ایک شخص نے کہا "میں دو درہم میں لیتا ہوں"

چنانچہ آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اسے دے کر دو درہم اس سے لے لئے اور سائل کو دے کر فرمایا: "ایک درہم کی تو ضروریات خرید کر گھر میں اپنے اہل و عیال کو دے دے اور دوسرے درہم کا ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آ۔"

تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک لکڑی اس میں ٹھونک دی اور فرمایا:

"کہ جا لکڑیاں جمع کر اور بیچ اور پندرہ دن کے بعد آنا"۔

وہ لکڑیاں جمع کرتا اور بیچتا رہا۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ تو دس درہم

Marfat.com

اس کے پاس جمع تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس کا تو کپڑا اور غلہ خرید لے۔ اور آئندہ بھی اسی طرح قوت بازو سے کام لے یہ تیرے لئے سوال کرنے سے بہت ہی بہتر ہے۔ [1]

آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو سوال کرنے سے سخت منع فرمایا ہے۔
مشکوٰۃ میں ہے:

”جو شخص مال جمع کرنے کے لئے لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے گویا وہ آگ کی چنگاریاں مانگتا ہے۔ چاہے اسے کم ملے یا زیادہ۔“ [2]

پھر فرمایا کہ:

”جس شخص کے پاس حسب حاجت کچھ ہو۔ پھر باوجود اس کے وہ سوال کرے، تو گویا وہ آگ جمع کرتا ہے۔“ [3]

پھر فرمایا کہ:

”سوال کرنا صاحب حیثیت کے لئے حلال نہیں ہے نہ توانا اور تندرست آدمی کے لئے حلال ہے۔ البتہ سوال ایسے شخص کے لئے جائز ہے جو اس درجہ محتاج ہو گیا ہو کہ مارے فاقوں کے زمین پر گر گیا ہو۔ یا اس پر اس قدر قرضے کا بار ہو، کہ وہ اس کو ادا نہ کر سکتا ہو اور اس کی وجہ سے وہ خلقت میں رسوا ہو گیا ہو۔ اس کے سوا جو شخص مال جمع کرنے کے لئے سوال کرتا ہے (جیسا کہ آج کل عام گداگر کرتے پھرتے ہیں) اس کا منہ قیامت کے دن کھرچا ہوا ہو گا اور نارِ جہنم کے گرم گرم پتھر وہ کھاتا ہو

---

[1] ابوداؤد، الزکاۃ: باب ماتجوز فیه المسألته حدیث نمبر۱۶۴۱۔ ابن ماجه، التجارات: باب بیع المزایدۃ حدیث نمبر۲۱۹۸۔

[2] مسلم، الزکاۃ: باب کراھة المسالة للناس حدیث نمبر۱۰۴۱۔

[3] ابوداؤد، الزکاۃ: باب من یعطی الصدقة حدیث نمبر۱۶۲۹۔

Marfat.com

گا۔"[1]

اسوۂ رسول ﷺ اگرچہ بیان اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے تاہم حضور ﷺ کی سخاوت کے ساتھ اس کا ذکر ضروری تھا۔ کہ جو لوگ حضور ﷺ کے ارشاد پر جود و کرم سے کام لیں' وہ کم از کم یہ ضرور دیکھ لیں کہ وہ کہاں دے رہے ہیں۔ اگر مستحق کو دیں گے تو یقیناً اجر پائیں گے۔ اگر آنکھیں کھولے بغیر دیتے جائیں گے تو ملک میں گداگروں کی تعداد بڑھائیں گے اور گناہ گار ہوں گے۔ کیونکہ سخاوت کے ساتھ انسداد گداگری بھی تو ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ گداگری کی روک تھام بھی اسوۂ رسول میں داخل ہے۔

---

[1] ترمذی' الزکاۃ: باب ماجاء لا تحل له الصدقة حدیث نمبر۶۵۳۔

Marfat.com

تیرھواں باب

آنحضور ﷺ ایک شہری کی حیثیت میں

جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ حضور ﷺ اپنے وقت کے حاکم بھی ہیں، قاضی بھی، امام بھی ہیں، پیر بھی (یہاں پیر سے مراد عالم رنگ وبو کی عظیم ترین شخصیت ہے نہ کہ ہمارے رواجی پیر)- وہ کبھی یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ آپ ﷺ ایک شہری ہونے کی حیثیت سے تمام اہل شہر سے مساویانہ سلوک بھی روا رکھ سکتے ہیں- کیونکہ یہاں جس شخص کو ایک معمولی سا عہدہ مل جاتا ہے اس کا دماغ ثریا پر چڑھ جاتا ہے- اور مساویانہ برتاؤ تو ایک طرف رہا وہ عوام الناس کے ساتھ بیٹھنے کو عار سمجھتا ہے- اور جب تک اسے اپنے لگے یا رتبے کی سوسائٹی نہ ملے وہ غرباء سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا- مگر حضور ﷺ کا عمل اس کے بالکل خلاف تھا- آپ ﷺ تمام کام اپنے اپنے وقت معینہ پر کیا کرتے تھے- عدالت کا وقت ہوتا تو عدالت کرتے تھے، رشد وہدایت کا موقعہ ہوتا تو وعظ و تلقین فرماتے- جنگ کا موقعہ ہوتا تو سپہ سالار بن جاتے، نماز کا وقت ہوتا، تو امامت فرماتے- مگر جب عام مسلمانوں میں آتے تو ان کے حقوق کی نگہداشت فرماتے- محلہ داروں سے ملتے، تیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرتے، ہمسایوں سے ان کی ضروریات دریافت کرتے، بیماروں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے، اگر کوئی جنازہ ہو جاتا، تو اس میں شرکت فرماتے- حالی مرحوم نے اسی لئے کہا تھا- ؎

Marfat.com

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

آپ ﷺ کے تعلقات کی وسعت

آپ ﷺ بحیثیت ایک شہری ہونے کے تمام اہل شہر سے یکساں تعلقات رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ یہود سے بھی آپ کا میل جول رہتا۔ اور اکثر ان سے لین دین بھی ہوتا رہتا۔ بارہا آپ ﷺ کو یہود سے قرضہ لینے کا بھی اتفاق ہوا۔ یہاں تک کہ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بطور رہن پڑی تھی۔[1]

یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمانوں کے پاس کافی روپیہ موجود تھا۔ اگر آپ ﷺ کسی مسلمان سے روپیہ لینا چاہتے تو آسانی سے لے سکتے تھے۔ مگر ایسے وقت میں بھی آپ ﷺ کا ایک یہودی سے قرضہ لینا اس بات پر دلالت کرتا ہے' کہ آپ کے تعلقات بحیثیت ایک شہری ہونے کے تمام قوموں سے یکساں تھے۔

(ا) آپ ﷺ کی خدمت میں ایک یہودی لڑکا رہتا تھا جو آپ سے بہت محبت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہو گیا تو آپ اس کے مکان پر عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور اس کے سرہانے بیٹھ کر تشفی آمیز کلمات ارشاد فرماتے رہے۔ اور اس کے ماں باپ بھی دیر تک باتیں کرتے رہے۔[2]

---

[1] بخاری' الجہاد: باب ما قیل فی درع النبی ﷺ حدیث نمبر ۲۹۱۶' مسلم' المساقاۃ: باب الرھن و جوازہ حدیث نمبر ۱۶۰۳۔

[2] بخاری' المرضیٰ: باب عیادۃ المشرک حدیث نمبر ۵۶۵۷۔

Marfat.com

(۲) آپ نے ایک دفعہ ایک یہودی سے قرضہ لیا۔ اس نے میعاد مقررہ سے قبل ہی ادائیگی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ ایک دن تو اس کا مطالبہ حد سے بڑھ گیا۔ اور اس نے آپ ﷺ کی چادر کو پکڑ کر سخت سست کہنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "بھائی ابھی میعاد مقررہ میں تین دن باقی ہیں۔"

اتنی دیر میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے۔ انہوں نے جو یہ دیکھا تو اس یہودی پر ہاتھ اٹھایا۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روکا اور فرمایا:

"عمر تمہارا یہ حق نہ تھا' کہ اسے مارتے۔ ہاں اتنا کہہ سکتے تھے' کہ ابھی میعاد مقررہ سے پہلے مطالبہ صحیح نہیں ہے' اور مجھے یہ کہتے کہ آپ ﷺ جہاں تک ہو سکے جلد ادائیگی قرض کی فکر کریں۔"

یہودی نے جب آپ ﷺ کی یہ نرمی اور خلق دیکھا۔ تو اسی وقت دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ [1]

اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے تعلقات اہل شہر سے کیسے تھے۔ اگر آپ ﷺ بحیثیت حاکم ہونے کے چاہتے تو اسے کڑی سزا دے دیتے۔ حضرت عمرؓ ہی کو اشارہ کر دیتے۔ مگر ایسا نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ نے اخلاق حمیدہ سے کام لیا۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ یہودی نے اس حرکت شنیعہ کا ارتکاب بھی محض اس لئے کیا تھا' کہ تجربہ کرے کہ حضور ﷺ کے اخلاق کیسے ہیں۔

ہمسایہ اقوام سے تعلقات

(۳) ایک دفعہ ایک یہودی عورت نے عرض کیا:

"میری دعوت قبول فرمایئے۔"

(آپ کی عادت مبارک تھی کہ جو امیر سے امیر یا غریب سے غریب آپ ﷺ کو دعوت دیتا آپ منظور فرما لیا کرتے کہ کہیں اس کی دل شکنی نہ ہو۔)

---

[1] مدارج النبوۃ ۱/ ۵۷۔

Marfat.com

چنانچہ آپ ﷺ نے اس یہودیہ زینب کی دعوت بھی منظور فرمالی۔ جب کھانا کھانے بیٹھے اور ابھی پہلا ہی لقمہ اٹھایا۔ تو آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا۔ کہ اس کھانے میں زہر ملا دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ اور آپ ﷺ کا ایک دوست جو آپ کے ساتھ ہی کھانا کھا رہا تھا' اسی اثر سے شہادت پا گیا۔

زینب پر مقدمہ چلایا گیا۔ مگر اس نے یہ کہہ کر جان بخشی کی درخواست کی کہ مجھے محض اس تجربہ کے لئے اکسایا گیا تھا۔ کہ دیکھیں آپ دعوت منظور بھی فرماتے ہیں یا نہیں؟ نیز کھانے میں زہر اس لئے ڈلوایا گیا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس حرکت کا پتہ چل جائے گا۔ اور اگر نعوذ باللہ دعویٰ نبوت جھوٹا ہے' تو اس زہر کے اثر سے فوت ہو کر دنیا کو اس جھگڑے سے آزاد کر دیں گے۔

زینب کی یہ حرکت چونکہ ایک سازش کے ماتحت تھی اور وہ کٹھ پتلی کے طور پر کام کر رہی تھی۔ اور اس نے معافی کی درخواست بھی پیش کر دی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ نے اپنی رحمتہ للعالمینی سے کام لیتے ہوئے اسے معاف کر دیا۔

اس واقعہ سے ہمیں کئی ایک سبق ملتے ہیں اور بالخصوص حضور ﷺ کے شہری تعلقات جو آپ ﷺ ہمسایہ اقوام سے روا رکھتے تھے بالبداہت (کھلے طور پر) ثابت ہو رہے ہیں۔

(۴) ایک منافق جس سے حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت اذیتیں پہنچی تھیں مرتا ہے اور اس کا بیٹا آپ ﷺ سے خواہش کرتا ہے کہ آپ ﷺ اس کے جنازہ کی نماز پڑھائیں۔ آپ تیار ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے رفیق جن کو اس سے دکھ پہنچا تھا عرض کرتے ہیں۔ "آپ ﷺ ایسا نہ کریں۔" اس کے ساتھ ہی وہ آیت یاد دلاتے ہیں' جس میں ارشاد ہوا ہے کہ اگر آپ منافقوں کے لئے ستر بار دعا کریں

Marfat.com

گے تو بھی خدا ان کو نہ بخشے گا۔[1]

اس کے جواب میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے ستر بار فرمایا ہے تو میں ستر سے زیادہ بار دعا کروں گا۔ تاکہ اللہ بخش دے۔ الغرض نہ صرف یہ کہ آپ اس کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ بلکہ اسے کفن کے لئے اپنا بابرکت کرتہ بھی عنایت فرمایا:[2]

اللہ اکبر! کیا شان رحیمی ہے کہ ایک دشمن اور کھلے دشمن کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا جا رہا ہے کہ جس کی نظیر نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہے۔

غیر مسلموں کی میزبانی

(۵) آپ ایک شہری ہونے کی حیثیت سے ہر ایک شخص کے ساتھ خواہ وہ کسی مذہب اور مشرب کا کیوں نہ ہو نیکی کا حکم دیا کرتے تھے۔ غیر مذاہب کے بزرگوں کو عزت کی نگاہوں سے دیکھا کرتے اور کبھی کسی کی دل آزاری اور دل شکنی روا نہ رکھتے تھے۔ اور غیر مسلموں سے داد و ستد (تحفہ تحائف بھیجنے) کے تعلقات کے علاوہ ان کی میزبانی بھی کیا کرتے تھے۔[3]

ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں زمانۂ کفر میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا۔ کہ میں آپ ﷺ کا مہمان ہوں۔ آپ ﷺ نے خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا۔ اور مجھے گھر لے گئے۔ کھانے کو کچھ موجود نہ تھا۔ آپ ﷺ نے بکری کا دودھ

---

[1] وہ آیت یہ ہے: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ (التوبہ:۸۰)

[2] بخاری، الجذبة: باب اذا غدر المشرکون الخ حدیث نمبر ۳۱۶۹۔

[3] بخاری، التفسیر، سورۃ التوبہ باب ۱۲، حدیث نمبر ۴۶۷۰، ۴۶۷۲، مسلم، صفات المنافقین حدیث ۲۷۷۴، و فی فضائل عمر رضی اللہ عنہ حدیث نمبر ۲۴۰۰۔

Marfat.com

دوہا اور مجھے دیا میں سارا پی گیا۔ حضور نے پوچھا "اور چاہیے؟"

میں نے کہا: "ہاں!"

آپ ﷺ نے دوسری بکری کا دودھ نکالا۔ میں وہ بھی پی گیا۔ پھر تیسری کا نکالا' پھر چوتھی کا اسی طرح آپ نے ساتوں بکریوں کا دودھ دوہا اور میں سب کا سب پی گیا۔ یہاں تک کہ کاشانۂ نبوت کے سب آدمی اس دن فاقہ میں رہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میرے اس رویہ سے حضور ﷺ کے ماتھے پر شکن ہے یا نہیں؟ "مگر اللہ کی قسم حضور ﷺ کشادہ دلی سے دودھ لا رہے تھے اور جی میں خوش ہو رہے تھے کہ مہمان راضی ہو گیا۔[1]

(۶) اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک یہودی مہمان حضور کے ہاں آیا۔ اور اس نے دیدہ و دانستہ اتنا کھانا کھایا کہ اہل بیت کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسے بدہضمی کے اسہال شروع ہو گئے یہاں تک کہ بستر بھی ناپاک ہو گیا۔ صبح حضور ﷺ اٹھے بستر دیکھا۔ تو اسے خود اپنے دست مبارک سے دھونے لگے۔ خادموں نے عرض کیا کہ "حضور ﷺ ہم حاضر ہیں آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ ہم خود دھوئیں گے۔"

مگر حضور ﷺ نے یہ کہہ کر انہیں روک دیا "مہمان میرا تھا اس لئے میرا ہی حق ہے' کہ میں اس خدمت بجالاؤں۔"[2]

ان واقعات سے جہاں حضور ﷺ کی مہمان نوازی کا علم ہوتا ہے' وہاں حضور ﷺ کے ان تعلقات کا بھی پتہ چلتا ہے جو حضور ﷺ نے ایک شہری ہونے کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیے ہیں۔

---

[1] مسلم' الاشربہ: باب المؤمن یاکل فی معی واحد حدیث نمبر ۲۰۶۳۔

[2] اس مفہوم کی روایت فتح الباری ۹/ میں موجود ہے۔

Marfat.com

(۷) ایک دفعہ شاہ حبش کے بھیجے ہوئے سفیر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ بذات خود ان کی مہمانی اور مدارات میں مصروف ہو گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا "آپ ﷺ تشریف رکھیں ہم خدمت کے لئے حاضر ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "جب مسلمان حبش گئے تھے۔ تو ان لوگوں نے ان کی خدمت کی تھی۔ اس لئے میرا فرض ہے کہ میں بھی ان کی خدمت کروں۔"[1]

بیماروں کی بیمار پرسی

(۸) آپ ﷺ جب سن لیتے کہ فلاں محلہ میں فلاں مسلمان بیمار پڑا ہے تو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور بیمار پرسی میں کسی امیر یا غریب میں کوئی تفریق نہ کرتے۔ بلکہ چھوٹے چھوٹے آدمیوں کی بھی عیادت کرتے اور جن بیماروں کی حالت نازک دیکھتے انہیں اپنے مکان کے قریب لے آتے۔ تاکہ بار بار ان کی عیادت کر سکیں۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب غزوۂ احزاب میں زخمی ہوئے۔ تو ان کا خیمہ مسجد میں لگوا دیا۔ تاکہ آپ ﷺ ہر وقت ان کی خبر گیری کر سکیں۔[2]

خادمِ مسجد کی نماز جنازہ

(۹) ایک شخص مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا۔ حضور ﷺ کو پتہ چلا۔ تو کئی دفعہ اس کے مکان پر عیادت کے لئے تشریف لے گئے حالانکہ وہ بہت ہی غریب اور کس مپرسی کی حالت میں تھا۔

ایک دن اتفاقاً وہ رات کو فوت ہو گیا۔ لوگوں نے اس کا جنازہ پڑھ کر رات کو ہی دفن کر دیا۔ صبح حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: "اس کا کیا حال ہے؟"

---

[1] لم اجدہ۔

[2] بخاری، الصلاۃ باب الخیمۃ فی المسجد حدیث نمبر ۴۶۳، مسلم الجہاد: باب جواز قتال من نقض العہد حدیث نمبر ۱۷۶۹۔

Marfat.com

عرض کیا گیا: "وہ تو فوت ہو گیا۔ رات کا وقت تھا۔ ہم نے جناب کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا اور دفن کر دیا۔"

آپ ﷺ ان سے ناراض ہوئے "مجھے پتہ دینا چاہیئے تھا میں ضرور اس کے جنازہ میں شریک ہوتا۔" چنانچہ آپ ﷺ اٹھے اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور قبرستان جا کر ان کی نماز جنازہ پڑھی۔[1]

آپ خیال فرمائیے۔ کہ اس سلوک سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں پر کس قدر اثر ہوا ہو گا؟ اور مرحوم کے وارث حضور ﷺ کی اس شفقت سے کس قدر متاثر ہوئے ہوں گے۔

ہمسایوں کی خبر گیری

(۱۰) آپ ﷺ اہل شہر، اہل محلہ اور ہمسائیوں کے حقوق الگ الگ ملحوظ رکھتے تھے۔ جو زیادہ قریب ہوتے ان کی زیادہ نگہداشت کرتے۔ جب آپ کے پاس کوئی چیز یا تحفہ آتا، تو آپ ﷺ اپنے ہمسایوں کو بھی ضرور اس سے کچھ نہ کچھ بھیج دیتے۔ اور فرماتے جبرائیل علیہ السلام جب تشریف لاتے ہیں تو مجھے ہمسائیوں کی طرف ضرور توجہ دلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہو گیا کہ کہیں انہیں وارث ہی نہ بنا دیا جائے۔[2]

(۱۱) آپ ﷺ نے ایک دفعہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "بہترین شخص وہ ہے کہ جس کا ہمسایہ اس پر خوش ہو۔ اور اس سے اسے کبھی ایذا نہ پہنچے۔ اور اے ابوذر رضی اللہ عنہ! تو حقوق ہمسائیگی کو بہت ملحوظ رکھ۔ مثلاً جب تو شوربا پکائے تو اس میں پانی

---

[1] بخاری، الجنائز: باب الصلاۃ علی القبر حدیث نمبر ۱۳۳۷، مسلم، الجنائز: باب الصلاۃ علی القبر حدیث نمبر ۹۵۶۔

[2] بخاری، الادب: باب الوصاءۃ بالجار حدیث نمبر ۶۰۱۴، ۶۰۱۵۔ مسلم البر والصلہ باب الوصیۃ بالجار حدیث نمبر ۲۶۲۴، ۲۶۲۵۔

Marfat.com

زیادہ ڈال دے تاکہ اپنے ہمسائیوں کو بھی اس سے کچھ دے سکے۔"[1]

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے ہمسایوں کو ہر وہ چیز جس کی ان کو ضرورت ہو' اگرچہ وہ سالن ہی کیوں نہ ہو دینے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور تلقین فرمائی کہ انہیں بہرصورت خوش رکھنا چاہیے۔ اور ناراضگی کا موقعہ نہ دینا چاہیے۔

(۱۲) ایک دفعہ آپ ﷺ نے تین بار قسم کے ساتھ ارشاد فرمایا: "اس شخص کا ایمان کامل نہیں۔"

لوگوں نے عرض کیا: "کس کا ایمان کامل نہیں"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اس شخص کا ایمان کامل نہیں' جس کا ہمسایہ اس کی برائیوں سے محفوظ نہیں۔"[2]

اس حدیث میں بھی آپ ﷺ نے ایک شہری کے لئے یہ واضح کر دیا کہ اس پر دیگر اہل شہر کی بہ نسبت ہمسایوں کا حق بہت زیادہ ہے۔

قبائل میں مصالحت

(۱۳) حضور ﷺ نے ایک شہری ہونے کی حیثیت سے اس چیز کو بھی اپنے فرائض میں داخل کر رکھا تھا' کہ اگر کہیں دو شخص یا دو قبیلے لڑ پڑتے' تو آپ ﷺ ان کی صلح کے لئے تشریف لے جاتے اور ہر ممکن کوشش سے ان میں صلح کرا دیتے۔

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ بنی عمرو اور بنی عوف میں باہم نزاع ہو گیا۔ حضور ﷺ ان کی صلح کے لئے تشریف لے گئے۔ اور ان کی صلح کرانے میں حضور ﷺ کو اتنی دیر ہوئی' کہ نماز کا وقت بھی تنگ ہو گیا۔ اور صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی

---

[1] مسلم' حوالہ سابق حدیث نمبر ۱۴۳' ۱۴۲/ ۲۶۲۵۔

[2] بخاری' الادب: باب اثم من لا یا من جارہ بوائقہ حدیث نمبر ۶۰۱۶۔

Marfat.com

اقتداء میں نماز پڑھی۔[1]

دیہاتیوں کا خیال

(۱۴) حضور ﷺ نے ایک شہری ہونے کی حیثیت سے ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے۔ کہ اگر کوئی بدوی یا دیہاتی شہر میں آ جائے تو خرید و فروخت میں اس کی معاونت کرنی چاہیے۔ کئی بدوی ایسے تھے جن کا حضور ﷺ سے دوستانہ تعلق تھا۔ وہ جب آتے' کوئی گاؤں کی چیز حضور ﷺ کے لئے بطور تحفہ لے آتے اور آپ ﷺ واپسی پر کوئی نہ کوئی شہری چیز بطور تحفہ دے دیتے۔ ایسا بھی ہوتا کہ بعض دیہاتی لوگ اس خیال سے کہ دوکاندار ہمیں دھوکا نہ دے جب کچھ خریدنا ہوتا' تو حضور ﷺ کو اپنے ساتھ لے لیتے۔ آپ ﷺ بازار جا کر ان کو سودا خرید دیتے۔ اگر انہوں نے فروخت کرنا ہوتا تب بھی حضور ﷺ ان کے ساتھ جاتے اور مال فروخت کر دیتے۔

آدابِ مجلس کی تلقین

(۱۵) آپ ﷺ نے ایک شہری ہونے کی حیثیت سے ہمیں آدابِ مجلس کی بھی تعلیم دی ہے۔ کہ مجلس میں نہایت قرینے سے بیٹھو۔ اگر اور آدمی آ جائیں تو انہیں جگہ دو۔ اٹھنا ہو تو امیر مجلس کی اجازت سے اٹھو' بولنا ہو تو دوسرے کی بات نہ کاٹو۔ ایک ایک بولو تاکہ شور نہ ہو۔ اور بدنظمی پیدا نہ ہو۔

نووارد کی تعظیم

آپ ﷺ کی اپنی عادت مبارک یہ تھی' کہ اگر کوئی شخص خدمت اقدس میں آتا۔ تو آپ ﷺ اس کی تعظیم بجالاتے۔ اگر آپ ﷺ تکیہ لگائے بیٹھے ہوتے تو تکیہ نکال کر اسے دے دیتے۔ وہ لینے سے انکار کرتا تو آپ ﷺ اصرار فرماتے' اور اگر گنجائش ہوتی تو آپ اسے اپنے ساتھ اپنی

---

[1] بخاری' الاذان: من دخل لیوم الناس الخ حدیث نمبر ۶۸۴' مسلم' الصلاۃ: باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم۔ الخ حدیث نمبر ۴۲۱۔

Marfat.com

مسند پر بٹھا لیتے۔

مصافحہ اور معانقہ

آپ ﷺ مصافحہ کے لئے خود پیش دستی فرماتے' اسلام میں مصافحہ بھی محبت و اخلاص بڑھانے کے لئے ایک نیک طریقہ ہے اس لئے آپ ہر امیر و غریب سے مصافحہ کے لئے خود ہاتھ بڑھاتے۔ اور جب تک وہ شخص اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا' اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچتے۔ اور باہر سے آنے والوں سے معانقہ فرماتے۔

دوستوں کا خیال

(۱۶) آپ ﷺ اپنے دوستوں کا ادب و احترام بھی مساوی درجہ پر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ایک صحابی کے ساتھ کنوئیں پر تشریف لے گئے۔ غسل کا ارادہ تھا۔ سوچا پردہ ہو تو غسل کیا جائے۔ صحابیؓ نے کہا: آپ ﷺ غسل فرمائیں میں چادر کی آڑ کئے دیتا ہوں۔"

چنانچہ انہوں نے چادر سے پردہ کیا اور حضور ﷺ نے غسل فرمایا: جب اس صحابی کی باری آئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: اب تم نہاؤ اور میں چادر کی آڑ کیے دیتا ہوں۔"

خادم نے ہرچند یہ عرض کیا' کہ "حضور ﷺ تکلیف نہ فرمائیں۔" مگر آپ نہ مانے اور جب تک وہ غسل سے فارغ نہ ہوا۔ آپ ﷺ پردہ کئے کھڑے رہے۔[1]

یہ اور اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کا سلوک اپنے دوستوں پڑوسیوں' محلہ داروں اور شہر والوں سے کیسا رہا' ایک شہری کے لئے سب سے ضروری یہی چیز ہے کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھے' اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے۔ اور سب کے حقوق کی جداگانہ نگہداشت رکھے۔ جس کا مکمل نمونہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں موجود ہے۔

---

[1] لم اجدہ۔

Marfat.com

چودھواں باب

آنحضور ﷺ ایک پیر کی حیثیت میں

آپ متعجب ہوں گے' کہ وہ مقدس ہستی جو ایک وقت میں فوجی جرنیل ہو۔ اور دوسرے وقت میں جوڈیشل قاضی کے فرائض بجالا رہی ہو۔ ایک وقت میں سیاسی لیڈر ہو۔ اور دوسرے وقت میں طبی خدمات بجالا رہی ہو۔ ایک وقت میں عابد و زاہد کی زندگی بسر کر رہی ہو۔ اور دوسرے وقت میں بین الاقوامی نظام جمہوریت کے صدر کی حیثیت میں دنیا کے سامنے ہو۔ ایک وقت میں معلم اور پروفیسر ہو' اور دوسرے وقت میں تجارتی کاروبار میں مصروف نظر آتی ہو۔ کس طرح دنیا کے سامنے ایک پیرو مرشد کی حیثیت سے پیش ہو سکتی ہے؟ ہم بتا چکے ہیں کہ پیر سے مراد دنیا کی بزرگ ترین ہستی ہے اور مرشد سے مراد ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والی عظیم ترین شخصیت ہے۔ اور وہ ایک ہی ہو سکتی ہے۔

بے شک آپ ﷺ کا یہ تعجب اور حیرانی حق بجانب ہوتی' اگر وہ ذاتِ قدسی ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الاحزاب:۲۱) کی حامل نہ ہوتی۔ اور اللہ نے اسے دنیا جہان کے تمام لوگوں کے لئے اعلیٰ نمونہ اور بہترین اسوہ بنانے کا عہد نہ کیا ہوتا۔

یہ حضور ﷺ ہی کا کام تھا کہ آپ ﷺ تمام کاموں کو الگ الگ اوقات میں سرانجام دے کر ہمارے لئے بہترین نمونہ قائم کر گئے۔ تاکہ ہم میں سے جو شخص کسی لائن کو اختیار کرنا چاہے وہ اس میں کامیابی حاصل کر سکے۔ اور جہالت ولا علمی

Marfat.com

سے بھٹک نہ جائے۔

حضور ﷺ کی اس زندگی میں ان تمام لوگوں کے لئے خاص طور پر بڑا سبق اور موعظت ہے' جو پیروں و فقیروں کے بہت قائل ہیں۔ جو کرامات کے معتقد ہیں۔ جو اوراد و وظائف کے دل دادہ ہیں۔ جو طریقت اور شریعت کی بحث میں الجھے رہتے ہیں۔ جو بیعت پیر کو فرض عین سمجھتے اور ہاتھ میں ہاتھ دینے پر تلے بیٹھے ہیں۔ وہ آئیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کو ایک پیر و مرشد کی حیثیت میں دیکھیں۔ اور پھر بتائیں کہ کیا دنیا نے آج تک حضور ﷺ سے بڑھ کر بھی کوئی پیر و مرشد پیدا کیا ہے؟

حضور ﷺ سب پیروں کے پیر ہیں

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر حضور ﷺ کی سب حیثیات کو چھوڑ کر صرف آپ ﷺ کو ایک پیر کی حیثیت سے دیکھا جائے تو یقیناً یہ ماننا پڑے گا' کہ حضور ﷺ سب پیروں کے پیر ہیں۔ دنیا میں جس قدر پیر فقیر ہوئے سب آپ ﷺ ہی کی نظر عنایت سے ہوئے۔ آپ ہی کی خاک پا سے استفادہ کر کے ان مراتب کو پہنچے۔

اگر آج کوئی دنیا کا پیر اپنا سلسلہ حضور ﷺ سے توڑ کر کسی اور طرف منسوب کرتا ہے تو یقیناً وہ پیر نہیں ہے شیطان ہے۔ وہ ہمارا مرشد نہیں ہے بلکہ ہمارے دین و ایمان کا دشمن ہے۔

صحیح پیر و مرشد

ہم حضور ﷺ ہی کو اپنا پیر سمجھتے ہیں۔ اور حضور ﷺ کے پورے متبعین اور نقش قدم پر چلنے والے بزرگوں کو ان کا خلیفہ تصور کرتے ہیں۔ اور جو حضور ﷺ کی تعلیم سے ایک انچ ادھر ادھر ہو' اپنے ذاتی خیالات کو تصوف میں دخل دیتا ہو' شریعت کو طریقت کا مخالف سمجھتا ہو اسے لعین اور مردود سمجھتے ہیں۔

میندار سعدی کہ راہِ صفا ' تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ
خلاف پیغمبر ﷺ کسے را گزید ' کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

Marfat.com

حضور ﷺ پیر کامل ہیں

اگر ایک پیر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مجاہدہ اور ریاضت سے اپنے نفس پر قابو حاصل کر چکا ہو۔ اور زہد و ورع اور عبادت و تقویٰ میں سب سے بڑھا ہوا ہو' تو پھر حضور ﷺ کے سوا ان اوصاف سے زیادہ متصف اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اگر ایک پیر کے لئے یہ ضروری ہے' کہ اس سے خرق عادات و کرامات کا ظہور ہو۔ تو حضور ﷺ سے بڑھ کر کرامات اور معجزات کا صدور اور کسی سے نہیں ہوا۔

اگر ایک پیر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو بیعت کر کے ان کی روحانی اصلاح کرتا ہو' تو پھر حضور ﷺ سے بڑھ کر نہ کسی نے دنیا کی بیعت لی ہے اور نہ عوام الناس کی روحانی اصلاح ہی کی ہے۔

ساری دنیا میں بڑا ہے کون حضرت ﷺ کے سوا؟

اگر ایک پیر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو رفع حاجات اور رفع مشکلات کے لئے اوراد و وظائف تلقین کرتا ہو۔ تو پھر حضور ﷺ سے بڑھ کر نہ کسی نے دنیا کو وظیفے بتائے نہ اوراد سکھلائے' نہ رفع حاجات کے لئے سبق پڑھائے۔

الغرض آپ جس حیثیت سے بھی دیکھنا چاہیں' دیکھ لیں سرور عالم ﷺ اس میدان میں بھی سب سے پیش پیش نظر آئیں گے یہ بات ہم دعویٰ سے کہتے ہیں ؎

ساری دنیا میں بڑا ہے کون؟ حضرت کے سوا
میرے آقا کے علاوہ میرے مرشد کے سوا

حضور ﷺ کے زہد و ورع اور عبادات و ریاضت اور کرامات و معجزات کا ذکر تو دیگر ابواب میں آ ہی چکا ہے' اس جگہ ہم صرف حضور ﷺ کی بیعت اور حضور ﷺ کے اوراد و وظائف کا بیان درج کیے دیتے ہیں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ

Marfat.com

فی الحقیقت حضور ﷺ سب پیروں کے پیر تھے۔ اور یہ طریق اس لئے جاری کر گئے کہ آپ ﷺ کے خلیفے (یعنی آج کل کے پیر) اس پر کار بند ہوں اور صحیح معنوں میں دنیا کو مستفیض کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے وقت میں مردوں اور عورتوں سے الگ الگ بیعت لی۔ اور ہزارہا صحابہ کرامؓ اور صحابیات عظامؓ نے آپ ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور صحیح معنوں میں مرید بن کر حضور ﷺ کو اپنا پیر اور مرشد تسلیم کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا مقصد

مگر حضور ﷺ کی یہ بیعت' یہ پیری مریدی' نذرانے لینے اور ٹکے بٹورنے کے لئے نہ تھی۔ بلکہ ان کو جہاد کے لئے تیار کرنے اپنا قومی نظام استوار کرنے اور ان کی اخلاقی' مادی اور روحانی اصلاح کرنے کے لئے تھی۔

چنانچہ حضور ﷺ نے اس بیعت کے ذریعہ صحابہ کرامؓ سے جو کچھ کام لیا وہ آج دنیا کے سامنے ہے اور دنیا انگشت بدنداں ہے۔ کہ حضور ﷺ نے صرف ان کے ہاتھ اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر انہیں کیا سے کیا بنا دیا۔ اور وہ کون سا فسوں تھا' جو پھونکتے ہی ان کی کایا پلٹ دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا

صحابہ کرامؓ سے تو آپ ﷺ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت لیا کرتے تھے۔ مگر عورتوں سے کبھی ایسی بیعت نہیں لی۔ وہ ہمیشہ حضور ﷺ سے پردہ کرتیں۔ اور پردہ ہی میں بیعت ہوا کرتی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ عورتوں کی بیعت کا واقعہ ذکر کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

وَ اللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدُہٗ یَدَ امْرَاَۃٍ قَطُّ مِنَ الْمُبَایِعَاتِ۔

Marfat.com

"اللہ کی قسم! حضور ﷺ نے بیعت کے وقت کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا۔" [1]

فتح مکہ کے دن جب بہت سی عورتوں نے حضور ﷺ کی بیعت کر لی۔ تو کچھ عورتیں ایسی رہ گئیں۔ جو اس وقت بیعت نہ کر سکیں وہ جمع ہو کر آئیں۔ وہ تعلیم اور الفاظ بیعت سے تو واقف ہی تھیں' کہنے لگیں:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُبْسُطْ یَدَکَ نُصَافِحُکَ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَآءَ۔

"حضور ﷺ! ہاتھ دیجئے۔ ہم آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھیں۔ آپ نے فرمایا میں عورتوں کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں دیا کرتا۔" [2]

علامہ ابن جریرؒ نے ایک دوسری حدیث میں نقل کیا ہے کہ عورتوں نے سمجھا تھا۔ جس طرح حضور ﷺ مردوں کے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت لیتے ہیں' اسی طرح ہم سے بھی لیں گے۔ چنانچہ جب حضور ﷺ نے ان سے چند باتوں کا عہد لے لیا۔ تو انہوں نے حیرت سے کہا:

اَلَا تُصَافِحُنَا فَقَالَ اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَآءَ۔

"کیا آپ ہمارے ہاتھ میں ہاتھ نہیں لیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا' نہیں۔ میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا کرتا۔" [3]

عورتوں کو پردہ میں رہنے کی تلقین

ان روایاتِ صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی عورتوں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔ اور نہ ہی انہیں سامنے آنے کے متعلق حکم دیا بلکہ پس پردہ ان

---

[1] بخاری' التفسیر: سورۃ الممتحنہ: باب ۲ حدیث نمبر ۴۸۹۱

[2] تفسیر ابن جریر ۲۸ / ۵۲

[3] مسند احمد ۶ / ۳۵۷

Marfat.com

سے بیعت لی اور پردے کی ان کو تلقین فرمائی۔

شیطان پیر اور دیوث مرید

اب جو پیر عورتوں کی بیعت ہاتھ میں ہاتھ لے کر کرتے ہیں۔ ان کو سامنے بٹھا کر گھونگٹ اتار دیتے ہیں' ان سے دبواتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ پیر سے پردہ ضروری نہیں' وہ پیر نہیں بلکہ شیطان ہیں۔ وہ حضور ﷺ کے خلف نہیں بلکہ ناخلف ہیں۔ عاق ہیں' باغی ہیں۔ اور مستوجب تعزیر و سزا ہیں۔

علیٰ ہذا وہ مرید بھی جو اس بے عزتی کو گوارا کرتے ہیں' مرید نہیں ہیں بلکہ دیوث ہیں' بے غیرت ہیں۔ اور حضور ﷺ کی اُمت سے خارج ہیں۔

غور کرو کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی ذات قدسی صفات نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ بحکم قرآن اپنی اُمت کے باپ ہیں۔ اور اُمت کی تمام عورتیں آپ کی بیٹیاں ہیں۔ اگر وہ پردہ اٹھا بھی دیں تو بظاہر کوئی ہرج کی بات نہیں' مگر حضور ﷺ ہیں کہ بایں ہمہ ایک نمونہ قائم کرنے کے لئے انہیں پردہ کی تلقین فرما رہے ہیں۔ اگر وعظ و نصیحت کہتے ہیں تو پردہ میں' بیعت لیتے ہیں تو پردہ میں' رشد و ہدایت فرماتے ہیں تو پردہ میں' غرض یہ کہ کوئی شرعی تعلیم ہو یا روحانی تلقین' حضور ﷺ پردہ کی قید کو نہیں چھوڑتے۔ مگر آج ایک معمولی سا پیر اٹھتا ہے' نہ اس کے زہد و تقویٰ کا اعتبار ہے نہ ریاضت و مجاہدہ کا اعتماد' مگر سب سے پہلے وہ اپنے آپ کو فرشتہ ثابت کرتا ہے اور عورتوں کے جھرمٹ میں بیٹھے رہنا اپنا شیوہ بنا لیتا ہے۔

الحذر   ایں   گوسفنداں   الحذر

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

بیعت کیا ہے دراصل ایک معاہدہ ہے جو زبانی بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ عورتوں سے یہ عہد زبانی ہی لیا کرتے تھے۔ مگر علامہ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے کہ:

بَایَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النِّسَآءَ وَ عَلٰی یَدِہٖ ثَوْبٌ قَدْ

Marfat.com

وَضَعَهٗ عَلٰی كَفِّهٖ۔

"حضور ﷺ ایک چادر (کپڑا) اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتے اور اس کا دوسرا حصہ عورتوں کی طرف پھینک دیتے۔ وہ سب اس کو ہاتھ میں لے لیتیں۔ پھر آپ ﷺ ان سے یہ عہد لیتے۔"[1]

آپ ان سے جو عہد لیتے وہ مختلف روایات سے نمبروار درج ہیں۔ وہ یہ ہیں:

عورتوں کا عہد

① اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی۔ (اگرچہ وہ شرک جلی ہو یا خفی، اعتقادی ہو یا عملی)

② چوری نہ کریں گی۔" (اگرچہ وہ کسی کی ہو یا اپنی۔ یعنی اپنے ہی گھر سے خاوند کی مرضی اور اجازت کے بغیر کسی چیز کا لینا یا چھپانا بھی چوری ہی میں شامل ہے)

③ بدکاری نہ کریں گی۔ (ارتکاب زنا کے علاوہ مبادیات زنا کا اظہار عزیزان سے بچ کر غیر محرموں کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا، یعنی بن ٹھن کر باہر نکلنا اور بے پردہ پھرنا جسے تبرج الجاہلیت کہا گیا ہے اس میں شامل ہے۔)

④ اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ (عرب میں لڑکوں کو زندہ رکھنے اور لڑکیوں کو مار دینے کی رسم تھی۔ اس کو مٹانے کے لئے یہ عہد لیا گیا جیسے آج کل منصوبہ بندی کے مطابق رحم میں ہی بچے کو مار دیا جاتا ہے۔ اگر آج کل کے مطابق تعلیم سے اس کی تاویل کر لی جائے تو نہایت ہی موزوں ہے۔ یعنی اولاد کو جاہل رکھنا گویا قتل کے مترادف ہے۔ فرمایا ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:٦) یعنی یہ گناہ کے کام کر کے جہنم مول نہ لو۔ اور وہ احادیث جو تحصیل علم کے متعلق تاکیدی طور پر فرمائی گئی ہیں قابل توجہ ہیں۔ مطلب یہ

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۴ / ۳۷۸۔

Marfat.com

کہ اپنی اولاد کو علم و فن اور تہذیب و اخلاق سے عاری رکھنا گویا اسے مار دینا ہے۔ مقتول تو ایک بار مرتا ہے مگر ایسا بد نصیب فرد بار بار مرتا رہتا ہے۔ اور علم نہ ہونے کی وجہ سے انجام کار جہالت کی موت مرتا ہے۔

۵ کسی پر بہتان نہ لگائیں گی۔ (یعنی کسی پاک دامن مرد کو مطعون یا ذلیل کرنے کے لئے بدنام کرنا اور اس پر افتراء جوڑنا جسے ایک معمولی چیز سمجھا جاتا ہے اس سے مکمل گریز کریں گی۔)

۶ میری نافرمانی نہ کریں گی۔ (یعنی حضور ﷺ بحیثیت پیر و مرشد اور نبی ہونے کے جو حکم فرمائیں گے اسے قبول کریں گی' جس کام سے روکیں گے۔ اس سے رک جائیں گی۔)

۷ بین نہ کریں گی۔

۸ بال نہ نوچیں گی۔

۹ کپڑے نہ پھاڑیں گی۔

۱۰ سینہ کوبی نہ کریں گی۔ (یعنی جب کوئی عزیز مرجائے تو ایام جاہلیت کی طرح نہ اس پر بے تحاشا روئیں گی نہ چیخیں گی نہ چلائیں گی۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ اور شکایت کریں گی۔ بلکہ اس صدمہ پر صبر کریں گی۔ اور سوائے چند آنسو بہانے کے اور کچھ نہ کریں گی۔)

۱۱ کسی غیر محرم کے ساتھ سفر نہ کریں گی۔ (کیونکہ غیر محرم سے پردہ لازمی ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے خصوصیت سے عورتوں کو یہ حکم دیا۔ کہ وہ کسی غیر محرم کے ساتھ الگ نہ ہوں۔ نہ کسی مکان میں نہ سفر میں کیونکہ تیسرا شیطان ہو گا' جو انہیں ورغلائے گا۔)

۱۲ خاوند کی اطاعت کریں گی۔ (اس کی حکم عدولی نہ کریں گی۔ اس کے گھر کی نگرانی کریں گی۔ اسے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ کریں گی۔ اس کی اولاد کی صحیح

Marfat.com

طور پر تربیت کریں گی)

یہ اور چند اسی قسم کی اور باتیں تھیں۔ جن کی آنحضور ﷺ بیعت لیا کرتے تھے اور بیعت کے بعد فرماتے تھے۔ ((فَاِنْ دَنَیْتُمْ فَلَکُمُ الْجَنَّةُ)) (رواہ ابی حاتم) (اگر تم نے ان شرائط کو پورا کیا تو جنت مل جائے گی)

مردوں کی بیعت حضور ﷺ قریباً قریباً یہی بیعت مردوں سے بھی لیا کرتے تھے۔ صرف ایک شرط "جہاد" کا اضافہ ہوتا تھا۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں۔ کہ ہم سے۔ نبی ﷺ نے انہی شرائط پر بیعت لی اور فرمایا:

((فَمَنْ وَفّٰی مِنکُمْ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَ مَنْ اَصَابَ مِنْ ذَالِكَ شَیْئًا فَعُوْقِبَ بِہٖ))

"اگر تم نے ان شرائط کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ سے اجر ملے گا۔ اور کسی شرط کو توڑ دیا تو سزا دی جائے گی۔"[1]

اب حضور ﷺ کی ان شرائط پر غور فرمائیے' جو بیعت کے وقت مریدین سے بطور معاہدہ لی جا رہی ہیں۔ کہ کس قدر پاکیزہ کس قدر اہم اور کس قدر ضروری ہیں۔ اور پھر ان کے ساتھ ہی ذرا اپنی حالت پر غور کیجیے۔ کہ کیا آپ نے کبھی اپنے پیر سے یا آپ کے پیر نے کبھی آپ سے بیعت کے وقت ایسی شرائط کی ہیں؟ اور ان شرائط کی پابندی بھی کی ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں

یہ قاعدہ ہے کہ مرید اپنے پیر کے پاس اکثر دُعا کے لئے آیا کرتے ہیں۔ انہیں

---

[1] بخاری' التفسیر سورۃ الممتحنہ باب ۳' حدیث نمبر ۴۸۹۴' مسلم' الحدود: باب الحدود کفارات لاھلھا حدیث نمبر ۱۷۰۹۔

Marfat.com

جب کوئی تکلیف ہو' مرض ہو یا ضرورت ہو تو اپنے پیر سے شکایت کرتے ہیں' اور پیر کو مستجاب الدعوات سمجھ کر دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ حضور ﷺ بھی چونکہ جن وانس کے سب سے بڑے پیر تھے اس لئے لازماً صحابہ کرامؓ کو بھی آپ ﷺ کے پاس آنا چاہیے تھا۔ چنانچہ وہ آتے اور اس قدر آتے تھے کہ شاید آج دنیا کے کسی پیر کے پاس اتنے لوگ نہ آتے ہوں۔ حضور ﷺ ان کے لئے دُعا کرتے۔ برکت کے طور پر ہاتھ پھیرتے اور ان میں سے بے شمار لوگ اپنے اپنے مطالب میں کامیاب ہو جاتے۔

حضرت انسؓ کے لئے دُعا

(۱) ایک دفعہ حضرت انسؓ کی والدہ' (اُم سلیمؓ) اپنے بیٹے (حضرت انسؓ) کو جو ابھی بچے ہی تھے۔ خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

حضور ﷺ! میرا یہ ایک ہی بچہ ہے اس کے لئے دعا فرمایئے آپ ﷺ نے دُعا کے لئے ہاتھ مبارک اٹھائے اور فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَ بَارِكْ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتَهٗ))

"الٰہی! اس کے مال میں اور اس کی اولاد میں بہتات دے اور جو کچھ دے اس میں برکت دے۔"[1]

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اس دُعا کا یہ اثر ہوا کہ میرے ہاں ایک سو بیس بچے پیدا ہوئے۔ اور اللہ نے مجھے وہ فارغ البالی عطا فرمائی' کہ اور کسی کو حاصل نہ ہوئی ہو گی۔ بصرے میں میرا ایک کھجور کا باغ تھا' جو سال میں دو دفعہ پھلتا تھا اور میری بھیڑ بکریوں کی اتنی تعداد تھی کہ میں خود انہیں شمار نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت انسؓ دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت میں رہے۔ ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔[2]

---

[1] بخاری' الدعوات: باب الدعاء بکثرۃ المال والولد حدیث نمبر ۶۳۷۸' ۶۳۷۹ مسلم' الفضائل: باب من فضائل انس بن مالک رضی اللہ عنہ حدیث نمبر ۲۴۸۱۔ [2] الاصابہ ۱/ ۸۱' ۸۲' واصلہ متفق علیہ مختصراً۔

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے لئے دُعا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے لئے برکت کی دُعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے کاروبار میں اتنی برکت دی کہ جب میں پتھر بھی اٹھاتا' تو اس کے نیچے سونا نکل آتا۔

آپؓ کے انتقال کے بعد آپؓ کے گھر سے سونا کدالوں اور پھاوڑوں سے کھودا گیا۔ یہاں تک کہ کھودنے والوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ ان کی داد و دہش اور بخشش و عطاء کی یہ کیفیت تھی' کہ اپنی زندگی میں تیس ہزار غلام آزاد کیے۔ اور آپ کی وراثت عزیزان میں تقسیم کی گئی۔ تو ہر ایک بیوی کو اسی اسی (۸۰'۸۰) ہزار دینار ورثہ میں ملے۔ پچاس ہزار دینار ان کی وصیت کے مطابق صدقہ میں دے دیئے گئے۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ کی ماں کے لئے دُعا

(۳) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میری ماں مشرک تھی میں اسے کہا کرتا تھا کہ "تو مسلمان ہو جا" مگر وہ انکار کرتی رہی بلکہ وہ مجھے برا بھلا کہتی اور آنحضرت ﷺ کو بھی کوستی۔ ایک بار اس نے حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں بہت گستاخی کی' میں تاب نہ لا سکا۔ اور رونے لگا۔ روتا روتا حضور ﷺ کے پاس گیا اور عرض کیا "حضور ﷺ دُعا کیجیے کہ میری ماں مسلمان ہو جائے یا مرجائے۔

حضور ﷺ نے ہاتھ مبارک اٹھائے اور فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ))

"الٰہی ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت دے۔ الٰہی! ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت دے۔"

---

[1] طبقات ابن سعد ۳/ ۱۳۷۔

Marfat.com

میں جب حضور ﷺ کی خدمت سے واپس گھر آیا تو ماں نہا رہی تھی۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے کہا ٹھہر جا۔ میں کھڑا رہا۔ اس نے جلدی سے غسل کر کے کپڑے پہنے اور دروازہ کھولتے ہی کہا:

((اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ))

میں بے حد خوش ہوا۔ اور حضور ﷺ کے پاس پہنچا۔ ماں کے اسلام لانے کی بشارت دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "الحمد للہ بہت ہی اچھا ہوا۔" [1]

قبیلہ دوس کے لئے دُعا

(۴) یہی ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے اپنی قوم دوس کے لئے دُعا کرائی جو یمن میں آباد تھی۔ حضور ﷺ نے بایں الفاظ دُعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَاْتِ بِهِمْ)) (الٰہی قبیلہ دوس کو ہدایت کر اور ان کو میرے پاس لے آ) [2]

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میری قوم بھی مسلمان ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔

اہل مدینہ کے لئے دُعا

(۵) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ مکے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے تو وہاں ان دنوں بخار کا مرض عام تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور بلالؓ بیمار ہو گئے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ "حضور ﷺ دُعا کیجیے کہ مدینہ اس مرض (ملیریا) سے نجات پا جائے۔ کیونکہ یہاں کی آب و ہوا بہت خراب ہے۔ سب کو اس تپ میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ حضور ﷺ نے دُعا فرمائی اور وہ مرض جو ایک عام وبا کی حیثیت

---

[1] مسلم، الفضائل: باب من فضل ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ حدیث نمبر۲۴۹۱۔ [2] بخاری، الدعوات: باب الدعاء للمشرکین حدیث نمبر۶۳۹۷، مسلم، الفضائل: باب من فضائل غفار و اسلم حدیث نمبر۲۵۲۴۔

Marfat.com

رکھتا تھا- مدینہ سے دور ہو گیا-[1]

سعد بن ابی وقاصؓ کے لئے دُعا

(۶) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ایک دفعہ بیمار ہو گئے اور اتنے بیمار ہوئے کہ بظاہر بچنے کی کوئی توقع نہ تھی- حضور ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے- تو انہوں نے اپنی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی- آپ ﷺ نے تین دفعہ یہ دعا کی:

﴿ اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا ﴾

"اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما- اے اللہ سعد کو شفا عطا فرما-"

چنانچہ سعدؓ تندرست ہو گئے-[2]

ابن عباسؓ کے لئے دُعا

(۷) ایک دفعہ حضور ﷺ وضو کے لئے اٹھے- حضرت عبداللہ بن عباسؓ دوڑ کر آپ ﷺ کے لئے پانی لے آئے- آپ ﷺ کو ایک بچہ کی یہ خدمت گذاری بہت اچھی معلوم ہوئی- اور آپ ﷺ نے اس وقت ان کے لئے یہ دُعا کی:

((اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ))

"الٰہی اسے دین میں فہم اور قرآن میں سمجھ بوجھ دے-"[3]

اسی دعا کی برکت تھی' کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بڑے مفسر' محدث اور فقیہہ ہو گئے- اور دنیا نے ان کے علم کا اعتراف کیا-

---

[1] بخاری' فضائل المدینہ: باب ۱۲' حدیث نمبر ۱۸۸۹' مسلم' الحج: باب الترغیب فی سکنی المدینہ حدیث نمبر ۱۳۷۶-

[2] مسلم' الوصیۃ- باب الوصیہ بالثلث حدیث نمبر ۱۶۲۸-

[3] مسند احمد ۱/ ۲۶۶' بخاری (۱۴۳) اور مسلم (۲۴۷۷) میں " اللھم فقہ فی الدین " کے الفاظ کے ساتھ ہے-

Marfat.com

عروہؓ کے لئے دُعا (۸) عروہؓ بن الجعد ایک صحابیؓ تھے' جو تجارت کا کام کیا کرتے تھے۔ مگر انہیں اس تجارت میں کوئی چنداں نفع نہ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دُعا کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے دُعا فرمائی۔ وہ کہتے ہیں آپ کی دُعا سے میری تجارت اتنی چمکی کہ ملک التجار بن گیا۔ واللہ! میں کوفہ کی منڈی میں سودا کرتا تھا اور ایک ایک دن میں چالیس چالیس ہزار نفع حاصل کر لیتا تھا۔[1]

حبیبؓ کے لئے دُعا (۹) حبیبؓ بھی ایک غریب صحابیؓ تھے۔ جو معہ بیوی حضور ﷺ کے مرید تھے۔ ان کی بیوی نے حاضر ہو کر تنگی گذران کا ذکر کیا۔ اور خواہش کی کہ حضور ﷺ ہمارے لئے دُعا کریں۔ کہ "اللہ تعالیٰ ہمیں فراخی رزق عطا فرمائے۔" آپ ﷺ نے دُعا فرمائی۔ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تنگی کو فراخی میں بدل دیا۔ اور اتنی دولت انہیں دی کہ وہ سنبھال نہ سکتے تھے۔[2] سچ ہے جب دینے والا دیتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ (الطلاق:۳)

بارش کے لئے دُعا (۱۰) ایک دفعہ بارش بند ہو گئی۔ ملک میں قحط پڑ گیا۔ حضور ﷺ جمعہ کے خطبہ میں کھڑے تھے۔ کسی نے بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ اور دردناک لہجہ میں درخواست کی۔

حضور ﷺ نے منبر پر ہی اثنائے خطبہ میں دُعا کر دی۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت مطلع بالکل صاف تھا۔ اور ابر کے آثار تک نہ تھے۔ اچانک پہاڑ کی اوٹ سے ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور سارے آسمان پر چھا گیا۔ پھر اتنا مینہ برسا کہ

---

[1] بخاری' المناقب: باب ۲۸' حدیث نمبر ۳۶۴۰' ۳۶۴۲۔

[2] لم اجدہ۔

Marfat.com

متواتر آٹھ دن تک برستا رہا۔ دوسرے جمعہ پھر اس نے درخواست کی۔ کہ "حضور ﷺ اب دُعا کیجئے کہ بادل تھم جائے۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔"

چنانچہ حضور ﷺ نے پھر دُعا کی۔ بارش رک گئی۔ اور دھوپ نکل آئی۔ [1]

حضور ﷺ کے وظائف

حضور ﷺ کے پاس جو مرید (عقیدت و ارادت رکھنے والے) آتے اور اپنی حاجات عرض کر کے دُعا کی درخواست کرتے' آپ ﷺ عام طور پر ان کے لئے دُعا فرما دیا کرتے (جن میں اکثر قبول ہوتیں اور بعض نہ ہوتیں۔ کیونکہ قبولیت دعا کا اختیار تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کو ہے۔ وہ چاہے منظور کرے۔ جو نہ چاہے تو منظور نہ کرے۔ کوئی اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ مگر بعض بعض لوگوں کو حضور ﷺ ایسی دعائیں اور ایسے وظیفے سکھلا دیتے کہ وہ خود پڑھا کرتے۔ اور کام ہو جاتے۔

حضور ﷺ کے ایسے بہت سے وظیفے کتب احادیث میں موجود ہیں۔ جو مختلف مقاصد کے لئے صحابہ کرامؓ کو بتائے گئے ہیں۔ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن سکتی ہے۔ مگر ہم بطور نمونے چند ایک وظائف درج کئے دیتے ہیں۔ تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے' کہ حضور ﷺ نے بحیثیت پیر و مرشد ہونے کے کیا کیا وظائف سکھلائے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ جس کو کوئی وظیفہ بتا دیا ہے اسے راز نہیں رکھا۔ ہمارے آج کل کے پیروں کی طرح یہ نہیں کہا۔ کہ کسی اور کو نہ بتانا' اسے چھپا کر رکھنا کہ یہ سربستہ راز اور صدری علم ہے۔ بلکہ تاکید کر دی کہ دوسرے بھائیوں کو بھی اس سے آگاہ کر دینا' تاکہ سب اس سے مستفیض ہوں۔

---

[1] بخاری' الاستسقاء: باب الاستسقاء فی خطبۃ الجمعۃ حدیث نمبر ۱۰۱۴' مسلم الصلاۃ الاستسقاء حدیث نمبر ۸۹۷۔

Marfat.com

فکر و غم کا وظیفہ

(۱) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے' کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "حضور ﷺ! مجھ پر اس قدر قرض ہو گیا ہے' کہ بظاہر اس کی ادائیگی کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی- میں ہر وقت اس غم اور فکر میں کڑھتا رہتا ہوں- براہ کرم مجھے کچھ بتایئے' کہ جس سے یہ فکر و اندیشہ دور ہو- اور میں آرام کی زندگی بسر کر سکوں-" حضور ﷺ نے فرمایا: غم نہ کھا میں تجھے ایک ایسا وظیفہ بتاتا ہوں- جس سے تیرا قرض بھی اتر جائے گا اور اطمینان بھی حاصل ہو جائے گا-"

چنانچہ حضور ﷺ نے اسے یہ وظیفہ صبح و شام پڑھنے کے لئے بتایا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَ الْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعِجْزِ وَ الْکَسْلِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَ قَھْرِ الرِّجَالِ))

"اے اللہ میں پریشانی' غم' درماندگی' عجز' سستی' بخیلی' بزدلی اور زیادتی قرض اور لوگوں کے غلبہ سے پناہ مانگتا ہوں-"

راوی کہتا ہے کہ میں نے اسے چند ہی روز پڑھا- واللہ میری ساری فکر و پریشانی دور ہو گئی- اور سب قرض اتر گیا-[1]

قرض کا وظیفہ

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے آکر یہی قرض کا شکوہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: "میں تجھے وہ وظیفہ بتاتا ہوں- جو میرے پیر و مرشد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مجھے بتایا تھا- واللہ! اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو گا' تو ادا ہو جائے گا تم صبح و شام بعد نماز یہ وظیفہ بکثرت کیا کرو-

((اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ))

---

[1] ابو داؤد' الوتر: باب فی الاستعاذہ حدیث نمبر ۱۵۵۵-

Marfat.com

"اے اللہ! مجھے حرام سے بچا اور رزق حلال عطا فرما۔ اور اپنے فضل خاص سے مجھے اپنے سوا ہر ایک سے بے نیاز فرما دے۔"

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور اس کا سب قرضہ ادا ہو گیا۔[1]

کاروبار میں برکت کا وظیفہ

(۳) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے ہمیں کاروبار کی ترقی کے لئے یہ وظیفہ بتایا۔ کہ جب بازار میں جاؤ، تو پہلے یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ ان شاء اللہ جو سودا کرو گے، اس میں خسارہ نہ ہو گا۔ دعا یہ ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ هٰذَا السُّوْقِ وَ خَیْرَ مَا فِیْهَا وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِیْهَا))

"اللہ کے نام سے، اے اللہ میں تجھ سے اس بازار کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں تجھ سے اس کے شر اور ہر وہ چیز جو اس میں ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔"[2]

مرض کا وظیفہ

(۴) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے مجھے ایک وظیفہ بتایا کہ جس بیمار پر سات مرتبہ پڑھ کر دم کروں، اللہ تعالیٰ اسے شفا بخشے۔ وظیفہ یہ ہے:

((اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَكَ اللّٰهُ))

"میں اللہ عظیم سے جو عرشِ عظیم کا رب ہے سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفا سے ہمکنار فرمائے۔"[3]

---

[1] ترمذی، الدعوات: باب احادیث شتی حدیث نمبر ۳۵۶۳۔

[2] حاکم ۱، ۵۳۹، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۱۸۱) عن بریدۃ رضی اللہ عنہ۔

[3] ابوداؤد، الجنائز: باب الدعاء للمریض عند العیادۃ حدیث نمبر ۳۱۰۶، ترمذی، الطب: باب ۳۲، حدیث نمبر ۲۰۸۳۔

Marfat.com

(۵) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ نبی ﷺ جب کسی بیمار کے پاس جاتے تو اپنا داہنا ہاتھ اس کے بدن پر پھیرتے اور دعا پڑھتے۔ صحابہؓ نے بھی حضور ﷺ سے یہ دعا سیکھ لی۔ اور اکثر بیماروں پر پڑھی جس سے وہ شفایاب ہو گئے۔ دعا یہ ہے:

((اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا))

"انسانوں کے پروردگار! یہ تکلیف دور فرما۔ اے اللہ شفا عنایت فرما۔ تو ہی شفا دینے والا ہے اور ایسی بہترین شفا عطا فرما کہ جس کے بعد بیماری باقی نہ رہے۔"[۱]

الغرض حضور ﷺ نے ہمیں ہر ضرورت کے لئے الگ الگ وظیفے بتا دیئے ہیں۔ اب یہ ہمارا اپنا فرض ہے کہ ہم علمائے کرام سے حضور ﷺ کے وظیفے دریافت کر کے ان پر عمل کریں۔ اور دوسرے پیروں کے خانہ ساز وظائف سے آنحضور ﷺ کے الہامی وظائف کو ترجیح دیں۔

حضور ﷺ کا یمن و برکت

چونکہ آج کل عوام کسی پیر کی کوئی کرامت یا اس کے ہاتھ سے کوئی خرق عادت چیز دیکھ کر اس کے یمن و برکت کے قائل اور معتقد ہوتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے' کہ اس جگہ بالاختصار حضور ﷺ کے یمن و برکت کا ذکر بھی سنا دیا جائے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے' کہ اس رنگ میں بھی دنیا کا کوئی پیر اور صوفی حضور ﷺ سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ بلکہ دیگر مذاہب میں بھی جس قدر جوگی'

---

[۱] بخاری' الطب باب مسح الراقی الوجع بیدہ حدیث نمبر ۵۷۵۰' مسلم' السلام: باب استحباب رقیۃ المریض حدیث نمبر ۲۱۹۱۔

Marfat.com

سوامی' مہاتما اور رہبان گذرے ہیں وہ اس میدان میں حضور ﷺ کے مقابلہ پر کچھ حقیقت نہ رکھتے تھے اور نہ رکھتے ہیں۔

خوراک میں برکت

(۱) حضور ﷺ کے یمن و برکت کے متعلق حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ خندق کے دن میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ کھانے کو نہیں۔ اور آپ ﷺ تین روز سے فاقہ میں ہیں۔ میں گھر گیا بیوی سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ ایک صاع بھر جو ہیں۔ میں انہیں پیس کر روٹی تیار کرتی ہوں۔ تم ایک بکری ذبح کر کے گوشت بنا لو اور حضور ﷺ کو بلا کر کھانا کھلا دو۔"

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے روٹی تیار کی جو دو چار آدمیوں کے لئے کافی ہو گی۔ جب حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی اور آپ ﷺ نے دیکھا کہ سب صحابی بھوکے ہیں' تو یہ مناسب نہیں جانا کہ اکیلا کھاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جاؤ سب کو بلاؤ۔"

میں گیا دل میں شرماتا تھا کہ کھانا تو اتنا ہے نہیں۔ کس بل بوتے پر ان کو دعوت دوں۔ مگر چونکہ حکم تھا۔ اس لئے ان سب کو لے آیا۔ حضور ﷺ نے برکت کی دعا کی اور روٹیوں اور گوشت پر لعاب مبارک لگا دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارا لشکر اسلام جو ایک ہزار کے قریب تھا شکم سیر ہو کر کھا گیا۔ اور ہمارا آٹا اور گوشت اتنے کا اتنا بچ رہا۔[1]

(۲) اسی طرح ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضور ﷺ کی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت کی۔ اور کھانا اتنا ہی تیار کیا جو ان دونوں

---

[1] بخاری' مسلم المغازی: باب غزوۃ الخندق حدیث نمبر ۴۱۰۱'۴۱۰۲' مسلم' الاشربہ باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار الخ حدیث نمبر ۲۰۳۹۔

Marfat.com

کے لئے کافی ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا "جاؤ اشراف انصار سے تیس (۳۰) آدمی بلا لاؤ۔

چنانچہ میں گیا اور تیس اشخاص کو بلا لایا۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو میں نے دیکھا کہ کھانا بدستور پڑا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "ساٹھ آدمیوں کو اور بلا لاؤ۔"

چنانچہ ساٹھ آدمی اور آئے وہ بھی کھا گئے۔ مگر کھانا ختم نہ ہوا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے پھر فرمایا: اور بلا لاؤ۔

چنانچہ اس روز ایک سو اسی (۱۸۰) آدمیوں نے کھانا کھایا پھر بھی ختم نہ ہوا۔ کھانے والوں میں سے کئی ایسے بھی تھے جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کا یہ معجزہ دیکھا تو اسی وقت مسلمان ہو گئے۔[1]

(۳) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کچھ مانگا۔ آپ ﷺ نے اسے نصف وسق جو عطا فرمائے۔ وہ لے گیا اور مدت تک مع اہل و عیال انہیں کھاتا رہا۔ جتنے جو وہ نکال کر پیستا اتنے ہی اور بڑھ جاتے۔ یعنی وہ کم نہ ہوتے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے انہیں ناپا۔ اس کے بعد وہ ختم ہو گئے۔ اس نے آکر حضور ﷺ کے پاس سارا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تو انہیں نہ ناپتا تو وہ عمر بھر کے لئے تجھے کافی ہوتے۔"[2]

(۴) ایسے ہی حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: "بنی عبدالمطلب میں سے چالیس (۴۰) آدمی جو سب سے زیادہ کھانا کھانے والے ہوں بلا لاؤ۔ چنانچہ میں انہیں بلا لایا۔ ان میں سے ایک ایک اتنا جوان تھا کہ اگر سالم بکری کھانا چاہتا تو بآسانی کھا سکتا تھا۔ مگر حضور ﷺ نے ان کے لئے صرف

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبھانی ص ۱۵۳' البدایۃ والنہایۃ ۶ / ۱۱۳' ۱۱۵۔

[2] مسلم' الفضائل: باب فی معجزات النبی ﷺ حدیث نمبر ۲۲۸۱۔

Marfat.com

ایک صاع کھانا تیار کرایا- اور ایک پیالہ پانی کا منگا لیا- میں دیکھتا تھا کہ ان میں سے ایک ایک شخص خوب پیٹ بھر بھر کر کھانا کھاتا اور پانی پیتا تھا' مگر ان کے اٹھ چکنے کے بعد نہ پانی ہی کم ہوا اور نہ کھانے میں کچھ کمی واقع ہوئی۔[1]

سواری میں برکت

(۵) حضرت ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک گھوڑا تھا' جو نہایت سست رفتار اور مریل تھا- ایک بار حضور ﷺ نے اس پر سواری کی- تو وہ چست و چالاک ہو گیا- کہ پھر کوئی گھوڑا بھی تیز رفتاری میں اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا-[2]

جسمانی قوت میں برکت

(۶) ایک دفعہ حضرت جریر بن عبداللہؓ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے- اور عرض کیا کہ جب میں گھوڑے پر سواری کرتا ہوں تو گر پڑتا ہوں- اور گھوڑے پر ٹھہر نہیں سکتا- حضور ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا کی- وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر میں عمر بھر گھوڑے سے نہیں گرا-[3] اور عرب کے مشہور شہسواروں میں گنا جاتا تھا-

سر کے بالوں میں برکت

(۷) حماد بن سلمہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر بن سعدؓ کو جو ابھی چھوٹے سے تھے' حضور ﷺ کی خدمت میں لا کر برکت کے لئے دعا کی درخواست کی گئی- حضور ﷺ نے پیار سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا جس کا یہ اثر ہوا کہ اخیر عمر تک ان کے بال سفید نہ ہوئے- حالانکہ وہ اسی ۸۰ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے-[4]

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی ص ۱۵۱'۱۵۲' البدایہ والنہایہ ۳/ ۳۷'۳۸-

[2] بخاری' الجہاد: باب السرعۃ الرکض فی الفزع حدیث نمبر ۲۹۶۹-

[3] بخاری' الجہاد: باب حرق الدور والنخیل حدیث نمبر ۳۰۲۰' مسلم' الفضائل: باب من فضائل جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حدیث نمبر ۲۴۷۶-

[4] کتاب "الشفاء" ۱/ ۳۳۴-

Marfat.com

کنوئیں میں برکت

(۸) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میرے گھر میں ایک کنواں تھا، جس کا پانی قدرے کھاری تھا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا حضور ﷺ نے اپنا لعاب مبارک اس پانی میں ملا دیا۔ جس کا اثر یہ ہوا۔ کہ وہ ایسا شیریں ہوا کہ سارے مدینہ منورہ میں اس کا شہرہ ہو گیا۔ کیونکہ سب کنوؤں سے اس کا پانی زیادہ شیریں تھا۔[1]

(۹) اسی طرح قبا میں ایک کنواں تھا جس کا پانی اکثر سوکھ جایا کرتا تھا۔ اور لوگوں کو بڑی تکلیف ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ سے یہ شکایت کی گئی اور حضور ﷺ نے اپنے وضو کا پانی دیا۔ کہ اس میں ڈال دو۔ جب وہ پانی ڈالا گیا۔ تو اس کے بعد پھر کبھی اس کا پانی خشک نہ ہوا۔[2]

باغ میں برکت

(۱۰) حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے لئے ایک دفعہ اپنے ہاتھ سے باغ میں کچھ کھجور کے پودے لگائے، جو چھوٹے چھوٹے تھے۔ مگر میں نے دیکھا، کہ وہ اسی سال پھل لے آئے۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔[3]

آپ ﷺ سے بڑا کوئی پیر نہیں

یہ صرف چند خرق عادت معجزات و واقعات ہیں جو یہاں نقل کر دیئے گئے ہیں، ورنہ اگر حضور ﷺ کے تمام معجزات اور خرق عادت واقعات کو جمع کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ مگر ہمیں تو صرف یہ دکھانا منظور ہے کہ ایک پیر میں جن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے وہ سب کی سب بدرجۂ اتم و اکمال حضور ﷺ کی

---

[1] کتاب "الشفاء" ۱/ ۳۳۱، ۳۳۲

[2] حوالہ سابق۔

[3] مسند احمد ۵/ ۴۴۱، ۴۴۳۔

Marfat.com

ذاتِ اقدس میں پائی جاتی ہیں۔ اور حضور ﷺ ہی ہیں جو تمام دنیا کے پیر ہو سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جانا عقل مندی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ سے بڑا اور برتر کوئی پیر ہوا ہے' نہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

پندرھواں باب

آنحضور ﷺ ایک معلم کی حیثیت میں

حضور ﷺ کی بنیادی حیثیت حضرت محمد ﷺ دنیا میں معلم بن کر تشریف لائے۔ آپ کا اپنا ارشاد گرامی ہے: ((اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا)) "سوائے اس کے نہیں کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" [1]

اگر سیرت النبی ﷺ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ آنجناب ﷺ بنیادی طور پر معلم تھے۔ آپ کا کام لوگوں کے دامن کو علم کے موتیوں سے بھرنا تھا۔

تعلیم کی اشاعت حضور اکرم ﷺ جب مبعوث ہوئے تو لوگ تعلیم سے یکسر نا آشنا تھے۔ عرب کے مرکزی شہر مکہ مکرمہ کا یہ حال تھا کہ بقول علامہ بلاذری وہاں اس وقت صرف ۱۷' ۱۸ افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آپ خود غور کریں کہ ان حالات میں ان لوگوں کا اعلیٰ تہذیب و تمدن سے ہمکنار ہونا کس قدر کٹھن تھا' اتنا مشکل اور کٹھن کہ جس کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ کسی قوم کا تعلیم کے بغیر ارتقاء کے زینے طے کرنا مشکل ہی نہیں' ناممکن ہے۔ اور یہ راز اور نکتہ حضور ﷺ نے پالیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے قوم سے جہالت کو دور کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش فرمائی۔ اور تعلیم کو پھیلانے اور عام کرنے کے لئے ہر ممکن

---

[1] ابن ماجہ' المقدمہ: باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم حدیث نمبرا / ۲۲۹۔

Marfat.com

کوشش فرمائی۔ اور تعلیم کو پھیلانے اور عام کرنے کے لئے کوئی کمی نہ اٹھا رکھی۔ آپ نے گلی گلی، کوچہ کوچہ، بستی بستی، نگری نگری، علم و فکر کی قندیلیں روشن کرنے کا بندوبست فرمایا۔ آپ ﷺ نے تھوڑی ہی مدت میں پورے ملک عرب میں علم و عرفان کے ڈنکے بجا دیئے۔ وہ عرب جہاں جہالت و ضلالت کے تاریک و دبیز پردے پڑے ہوئے تھے، حضرت سرور عالم ﷺ نے وہ سب پردے چاک کر دیئے اور پورے خطے کو نور علم کا گہوارہ بنا دیا۔

تعلیم کا مرکز و محور

آنحضرت ﷺ نے سب سے زیادہ زور قرآن و حکمت کی تعلیم پر دیا۔ کیونکہ قلب و نظر کی تطہیر بھی ضروری تھی۔ اور وہ قرآن و حکمت کے بغیر ناممکن تھی۔

آنحضرت ﷺ نے علم نافع کی تلقین فرمائی۔ اور علم غیر نافع سے منع فرمایا: یعنی وہ علم جو اپنے اور دوسروں کے لئے مفید ہو، اس کے حصول کی تاکید فرمائی۔ اور وہ علم جو نہ اپنے لئے مفید ہو اور نہ دوسروں کے لئے فائدہ مند۔ اس سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے ہر علم کے حصول کی ہدایت فرمائی۔ ہر زبان اور فن کے سیکھنے کی ترغیب دی لیکن آپ ﷺ نے تعلیم کا مرکز و محور کتاب و حکمت یعنی قرآن و سنت کو قرار دیا۔ اور بنیادی طور پر سب سے زیادہ ضروری قرآن و سنت کی تعلیم کو قرار دیا۔ کیونکہ وہ محض قرآن و سنت ہی ہے کہ جس کی بدولت انسان، انسان بنتا ہے۔ اور صحیح علم و آگہی اور تہذیب و شائستگی سے آشنا ہوتا ہے۔

علوم نافع کی تلقین

آنحضرت ﷺ نے ہر اس علم کو نہ صرف جائز قرار دیا۔ بلکہ اس کے حصول کی تلقین فرمائی کہ جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود ہو جس سے انسان سدھرتا ہو۔ ترقی کے زینے طے کرتا ہو۔ اور آفاق کی بلندیوں پر پہنچتا ہو۔

جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تعلیم کا مرکز و محور قرآن و حدیث

Marfat.com

تھا۔ تو پھر وہ کون سا علم ہے جو قرآن و حدیث میں نہیں؟ قرآن مجید نے جس بات کو مجمل بیان کیا حدیث نبوی نے اس کی تشریح فرما دی۔ قرآن مجید تو وہ گنجینہ ہے کہ جس میں جملہ علوم جمع ہیں اور دانش و ادب کی سب باتیں یکجا ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ
تُقَاصِرُ عَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَال

"یعنی قرآن میں تمام علوم پائے جاتے ہیں لیکن عام لوگوں کی وہاں تک رسائی نہیں ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید نے دین و دنیا کی ترقی کے تمام علوم و فنون بیان کر دیئے ہیں۔ وہ علوم و فنون، معاشی ہوں یا معاشرتی، سیاسی ہوں یا اقتصادی، سائنسی ہوں یا ٹیکنیکل۔ قرآن مجید نے سب کی نشان دہی فرما دی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ علوم کہیں صراحتاً بیان کئے اور کہیں اشارۃً۔

سردست ہم جو بتانا چاہتے ہیں یہ ہے کہ جب آپ ﷺ ﴿ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَۃَ ﴾ (البقرۃ:۱۲۹) کے منصب جلیلہ پر فائز تھے تو اس بات کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ آپ نے لوگوں کو ان اور ان جیسے دیگر جملہ علوم و فنون کی تعلیم دی۔

تعلیم کا باقاعدہ آغاز اگرچہ تعلیم کا سلسلہ مکہ مکرمہ میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے تعلیم کا باقاعدہ آغاز مدینہ منورہ میں فرمایا۔ مدینے میں پہلی اسلامی درس گاہ مسجد نبوی تھی۔ جو ابتدائی مدرسہ سے بڑھ کر آہستہ آہستہ کالج اور یونیورسٹی بن گئی۔

یہاں ایک نکتے کی بات سمجھ لیجیے۔ مکے اور مدینے میں تعلیم کا ماحول نہیں تھا۔ دونوں جگہ حالات دگرگوں اور ابتر تھے۔ خاص کر مکہ مکرمہ کی حالت تو ناگفتہ بہ تھی۔

Marfat.com

مگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حکمت و دانش سے نہ صرف یہ کہ تعلیمی ماحول بنا دیا بلکہ تعلیم کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ مکہ مکرمہ میں دار ارقم میں یہ سلسلہ شروع فرمایا۔ جو نہ صرف یہ کہ مخفی تھا بلکہ ابھی بے قاعدہ تھا۔ مکہ میں دار ارقم سے علم کی کرنیں پھوٹیں جن کی بدولت بہت سے خوابیدہ قسمت جاگ اٹھے۔ ان کے بخت نے انگڑائی لی۔ اور انہوں نے حضرت سرور عالم ﷺ کے آستانہ پر پہنچ کر اکتساب علم و فیضان کیا' اور اپنے سینوں کو انوار نبوت سے مستنیر کیا۔

مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت نبی اکرم ﷺ نے نامساعد حالات کو ساز گار بنایا۔ اور سلسلہ تعلیم و تعلم کا باقاعدہ اجراء فرمایا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ تعلیم کے بغیر کسی قوم کی کایا نہیں پلٹ سکتی۔ اور تعلیم ہی وہ نعمت عظمیٰ ہے جو انسان کے قلب کو صیقل کرتی اور دماغ کو جلا بخشتی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تعلیم کا آغاز فرمایا جو مسجد نبوی سے ہوا۔

وہاں کا طریقہ یہ تھا کہ مسلمان نماز فجر کے بعد حضور پاک ﷺ کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ یہ جگہ مسجد نبوی میں اسطوانہ کے قریب ہے۔ یہ منبر اور حجرہ شریف کے درمیان چوتھے ستون کی جگہ ہے۔ یہاں لوگ بصورتِ حلقہ آپ ﷺ کے آس پاس مؤدب ہو کر بیٹھ جاتے۔ آنجناب ﷺ عام فہم مسائل بیان فرماتے۔ لوگ غور سے سنتے اور بوقت ضرورت سوالات بھی کرتے' آنحضرت ﷺ بڑے پیار و محبت سے جواب دیتے تاآنکہ ہر شخص اپنے دل میں اطمینان و مسرت کے جذبات لے کر جاتا۔

مسجد نبوی میں تعلیم کا انداز اگرچہ عمومی نوعیت کا تھا۔ لیکن یہ اسلوب و انداز اپنی جلو میں بے شمار فوائد رکھتا تھا۔ جو تفصیل چاہتا ہے۔

آپ نے تعلیم کا ایک اور سلسلہ شروع فرمایا جو اس کے علاوہ تھا۔ اس درس گاہ کا انتظام مسجد نبوی کی شمالی جانب ایک چبوترا پر تھا جسے صفہ کہتے ہیں۔ یہ درس گاہ' ہاسٹل کا درجہ رکھتی تھی۔ یعنی بیرونی طلباء یہاں قیام بھی کرتے تھے اور علم بھی سیکھتے

Marfat.com

تھے- اور پھر وہ واپس جا کر تعلیمات اسلامیہ کی اشاعت کرتے تھے- یہاں آنحضرت ﷺ حقائق و معارف کا درس دیتے تھے جن سے اصحاب صفہؓ فیض کام ہوتے تھے- اس درس گاہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی تعینات تھے- آپ کے ذمے لکھائی اور کتابت کا کام تھا- اس درس گاہ سے جو فائدہ پہنچ سکتا تھا وہ ظاہر اور روشن ہے- یہاں سے فارغ شدہ ایک ایک طالب علم نے اپنے اپنے علاقے میں جا کر جہالت کے تیرہ و تاریک پردوں کو چاک کیا اور علم و ہدایت کے چراغ روشن کیے (رضی اللہ عنہم و رضواعنہ)

علم کی ترغیب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مبعوث فرمانے کے ساتھ دولت علم سے آراستہ فرمایا- جس کا آغاز ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴾ (العلق:۱) سے ہوا جس سے یہ بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بارگاہ خداوندی میں علم کا کتنا اونچا اور برتر مقام ہے- حضرت سرور عالم ﷺ نے بھی عہدۂ نبوت پر فائز ہونے کے بعد سب سے پہلے جو کام کیا وہ ترویج علم کا کام تھا- آپ نے ان جاہل لوگوں کو جنہیں کبھی علم سے واسطہ نہیں پڑا تھا تحصیل علم کا شوق دلایا- علم کے فضائل بیان کیے، علم کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی اور انہیں علم حاصل کرنے کی اتنی ترغیب دلائی کہ وہ اسے بھی اپنے فرائض میں شمار کرنے لگے-

بہترین اور لائق معلم بہترین اور لائق معلم بھی وہی ہوتا ہے جو طالب علموں میں تحصیل علم کا جذبہ پیدا کرے- انہیں ہمہ تن علم کی طرف راغب کرے اور پھر سبق دے- کیوں کہ جب تک طالب علموں پر علم کی ضرورت و اہمیت واضح نہ کی جائے گی وہ ہرگز تحصیل علم کے لئے آمادہ نہ ہوں گے- اور جب ان پر علم کی فضیلت واضح کر دی جائے گی تو وہ یقیناً پھر شوق سے علم سیکھیں گے، سبق پڑھیں گے اور اس سے صحیح معنوں میں استفادہ کریں گے-

آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو تحصیل علم پر آمادہ و کمربستہ کرنے کے لئے محض

Marfat.com

علم ہی کے فضائل بیان نہ کئے' بلکہ طلباء اور ان کے والدین' اساتذہ و علماء کے فضائل اور فرائض بھی بیان فرمائے۔

فضیلت علم فضیلت علم کے بارے میں یہ ارشادات قرآنی پیش فرمائے:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (زمر:۹)

"ان سے کہیے، علم والے اور بے علم کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (کبھی نہیں)۔"

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ﴾ (الرعد:۱۶)

"ان سے کہیے' کیا دیکھنے والا اور اندھا' دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (بالکل نہیں) مطلب ہے عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔"

آپ ﷺ نے احادیث میں علم کا مقام و مرتبہ بیان فرمایا اور بار بار فرمایا تاکہ لوگ علم اور تعلیم کی فضیلت سے آگاہ ہو جائیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

﴿ مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ ﴾

"جو شخص تحصیل علم کے لئے نکلے وہ گویا اللہ کی راہ (جہاد) میں نکلا ہے' یہاں تک کہ واپس آئے۔"[1]

پھر فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَ اَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ حَتّٰى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَ حَتّٰى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ خَيْرًا ﴾

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور اہل آسمان اور اہل زمین سب کے سب یہاں تک کہ چیونٹیاں اور مچھلیاں بھی علم پڑھنے اور پڑھانے والوں کے

---

[1] ترمذی' العلم: باب فضل طلب العلم حدیث نمبر ۲۶۴۷۔

Marfat.com

لئے دعا کرتی رہتی ہیں۔"[1]

پھر فرمایا:

﴿ اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلاَّ ذِکْرَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَمَا وَالَاهُ وَ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا ﴾

"دنیا ملعون ہے۔ اور جو چیز اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ مگر ذکر الٰہی یا جس سے وہ پیار کرے اور عالم اور متعلم اس لعنت سے مستثنیٰ ہیں۔"[2]

پھر فرمایا:

﴿ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ کَانَ کَفَّارَةً لِّمَا مَضٰی ﴾

"علم کا حاصل کرنا سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔"[3]

پھر فرمایا:

﴿ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ﴾

"تحصیل علم ہر مسلم (مرد اور عورت) کے لئے فرض ہے۔"[4]

اب غور فرمائیے' کہ جس معلم اعظم (پرنسپل) نے اپنے حلقہ اثر میں تحصیل علم کے لئے ایسی ایسی تقریریں کی ہوں اور ان کے سامنے علم کی ایسی ایسی خوبیاں

---

[1] ترمذی' العلم: باب ماجاء فی فضل الفقه الخ حدیث نمبر ۲۶۸۵۔

[2] مطلب یہ کہ ایسی دنیا جس سے اسلام اور دین کا کوئی حصہ نہ ہو۔ جس میں ابتداء سے انتہا تک اللہ کو شریک و دخیل جاننا تو رہا الگ' اس کا نام تک نہ لیا گیا ہو' ملعون ہے۔ یعنی اللہ کی رحمت سے دور ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی دنیا کو دین کے تابع رکھیں۔ (فاروقی) ترمذی' الزہد: باب ۱۴' حدیث نمبر ۲۳۲۲' ابن ماجہ' الزہد: باب مثل الدنیا حدیث نمبر ۴۱۱۲' واللفظ لہ۔

[3] ترمذی' العلم: باب فضل طلب العلم حدیث نمبر ۲۶۴۸۔

[4] ابن ماجہ' المقدمہ: باب فضل العلماء الخ حدیث نمبر ۲۲۴۔

Marfat.com

بیان کی ہوں، وہ پھر کیوں کر نہ تحصیل علم کے لئے بے تاب و بے قرار ہو گئے ہوں گے؟ اور کیوں نہ ہمہ تن تحصیل علم کے لئے مستعد و تیار ہو چکے ہوں گے؟

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے اس اشارہ پر وہ لوگ جنہیں علم سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا پروانہ وار لپکے اور تحصیل علم کے لئے آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور علم حاصل کر کے بڑے بڑے عالم بن گئے۔

اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ﴾

"خیر و بھلائی (تعلیم و تربیت) کے استاد کے لئے ہر چیز دعا کرتی ہے۔"[1]

پھر فرمایا:

﴿ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَالِمٌ لَمْ يَنْفَعْهُ بِعِلْمِهٖ ﴾

"روزِ قیامت سب سے شدید عذاب اس عالم کو دیا جائے گا کہ جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا۔"[2]

طلباء سے مزید فرمایا:

﴿ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ ﴾

"تم جس استاد سے علم حاصل کرتے ہو اسکا ادب و احترام کرتے رہو۔"[3]

نیز فرمایا:

﴿ اٰبُوْكَ ثَلَاثٌ مَنْ وَلَّدَكَ مَنْ عَلَّمَكَ وَ مَنْ زَوَّجَكَ ﴾

---

[1] ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث دارمی ۱ / ۸۳، باب فی فضل العلم والعالم حدیث نمبر ۳۵۰، میں موجود ہے۔ ترمذی میں اس مفہوم کی حدیث ہے۔ دیکھئے نمبر ۳۵۹۔

[2] الکامل لابن عدی ۵ / ۱۸۰۷۔

[3] طبرانی فی الاوسط ۶ / ۱۰۵، حدیث نمبر ۶۱۸۰۔

Marfat.com

"تمہارے تین باپ ہیں۔ تمہارا والد' تمہارا استاد' تمہارا خسر۔" [1]

زمانۂ جاہلیت میں لوگ بچوں کو تعلیم سے دور رکھتے تھے اور انہیں کام دھندے پر لگا دیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے والدین کے فرائض میں یہ بات شامل فرمائی کہ وہ اپنی اولاد کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ اِنَّ مِنْ حَقِّ الْوَلَدِ عَلٰی وَالِدِہٖ اَنْ یُّعَلِّمَہُ الْکِتَابَ وَ اَنْ یُّحْسِنَ اسْمَہٗ وَ اَنْ یُّزَوِّجَ اِذَا بَلَغَ ﴾

"باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ وہ اس کی تعلیم کا انتظام کرے اس کا نام اچھا رکھے اور جب وہ جوانی کو پہنچ جائے تو اس کا نکاح کر دے۔" [2]

آنحضرت ﷺ عام معاشرے کو بھی تعلیم کی ترغیب' بلکہ حکم دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَا بَالُ اَقْوَامٍ لَا یُفَقِّھُوْنَ جِیْرَانَھُمْ وَلَا یُعَلِّمُوْنَھُمْ ﴾

"لوگوں کی کیسی حالت ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں اور ساتھیوں کو علم اور فقہ کچھ نہیں سکھاتے۔" [3]

یہاں فقہ سے مراد دین کی سمجھ بوجھ ہے یہ مروجہ فقہ نہیں۔ کیونکہ اس کا اس دور میں وجود نہ تھا۔ اسے علماء نے بعد میں مرتب کیا۔ اور اس میں ملی جلی ہر طرح کی باتیں ہیں۔

علماء کا درجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾ (مجادلہ:۱۱)

---

[1] لم اجدہ۔

[2] کنزالعمال (حدیث نمبر ۴۵۴۱۶)

[3] الترغیب والترہیب ۱/ ۱۲۲' و مجمع الزوائد ۱/ ۱۶۴ بحوالہ طبرانی فی الکبیر۔

Marfat.com

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند فرماتے ہیں جو ایمان و علم کی دولت سے بہرہ ور ہیں۔"

حدیث مبارکہ میں فرمایا:

((اَقْرَبُ النَّاسِ مِنْ دَرَجَةِ النُّبُوَّةِ اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْجِهَادِ))

"درجہ نبوت سے قریب ترین علماء اور مجاہدین ہوں گے۔"[1]

امام ابن قیم علیہ الرحمتہ نے زاد المعاد میں علماء کا درجہ مجاہدین سے اونچا بتایا ہے۔[2]

دوسری جگہ فرمایا:

((يُوْزَنُ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ مِدَادُ الْعُلَمَآءِ بِدَمِ الشُّهَدَآءِ))

"روز قیامت علماء کی روشنائی کا شہداء کے خون سے وزن ہو گا۔"[3]

مطلب یہ کہ علماء کا رتبہ شہداء کے برابر ہو گا۔ بشرطیکہ وہ کتاب و سنت کا عالم ہو' اور صرف کتاب و سنت کا پیرو کار ہو۔

بہر حال آنخضرت ﷺ نے حصول تعلیم پر زور دیا۔ بہت رغبت دلائی۔ اور علم کے بے شمار فضائل بیان فرمائے۔ تاکہ لوگ تعلیم کی جانب مائل ہوں۔ علم سیکھیں' پڑھیں اور پڑھائیں۔ چنانچہ معلم کائنات حضرت محمد ﷺ کی آرزو پوری ہوئی اور لوگ پروانہ وار شمع علم پر گرے۔ اور آپ کے درس سے بڑے بڑے عالم' فاضل' مدبر' مقنن' سکالر' جسٹس' سیاستدان' فیلسوف' محقق' مؤرخ' مفسر' محدث اور فقیہ بن کر نکلے' اور وہ لوگ آسمان علم و فضل پر سورج چاند اور ستارے بن کر چمکے۔

---

[1] کنزالعمال (حدیث نمبر ۲۸۶۴۷) بحوالہ دیلمی۔

[2] ایضاً

[3] کنزالعمال (حدیث نمبر ۲۸۹۰۱) و ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (۱/ ۳۷)

Marfat.com

خواتین کی تعلیم آنحضرت ﷺ نے تعلیم و تدریس میں مردوں کے ساتھ خواتین کو بھی شریک فرمایا۔ اور انہیں بھی پڑھنے لکھنے کی ترغیب دی' خواتین کو حصول تعلیم سے الگ نہیں رکھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ آپ نے عورتوں کی تعلیم کے لئے الگ دن مقرر فرمایا تھا۔[1] فتح الباری اور مسند احمد میں بھی اس طرح کی احادیث آتی ہیں۔[2] جن سے پتہ چلتا ہے کہ عورتیں بھی زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتی تھیں اور آپ ﷺ باقاعدہ انہیں بھی تعلیم دیتے تھے۔

ہاں! اتنی بات ضرور ہے اختلاط مردوزن نہ ہوتا تھا۔ اور عورتیں سب کچھ پردے میں سیکھتی تھیں۔ اور بالعموم ان کی تعلیم اسلامی و شرعی مسائل تک محدود ہوتی تھی۔ ان کا دائرہ کار ایک حد کے اندر تھا اور مردوں سے الگ تھلگ تھا۔

آپ ﷺ کی علم سے محبت آنحضرت ﷺ ﴿ اَعْلَمُ النَّاسِ ﴾ (یعنی سب سے بڑھ کر علم والے) تھے۔ اسکے باوجود آپ اضافہ علم کی دعا کرتے رہتے تھے۔ آپ کی دعا تھی۔ ﴿ رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا ﴾ (اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما) (طٰہٰ: ۱۱۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم آپ کو بہت محبوب تھا۔ البتہ آپ اس علم کو اچھا نہ جانتے تھے جو اپنے پہلو میں کوئی فائدہ نہ رکھتا ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ کی اکثر دعا ہوتی تھی۔

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ ﴾

"اے اللہ! میں ایسے علم سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جو غیر مفید ہو۔"[3]

---

[1] بخاری' العلم: باب ھل یجعل للنساء یوم حدیث نمبر ۱۰۱' مسلم' البر والصلہ: باب فضل من یموت لہ ولد حدیث نمبر ۲۶۳۳۔

[2] فتح الباری ۱/ ۱۹۶' مسند احمد ۳/ ۳۴ وغیرہ۔

[3] مسلم الذکر والدعاء: باب التعوذ من شر ما عمل الخ حدیث نمبر ۶۴۵۲۔

Marfat.com

ایک دفعہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ دو جماعتیں الگ الگ بیٹھی تھیں۔ ایک ذکر الٰہی میں منہمک تھی۔ یعنی وہ صوفی لوگ تھے۔ دوسری جماعت درس و تدریس میں مصروف تھی۔ آپ ﷺ کے تشریف لانے پر دونوں جماعتیں چشم براہ تھیں کہ حضرت ﷺ ہمارے ہاں قدم رنجہ فرمائیں۔ مگر آپ ﷺ کو چونکہ درس و تدریس اور علم سے زیادہ محبت تھی۔ اس لئے آپ اس علمی جماعت میں تشریف لے گئے کہ جہاں کتاب و سنت کی تعلیم دی جا رہی تھی۔ اور علمی گفتگو ہو رہی تھی۔ [1]

اس واقعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تعلیم سے کس قدر محبت تھی۔

آپ ﷺ کا طریقۂ تعلیم

آپ کا طریقۂ تعلیم بڑا آسان پیارا' سائنٹیفک اور پر تاثیر تھا۔

1. آپ ﷺ خود لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے۔ اور انہیں قرآن و حکمت کی تعلیم دیتے' جہاں آپ ﷺ تشریف لے جاتے کبھی وہاں زیادہ افراد ہوتے اور کبھی کم۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ امیر و غریب' رشتہ دار غیر رشتہ دار کسی میں کوئی فرق روا نہ رکھتے۔ اس تعلیم کا آغاز آپ نے مکہ میں کیا۔ اور زیادہ زور افکار و عقائد پر دیا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ جب تک فکر نہ بدلے' آدمی نہیں بدل سکتا۔
2. آپ ﷺ خاص افراد کو جمع کر کے انہیں تعلیم دیتے۔ اور یہ سلسلہ مخفی طور پر دارِ ارقم میں شروع کیا۔ چنانچہ وہ افراد آپ ﷺ سے سبق لے کر اس پر محنت کرتے اور اسے یاد کرتے۔
3. آپ ﷺ کبھی دور جا کر' اور کبھی سر راہے تعلیم فرماتے۔ غرض جس طرح

---

[1] ابن ماجہ' المقدمہ: باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم حدیث نمبر ۲۲۹۔

Marfat.com

ضرورت ہوتی تعلیم دیتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو جب بھوک نے ستایا تھا تو انہوں نے راستے میں ہی آپ ﷺ سے سوال پوچھا تھا۔[1] اور کبھی لوگوں میں کوئی اصلاح طلب بات دیکھتے تو خود ہی تعلیم و تلقین فرماتے۔

آپ ﷺ کے طریقہ تعلیم کی خصوصیات

آپ ﷺ کا طریقہ، تعلیم منفرد تھا۔ اور اس کی متعدد خصوصیات ہیں جن کا احاطہ آسان نہیں۔ مگر چونکہ اس عنوان کا باب ہذا سے گہرا تعلق ہے اس لئے ان میں ضروری خصوصیات بیان کر دی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے ہمارے اساتذہ کرام بھی انہیں اپنا کر سعادتِ دارین حاصل کر سکیں۔ اور انہیں سلسلہ، تدریس میں یہ باتیں کام دیں۔

(۱) آپ کے دل میں علم پھیلانے اور عام کرنے کا بیکراں جذبہ تھا۔ اور اس پر آپ ﷺ کو اجرت یا معاوضے کی کبھی خواہش نہ ہوئی۔

(۲) آپ ﷺ نے علم چھپا کر نہ رکھا۔ یہ امانت من و عن آگے پہنچا دی۔

(۳) آپ ﷺ کی تعلیم کبھی زبان سے ہوتی تھی اور کبھی عمل سے اور کبھی خاموشی سے اور کبھی اشارے سے۔ غرض آپ مجسم تعلیم تھے۔

(۴) آپ ﷺ بلند اخلاق، نیک کردار اور پر کشش شخصیت کے مالک تھے۔ تلامذہ سے بڑے حسن سلوک اور مروت سے پیش آتے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی طالب علم کو ڈانٹنا پیٹنا تو رہا درکنار، اس کے لئے سخت الفاظ بھی استعمال نہیں کئے۔

(۵) آپ ﷺ نہایت حلیم، متحمل اور بلند حوصلہ تھے۔ آپ چھوٹی موٹی باتوں کا نوٹس نہ لیتے تھے۔ البتہ خلاف شرع بات پر ٹوک دیتے تھے۔

---

[1] بخاری، الرقاق: باب کیف کان عیش النبی ﷺ الخ حدیث نمبر ۶۴۵۲۔

Marfat.com

(۶) آپ ﷺ توحید کے علمبردار اور احکام الٰہی کے حد درجہ پابند تھے۔ جس کا طلبہ پر گہرا اثر ہوتا تھا۔

(۷) آپ ﷺ تعلیم کے ساتھ تربیت کو بھی ضروری جانتے تھے بلکہ اولیت دیتے تھے۔

(۸) آپ ﷺ ماہر نفسیات تھے۔ مخاطب کے مزاج' ذوق' جذبے اور زبان کا خیال فرماتے۔

(۹) آپ ﷺ مشکل الفاظ' پیچیدہ اور طویل باتوں سے احتراز فرماتے اور مخاطب کے معیار کے مطابق بات کرتے تھے۔

(۱۰) آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر بولتے کہ ایک ایک لفظ جدا جدا سنائی دیتا اور کبھی بات کو بوقت ضرورت دہراتے۔ تاکہ بات سمجھ میں بھی آجائے اور حفظ بھی ہو جائے۔

(۱۱) آپ ﷺ تعلیم کو عام کرنے کا ہر مناسب طریقہ اختیار فرماتے۔ اگر اس مقصد کے لئے کہیں کوئی عالم بھیجنا ہوتا تو بھیجتے۔ اور وفد بھیجنا ہوتا تو وہ بھیجتے۔

(۱۲) آپ ﷺ قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر جائز اور مفید علوم سیکھنے کی اجازت دیتے۔

(۱۳) آپ ﷺ میل جول اور آپس کے تعلقات پر زور دیتے۔

(۱۴) آپ ﷺ لوگوں کے دل میں ہمیشہ اسلام کی عظمت کا سکہ بٹھاتے۔

(۱۵) آپ ﷺ توحید' سنت' فکر آخرت اور تقویٰ پر بہت زور دیتے۔ آپ ﷺ کا کوئی درس ان باتوں سے خالی نہ ہوتا۔

(۱۶) آپ ﷺ بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال فرماتے۔

(۱۷) آپ ﷺ خواتین کو بھی زیور علم سے آراستہ ہونے کی تلقین فرماتے۔

(۱۸) آپ ﷺ علم دوست' خوش اخلاق آدمی کو محبوب جانتے۔

Marfat.com

(۱۹) آپ ﷺ علمی مباحثہ کو برا نہ جانتے بشرطیکہ اس میں موعظت و حکمت ہو۔

(۲۰) آپ ﷺ خود بھی منکسر و متواضع تھے۔ اور دوسروں میں بھی انکسار و تواضع کو پسند فرماتے۔

ہم نے موضوع اور بات کا خیال رکھتے ہوئے حضور ﷺ کی حیثیت معلم کو مختصراً بیان کیا ہے۔ لیکن یہ باب ختم کرنے سے قبل ضروری محسوس ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی مبارک تعلیم کا بھی کچھ نمونہ دے دیا جائے۔ جس سے آپ کی مذکورہ حیثیت پر روشنی پڑ سکتی ہے۔

آپ ﷺ کی تعلیم کا نمونہ

حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو کیا کیا تعلیم دی؟ کون کون سی کتاب پڑھائی؟ یہ ایک ایسا سوال ہے' جس کے جواب میں ایک مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ مگر اس وقت ہم بطور نمونہ مشتے از خروارے آپ ﷺ کے چند سبق نقل کئے دیتے ہیں۔ تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ حضور ﷺ چھوٹے چھوٹے جملوں میں کس قدر اہم چیزیں بیان فرما دیا کرتے تھے۔ اور ایک ایک سبق میں کتنے کتنے علمی خزانے پوشیدہ ہوتے تھے جو آپ اشاروں ہی اشاروں میں سمجھا دیتے تھے۔ سچ ہے کہ ؎

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے ﷺ نے بتلا دیا چند اشاروں میں

اب آپ ﷺ کی تعلیم اور انداز تدریس کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ سعادت مند کون؟

صحابہؓ بیٹھے ہوئے تھے حضور ﷺ نے انہیں آج یہ سبق دینا ہے۔ کہ جب کوئی تمہیں تمہاری غلطی پر توجہ دلائے' تو تبھی اس کی اصلاح نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ جب کوئی تمہارے سامنے کسی کو کسی غلطی پر متنبہ کر رہا ہو۔ تو تمہیں بھی اس سے متنبہ ہو جانا چاہیے' اور اپنی اصلاح اسی وقت کر لینی چاہیے یا بالفاظ دیگر اپنی غلطی کی اصلاح کیلئے اس کا انتظار نہ

Marfat.com

کرنا چاہیے کہ کوئی تمہیں کہے' بلکہ جہاں سے تمہیں کوئی اس قسم کا اشارہ مل جائے تمہیں سمجھ کر خود کو درست کر لینا چاہیے۔ جیسا کہ شیخ سعدی مرحوم نے کہا ہے ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش

گر نوشت است پند بر دیوار

حضور اکرم ﷺ ان تمام مطالب کو نہایت مختصر اور جامع مانع الفاظ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ ﴾

"سعادت مند (نیک بخت) وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت پکڑے۔" [1]

(۴) مسلمان' مسلمان کا آئینہ ہے

ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے یہ چیز اپنے شاگردوں کے ذہن نشین کرائی ہے کہ ایک دوسرے کو اس کی غلطی پر متنبہ کرتے رہنا چاہیے۔ تاکہ کوئی عیب دار نہ ہونے پائے۔ اور مطلع اس طریق سے کرنا چاہیے' کہ اسے ناگوار بھی نہ گزرے۔ تو حضور ﷺ نے بایں الفاظ یہ سبق دیا:

﴿ اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ ﴾

"ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے آئینہ ہے۔" [2]

سبحان اللہ! کس قدر خیال کی بلند پروازی ہے' کہ الفاظ کی بندش اور ترتیب ہی میں سب چیزیں ذہن نشین کرا دی ہیں۔ کہ کوئی شخص کسی کو اس کی غلطی سے

---

[1] ابن ماجہ' المقدمہ: باب اجتناب البدع والجدل حدیث نمبر ۳۶۔

[2] کنزالعمال (حدیث نمبر ۷۴۲) و فی ابوداؤد' الادب: باب فی النصیحہ والحیاطہ حدیث نمبر ۴۹۱۸' بلفظ "المومن مرآۃ المومن"

Marfat.com

ایسے لہجے میں مطلع نہ کرے کہ وہ چڑے یا برا محسوس کرے اور الٹا آپ کی غلطیاں نکالنے لگے بلکہ ایسے محبت بھرے انداز میں کہے کہ وہ سن کر اپنی اصلاح کر لے جیسا کہ آئینہ ہمارے چہرے کے تمام عیوب نہایت ملاطفت اور خاموشی سے ہمیں دکھا دیا کرتا ہے۔

۳۔ **قوم کے راھنما کی عزت کرو** ایک موقعہ پر یہ سبق دیا کہ:

﴿ اِذَا جَآءَ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ ﴾

"جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔" [1]

غور کرو۔ اس سبق میں مختلف اقوام و ملل کے باہمی تعلقات کو کس خوبی سے استوار رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ کہ یقیناً ایسی تعلیم کسی اور جگہ آپکو نہ مل سکے گی۔

۴۔ **قوم کے سردار کا منصب** ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ))

"قوم کا سردار گویا قوم کا خادم ہے۔" [2]

دیکھو کس خوبی سے حضور ﷺ نے اس چھوٹے سے جملے میں فرائض امارت و حکومت کو واضح کر دیا ہے۔ کہ جو شخص کسی قوم یا گاؤں یا شہر یا علاقہ کا سردار ہو' وہ اتنا ہی زیادہ ذمہ دار ہے۔ اور اتنی ہی قوم کی خدمت اور قوم کی پاس داری اس کے ذمے زیادہ عاید ہوتی ہے۔

گویا اس ایک جملے سے حضور ﷺ نے راعی اور رعایا' حاکم اور محکوم' مالک

---

[1] ابن ماجہ' الادب: باب اذا اتاکم کریم الخ حدیث نمبر ۳۷۱۲' بلفظ "اتاکم"۔

[2] تاریخ بغداد ۱۰ / ۱۸۷۔

Marfat.com

اور غلام' پیر اور مرید' استاد اور شاگرد' باپ اور بیٹے کے الگ الگ فرائض' الگ الگ ذمہ داریاں واضح کر دی ہیں۔ اور لطف یہ کہ پھر ان کے باہمی تعلقات کو بھی کس حسن و خوبی سے مربوط فرما دیا ہے۔ کہ اس سے بہتر ممکن ہی نہیں۔

۵- بے ادب ہم سے نہیں ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا))

"وہ ہم سے نہیں جو بزرگوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت نہ کرے۔"[1]

غور کرو کہ اس ایک ہی سبق میں حضور ﷺ نے کتنے تمدنی اور معاشرتی مسائل کو حل کر دیا ہے کہ جب ہر چھوٹا' بڑے کا ادب کرے گا' اور ہر بڑا اپنے سے چھوٹے کے ساتھ شفقت سے پیش آئے گا۔ تو دنیا میں کبھی کوئی جھگڑا اور فساد برپا ہی نہ ہو گا۔

آپ ﷺ نے اس ایک ہی جملہ سے ہماری تمام آئے دن کی خانہ جنگیوں اور لڑائیوں کا خاتمہ کر دیا۔ کیونکہ لڑائی ہمیشہ اس صورت میں ہوا کرتی ہے کہ چھوٹے بڑوں کے ادب کو ملحوظ نہیں رکھتے اور گستاخی سے پیش آتے ہیں' یا بڑے چھوٹوں پر بجائے شفقت و مہربانی کے ظلم و ستم ڈھاتے ہیں' پس لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ فرمایا' کہ حفظ مراتب کا لحاظ رکھو ورنہ اسلام سے خارج ہو جاؤ گے۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

۶- بڑا عقل مند کون؟ ایک دفعہ عقل مندوں کا تذکرہ ہو رہا تھا' کہ سب سے زیادہ عقل مند کون ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْعَاقِلُ مَنْ عَقَلَ لِسَانَهُ اِلاَّ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ))

"عقل مند وہ ہے جو بجز ذکر الٰہی کے اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔"[2]

---

[1] ترمذی' البر والصلة: باب ماجاء فی رحمة الصبیان حدیث نمبر ۱۹۲۱ باختلاف یسیر۔ [2] لم اجدہ۔

Marfat.com

اب غور فرمائیے کہ آپ ﷺ نے کس عجیب طریق اور فلسفیانہ رنگ میں عقل مند کی تعریف فرمائی ہے۔ تاکہ ہر وہ شخص جو عقل و دانش کا دعویدار ہو' زبان بندی کے اسرار و غوامض کو سمجھ لے اور صحیح طور پر پھر اپنی عقل مندی کا ثبوت پیش کرے۔

چونکہ انسان کی جہالت یا ذہانت کا پتہ اس کی گفتگو ہی سے چل سکتا ہے' اس لئے سرور عالم ﷺ نے اسی شخص کو عقل مند قرار دیا ہے۔ جس کی زبان اس کے قابو میں ہو' یعنی موقعہ اور محل کو دیکھ کر بولے' بے جا نہ بولے' سخت سست نہ بولے کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔

۷۔ لگائی بجھائی کرنے والے کا انجام ایک دفعہ حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو یوں درس دیا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ))

"چغل خور (اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر کرنے والا) جنت میں داخل نہ ہو گا۔" [۱]

چونکہ چغل خوری ایک بہت برا فعل ہے۔ جس میں مسلمانوں میں نفاق کے علاوہ عداوت بڑھ جانے کا بھی احتمال ہے۔ اور دو بھائیوں کا ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے الگ ہو جانا یقینی ہے۔ اس لئے اس معلم اعلیٰ ﷺ نے اسے بہت بڑا جرم قرار دیا۔ اور فرمایا کہ اس کی سزا جہنم ہے۔

سخن چین بد بخت ہیزم کش است

۸۔ خدا کس کی حاجت روائی کرتا ہے؟ ایک دفعہ حضور ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

---

[۱] بخاری' الادب : باب مایکره من النمیمه : ۶۰۵۶' مسلم الایمان : باب بیان غلظ تحریم النمیمة حدیث نمبر۱۰۵۔

Marfat.com

((مَنْ كَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِیْ حَاجَتِهٖ))

"جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی حاجت میں ساعی و کوشاں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے۔" [1]

غور کیجیے اس سبق میں حضور ﷺ نے کس عجیب انداز سے باہمی ایک دوسرے کی اعانت پر توجہ دلائی ہے۔ کہ اگر تم اپنی حاجت روائی کے لئے خداوند عالم کی امداد کے خواہاں ہو تو عند الضرورت اپنے دوسرے بھائیوں کے کام آؤ۔ اور وقت پر ان کی معاونت کرو۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

الغرض یہ کلماتِ طیبہ حضور ﷺ کے ان دروس و تعلیمات کا تھوڑا سا نمونہ ہے جو آپ ﷺ نے اہل عرب کو دیں۔ اور جس سے وہ جاہل اور اجڈ قوم ایک متمدن اور تعلیم یافتہ قوم بن گئی۔ اور اسی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ وہ غلامی کے تختہ سے اٹھ کر حکومت کے تخت پر جا بیٹھی۔ اور اس قدر ممتاز ہوئی کہ دنیا کی تمام قوموں پر وہ سبقت لے گئی۔

---

[1] بخاری، المظالم: باب لا یظلم المسلم المسلم الخ حدیث نمبر ۲۴۴۲، مسلم، البر والصلة: باب تحریم الظلم حدیث نمبر ۲۵۸۰۔

Marfat.com

سولھواں باب

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خوش مذاق کی حیثیت میں

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہادی و مصلح کے لئے ایسے اوصاف و خصائل کی ضرورت ہے جو موجباتِ فطرت اور اقتضائیات طبائع کے مناسب ہوں۔ اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف جھکانے میں خصوصیت رکھتے ہوں۔ وہی پیشوا کامل اور کامیاب سمجھا جائے گا' جو انسانی طبائع کے تاثرات سے خوب واقف اور آگاہ ہو۔ اور عوام کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرنے میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا کے تمام پیشواؤں اور رہنماؤں میں سے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ بابرکات ایسی تھی' جو ہر شعبہ زندگی میں ایک کامل' اکمل اور افضل ہستی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عادات و خصائل ایسے تھے' جو فطرت انسانی کے ذمہ دار تھے۔

زندہ دلی

مذاق' مزاح' خوش طبعی' دل لگی وغیرہ وہ اوصاف ہیں جو انسانی فطرت میں داخل ہیں۔ اور آج کل تو لوازماتِ تہذیب میں گنے جاتے ہیں۔ وہ انسان جو خوش مذاق نہ ہو' ایک دوسرے پر پھبتی نہ اڑا سکتا ہو' ہنسی مذاق نہ کر سکتا ہو۔ اسے بادہ کشانِ مغرب کے نزدیک اس دور مدنیت میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ وہ عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (خشک مزاج) ہے' مردہ دل ہے' بدو ہے اور تہذیب جدید سے ناآشنا ہے۔

Marfat.com

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

اسلام سے پہلے، فخر کائنات ﷺ کی نبوت کے دور میں، آج کل کے یہ مدعیانِ تہذیب نو، رہبانیت کی انتہائی منزلیں طے کر رہے تھے اور مزاح و تبسم سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔

مگر جب اسلام آیا اور نبی کامل ﷺ کے ذریعے آیا، تو یہ کیوں کر ممکن تھا کہ وہ نبی کامل ﷺ معاشرت کے اس اہم شعبہ پر اپنا اسوۂ حسنہ نہ چھوڑتا۔

حضور ﷺ کی ظرافت

حضور ﷺ جہاں زہد و تقدس، طہارت و تقویٰ، حلم و عفو وغیرہ اوصافِ حمیدہ میں سب سے بڑھے ہوئے تھے، وہاں اعلیٰ ترین حسن مذاق بھی رکھتے تھے۔ اور جب صحبت احباب میں ظرافت کی باتیں کرتے تھے، تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بس ظرافت آپ ہی پر ختم ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ وہ جو حاکم وقت ہو، وہ جو کرسی عدالت پر بیٹھا عدالت کر رہا ہو۔ وہ جو مجلس درس میں بیٹھا ہوا بڑے بڑے علمی نکات حل کر رہا ہو۔ وہ جو ایک پیر کی حیثیت میں اپنے مریدوں کو صفائی قلب کی تلقین کر رہا ہو۔ وہ جو ایک بادشاہ کی حیثیت میں سلاطین عالم سے رسل و رسائل کا کام کر رہا ہو، وہ جو سپہ سالار اعظم کی حیثیت سے میدان جہاد میں سب سے پیش پیش ہو، کس طرح عوام الناس میں بیٹھ کر دل لگی کی باتیں کر سکتا ہے۔ (ﷺ)

مگر آپ دیکھ لیں گے کہ وہ جو علم طبیعات کا ماہر ہے اور نفسیات کا جاننے والا، کس طرح اپنے مریدوں، اپنے شاگردوں، اپنے بیٹوں، اور اپنے امتیوں کی دل جوئی کر رہا ہے۔ اور ان سے اپنا رعب داب دور کرنے اور ان کے دلوں میں گھر کرنے کے لئے خوش طبعی اور دل لگی کر رہا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی مجلس ہے جس میں سب ایک ہی جیسے انسان بیٹھے ہیں۔ اور فطرتِ انسانی کے مطابق غم غلط

Marfat.com

کرنے کے لئے ہنسی مذاق سے کام لے رہے رہیں۔

(۱) بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اکثر خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔[۱]

(۲) حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بامذاق شخص کوئی نہیں دیکھا۔[۲]

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مجھ سے مذاق فرمایا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا: "ایسے مذاق پر کچھ مؤاخذہ تو نہ ہو گا؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يُوَاخِذُ الْمَزَّاحَ الصَّادِقَ فِيْ مَزَاحِهٖ))

"یعنی اللہ تعالیٰ اس مزاحیہ کلام کا جو حق ہو (یعنی جھوٹ نہ ہو) مؤاخذہ نہیں فرمائے گا۔"[۳]

(۴) ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' کہ "کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مزاح فرماتے ہیں؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مگر جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں۔"[۴]

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ وہ مزاح یا دل لگی جو سچ پر مبنی ہو اور

---

[۱] بخاری' الادب: باب الانبساط الی الناس حدیث نمبر ۶۱۲۹۔

[۲] ترمذی' المناقب: باب فی بشاشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر ۳۶۴۱۔

[۳] دیلمی کی فہرست میں اس حدیث کا نمبر ۶۱۶ ہے۔ لیکن مطبوعہ نسخہ "المکتبۃ الاثریہ" میں یہ روایت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

[۴] ترمذی' البر والصلہ: باب ماجاء فی المزاح حدیث نمبر ۱۹۹۰۔

Marfat.com

اس میں جھوٹ کا شائبہ نہ ہو' نیز اس میں کسی کی دل آزاری یا توہین بھی مقصود نہ ہو تو وہ جائز ہے۔ بلکہ اگر کسی کا دل خوش کرنے کے لئے کوئی ایسی پر لطف بات کی جائے' تو وہ بھی موجب ثواب ہے۔

دخول جنت کا باعث

(۵) طبرانی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا: "وہ کون سے امور ہیں جو باعث دخول جنت ہیں۔؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

((مُوْجِبُ الْجَنَّةِ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ اِفْشَآءُ السَّلَامِ وَ حُسْنُ الْكَلَامِ))

"یعنی غرباء کو کھانا کھلانا' آپس میں سلام کرنا اور خوش کلامی سے پیش آنا وہ امور ہیں جو باعث دخول جنت ہیں۔" [۱]

(۶) عدیؓ بن حاتم سے مروی ہے' کہ حضور ﷺ نے فرمایا "صدقہ دوزخ سے نجات دلاتا ہے۔ پس تم صدقہ کر کے دوزخ سے بچو اگر صدقہ نہ کر سکو تو پھر خوش کلامی سے پیش آؤ۔" [۲]

ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں۔ کہ اگر تم صدقہ کے لئے کوئی چیز نہ پاؤ' تو سائل کو اپنی خوش کلامی سے راضی کرو۔ [۳] یعنی کسی چیز کے موجود نہ ہونے کی صورت میں سائل سے خوش کلامی کرنا باعث نجاتِ دوزخ ہے۔

(۷) ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[۱] طبرانی فی الکبیر ۲۲ / ۱۸۰۔

[۲] بخاری' الزکاۃ: باب الصدقۃ قبل الرد حدیث نمبر ۱۴۱۳' مسلم الزکاۃ: باب الحث علی الصدقۃ حدیث نمبر ۱۰۱۶۔

[۳] عمدۃ القاری ۸ / ۲۷۳۔

Marfat.com

((اَلْکَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ)) (خوش کلامی صدقہ یعنی باعث ثواب ہے) [1]

اور قرآن مجید میں خوش کلامی کو اس صدقہ سے بہتر بتایا گیا ہے جس کے بعد سائل کو اذیت و تکلیف پہنچے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

((قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى)) (البقرہ: ۲۶۳)

"یعنی کسی سے بہ ملاطفت و خوش کلامی پیش آنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد اسے ایذا پہنچے۔"

لغو مذاق منع ہے

المختصر یہ کہ مزاحیہ کلام بشرطیکہ جھوٹ نہ ہو جائز و مستحب اور باعث ثواب ہے۔ اور جس مزاح میں کسی بھائی کی ہتک ہو یا دل شکنی ہو یا افراط و تفریط اور جھوٹ کی آمیزش ہو آسمان و زمین کے قلابے ملائے ہوں۔ اور گھٹیا الفاظ استعمال کئے ہوں، وہ گناہ ہے اس سے حضور ﷺ نے سخت ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ))

"حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی سے جنگ و جدل اور مسخرہ پن نہ کرو۔" [2]

یہ حدیث شارحین حدیث کے نزدیک اسی "لغو مذاق" پر محمول ہے کیونکہ انسان کو اس قسم کے مذاق سے جھوٹ اور مسخرہ پن اور زیادہ تر ہنسی کی عادت ہو جاتی ہے، جو انتہائی برائی ہے۔ اور لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنا بھی مذموم

---

[1] بخاری، الجهاد: باب من اخذ بالرکاب حدیث نمبر ۲۹۸۹، مسلم، الزکاۃ: باب بیان ان اسم الصدقہ الخ حدیث نمبر ۱۰۰۹۔

[2] ترمذی، البروالصلہ: باب ماجاء فی المراء حدیث نمبر ۱۹۹۵۔

Marfat.com

ہے اس کی حدیث مبارکہ میں مناہی وارد ہے۔

پس اب حسن مذاق اور دل لگی کے لئے بھی ہمیں حضور پر نور ﷺ کا اسوۂ حسنہ سامنے رکھنا چاہیے۔ اور اس سے سبق لینا چاہیے کہ باہمی مذاق اور خوش طبعی کس قسم کی ہو۔ بات میں مزاح پیدا کر دینا ایک فن ہے جو ہر کسی کو حاصل نہیں۔ نیز اس بات کی رعایت رکھنا کہ مجلس یا مخاطب کے مناسب حال مزاح ہو یہ اور بھی مشکل ہے۔ خشک اور سنجیدہ طبائع سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور پھر وقت اور حالات کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مزاح سے کام لینا بڑا اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ نیز اس بات کا خیال رکھنا کہ گفتگو میں کتنا مزاح ہو' کیونکہ حد سے زیادہ مزاح بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ جس طرح کھانے میں نمک کا استعمال کھانے کے ذائقے کو بڑھاتا ہے۔ لیکن اگر نمک زیادہ ہو تو اگلا ذائقہ بھی خراب ہو جاتا ہے۔ یہی حال گفتگو میں مزاح کا ہے۔ اس کا معتدل اور مناسب استعمال گفتگو کے ذائقے کو بڑھاتا اور اسے چار چاند لگا دیتا ہے۔ اسی طرح مشہور مقولہ ہے "المزاح فی الکلام کالملح فی الطعام" جب ہم رسول اکرم ﷺ کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس میں مذکور تمام خوبیاں بدرجہ اتم نظر آتی ہیں' مناسب اور معیاری مزاح کے استعمال سے نہ صرف دلچسپی پیدا ہوتی۔ نفرت دور ہوتی اور محبت بڑھتی ہے۔ بلکہ آدمی کی سب تکان دور ہو جاتی ہے۔

اب ذیل میں حضور اکرم ﷺ کے ہلکے پھلکے مزاح کے نمونتاً چند واقعات دیئے جاتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مزاح و دل لگی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔

ایک صحابیؓ سے خوش طبعی

(۱) ایک دفعہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سواری کے لئے ایک اونٹ طلب کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے ایک اونٹ کا بچہ دے دو۔"

Marfat.com

اس نے عرض کیا: "حضور ﷺ! میں اونٹ کے بچے کو لے کر کیا کروں گا؟ مجھے تو سواری کی ضرورت ہے' اونٹ دلوایئے۔"

حضور ﷺ نے پھر فرمایا: "نہیں! تجھے اونٹ کا بچہ ہی دیا جائے گا۔" وہ بہت پریشان ہوا۔ لوگ ہنسنے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا: "بندۂ خدا! آخر اونٹ بھی تو اونٹ کا بچہ ہی ہو گا۔"[1]

حضور ﷺ کا یہ مذاق کوئی خلاف واقعہ نہ تھا۔ ہر اونٹ فی الحقیقت اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہے۔ اس خوش طبعی کے لئے آپ ﷺ نے ایسا انداز اختیار فرمایا۔ جس سے سب نے لطف اٹھایا۔ اور مجلس زعفران زار ہو گئی۔

پھوپھیؓ سے خوش طبعی

(۲) حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب جو بہت بوڑھی تھیں' حاضر خدمت ہو کر عرض کرنے لگیں: "حضور! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بوڑھے جنت میں نہیں جائیں گے۔" وہ حیران رہ گئیں۔ اور اسی حیرانی میں رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بڑی اماں! کیوں روتی ہو' کیا قرآن نہیں پڑھا؟ اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

﴿اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا﴾

"بوڑھے بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوں گے' بلکہ وہ جوان ہو کر جنت میں جائیں گے۔"[2]

ایک صحابیہؓ سے خوش کلامی

(۳) ایک دفعہ ایک عورت اپنے خاوند کا کچھ تذکرہ کر رہی تھی۔ آپ ﷺ نے از راہ تفنن

---

[1] ابوداؤد' الادب: باب ماجاء فی المزاح حدیث نمبر ۵۰۰۲' ترمذی' البروالصلۃ: باب ماجاء فی المزاح حدیث نمبر ۱۹۹۲۔

[2] ترمذی فی الشمائل باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر ۲۳۹۔

Marfat.com

فرمایا: ”تیرا خاوند وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔“

اس نے عرض کیا: نہیں! حضرت میرے خاوند کی آنکھیں تو بالکل بے داغ ہیں۔“ [1]

اسے یہ خیال نہ آیا کہ ہر شخص کی آنکھ کا ایک حصہ سفید بھی ہوتا ہے۔

ایک شخص سے دل لگی

(۴) ایک دفعہ آپ نے دل لگی کے طور پر ایک شخص سے پوچھا۔ کہ ”بتاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی؟“ اس سادہ لوح نے سر نیچے جھکا لیا اور سوچنے لگا۔ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ”ہوش کر‘ کیا تجھے اپنی ماں بھول گئی۔ وہی تو تیرے ماموں کی بہن ہے۔“ [2]

حضرت علیؓ سے خوش طبعی

(۵) ایک دن آپ ﷺ مع چند صحابہؓ کے تشریف فرما تھے کہ ایک دوست کچھ کھجوریں لے آیا۔ جو بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے سب دوستوں کو حکم دیا کہ کھاؤ اور خود بھی کھانے میں شریک ہو گئے۔ حضرت علیؓ جو عمر میں سب سے چھوٹے تھے آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ از راہ مذاق کھجوریں کھا کر گٹھلیاں ان کے آگے رکھنے لگے۔ جب دوسرے صحابہؓ نے دیکھا تو وہ بھی گٹھلیاں حضرت علیؓ کے آگے ڈھیر کرنے لگے۔ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”اچھا بھائی بتاؤ سب سے زیادہ کھجوریں کس نے کھائیں۔؟“

صحابہؓ نے جواب دیا۔ ”حضور ﷺ! جس کے آگے گٹھلیاں سب سے زیادہ ہیں۔“

---

[1] لم اجدہ۔

[2] لم اجدہ۔

Marfat.com

حضرت علیؓ بھی بہت ذہین واقع ہوئے تھے۔ فوراً بول اٹھے "نہیں نہیں بلکہ جو گٹھلیوں سمیت کھا گئے ہوں"۔ [1] یہ سن کر سب ہنس پڑے اور محفل حسین و دلکش بن گئی۔

صحابہؓ کی حضور ﷺ سے خوش طبعی

(۶) کتب سیر و احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح حضور ﷺ صحابہؓ کرام سے مزاح اور خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح بعض صحابہؓ بھی آپ ﷺ سے دل لگی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک صحابی نعمانؓ تھے، ان کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی شہر میں نئی چیز آتی تو وہ شے خرید کر حضور ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر دیتے اور جب وہ دکاندار اس شے کی قیمت طلب کرتا تو اس کو ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آ جاتے اور عرض کرتے: "حضور! فلاں شے کی قیمت اس شخص کو عنایت فرما دیجیے۔"

آپ ارشاد فرماتے: "تم نے تو بطور تحفہ وہ چیز مجھے دی تھی۔"

وہ کہتے "واللہ! اس کی قیمت میرے پاس نہ تھی۔ اور میں چاہتا تھا کہ وہ شے سب سے پہلے آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیتاً پیش کروں۔"

حضور ﷺ مسکرا دیتے کہ یہ بھی خوب تحفہ ہے۔ اور اس کی قیمت مالک کو دے دیتے۔ [2]

حضور ﷺ کی ایک دیہاتی صحابیؓ سے دل لگی

(۷) ایک بدوی صحابیؓ تھے جن کا نام زاہرؓ تھا۔ وہ حضور ﷺ سے بہت محبت رکھتے تھے اور حضور ﷺ بھی ان کو بہت چاہتے تھے۔ ایک دن

---

[1] لم اجدہ۔

[2] لم اجدہ۔

Marfat.com

وہ شہر میں آئے- بازار میں گذر رہے تھے- کہ حضور ﷺ بھی ادھر تشریف لے گئے- آپ ﷺ نے پیچھے سے زاہرؓ کو پکڑ لیا- اور اس طریقہ سے پکڑا کہ وہ مڑ کر پیچھے نہ دیکھ سکے- انہوں نے پوچھا "کون ہے؟"

حضور ﷺ خاموش رہے گویا ان سے دل لگی کرتے تھے- بالآخر انہوں نے مڑ کر دیکھا تو حضور ﷺ تھے- وہ بہت مسکرائے اور حضور ﷺ بھی مسکرائے- پھر باہم محبت بھرے لہجہ میں باتیں کرنے لگے-[1]

بچوں سے خوش طبعی

(۸) حضرت انسؓ کے ایک چھوٹے بھائی تھے' جن کا نام عمیرؓ تھا- انہوں نے ایک سرخ رنگ کی چڑیا پال رکھی تھی' جو اتفاقاً مر گئی- عمیرؓ کو اس کا بہت صدمہ ہوا اور رونے لگے- نبی ﷺ ادھر سے گزرے- بچہ کو روتے ہوئے دیکھا تو اس کا دل بہلانے کے لئے فرمایا: یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَّا فَعَلَ النُّغَیْرُ-

"اے ابو عمیر تمہاری چڑیا نے کیا کیا-"[2] یہ ایک ایسا دلکش اور مناسب حال جملہ تھا جس سے بچہ ہنس پڑا- اور دوسرے لوگ بھی اسے خوش کرنے کے لئے یہی جملہ استعمال کرنے لگے-

حضرت انسؓ سے دل لگی

(۹) حضور ﷺ حضرت انسؓ سے بھی (جو آپ کے خادم تھے) بہت پیار کرتے اور محبت سے انہیں "یَاذَاالْاُذُنَیْنِ-" (اے دو کانوں والے) کہا کرتے-[3] حضرت انسؓ آپ ﷺ کے اس

---

[1] شمائل ترمذی' باب ماجاء صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر ۲۳۸-

[2] بخاری الادب: باب الانبساط الی الناس حدیث نمبر ۶۱۲۹' مسلم' الاداب: باب جواز تکنیۃ من لم یولد حدیث نمبر ۲۱۵۰-

[3] ابوداؤد' الادب: باب ماجاء فی المزاح حدیث نمبر ۴۹۹۸' ترمذی' البروالصلۃ: باب ماجاء فی المزاح حدیث نمبر ۱۹۹۱-

Marfat.com

جملہ پر بہت ہنستے اور سمجھ جاتے، کہ حضور ﷺ مجھ سے خوش طبعی فرما رہے ہیں۔

حضرت علیؓ سے خوش طبعی

(۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن روٹھ گئے اور زمین پر لیٹ گئے کپڑے مٹی سے خراب ہو گئے۔

حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور اس حالت میں دیکھ کر فرمانے لگے: قُمْ يَا اَبَا تُرَابٍ۔ "ابوتراب اٹھو!" [1]

ابوترابؓ کے معنی ہیں "مٹی کا باپ، یا مٹی والا" چونکہ وہ اس وقت مٹی میں لتھڑے ہوئے تھے۔ اس لئے سننے والوں کے لئے یہ ایک لطیفہ بن گیا۔ اور اس دن سے حضرت علیؓ کی کنیت ابوتراب مشہور ہو گئی۔

﴿ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ﴾

---

[1] بخاری، الصلاۃ: نوم الرجال فی المسجد حدیث نمبر ۴۴۱۔ مسلم، الفضائل: باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حدیث نمبر ۲۴۰۹۔

Marfat.com

سترھواں باب

آنحضور ﷺ ایک تاجر کی حیثیت میں

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے جوان ہوتے ہی سب سے پہلے جو کام اپنے لئے پسند کیا' وہ تجارت ہی تھی۔ آپ کے والد بزرگوار بھی تجارت ہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنی شادی سے ایک ہی ماہ بعد تجارت کے لئے ملک شام چلے گئے۔ اور اسی سفر میں آپ کو سفر آخرت بھی پیش آیا۔ واپسی پر آپ مدینہ منورہ پہنچے تھے اور ابھی وہیں قیام فرماتے تھے کہ باپ کا حکم پہنچا وہاں سے کھجوروں کا سودا بھی کرتے آئیں۔ مدینہ کھجوروں کی بہت بڑی منڈی تھی۔ آپ وہیں بیمار ہوئے اور وہیں انتقال فرما گئے۔ [1]

حضور ﷺ کا آغاز تجارت

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب نبی ﷺ جوان ہوئے' تو آپ ﷺ کا خیال بھی تجارت کی طرف مائل ہوا۔ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب ملک یمن اور شام میں تجارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ بھی ایک دفعہ ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ بحیرہ راہب کا واقعہ اسی سفر میں پیش آیا اور چچا نے مصلحت وقتی کی بنا پر حضور ﷺ کو بصریٰ ہی سے واپس کر دیا۔ [2]

---

[1] طبقات ابن سعد ۱/ ۹۹۔

[2] سیرۃ ابن ہشام ۱/ ۱۹۱' ۱۹۳۔

Marfat.com

آپ ﷺ چونکہ تجارت سے بہت شغف رکھتے تھے- اور اکثر تاجروں سے تجارت کے متعلق گفتگو کرتے رہتے تھے اور تجارت کے اصولوں سے خوب واقف ہو چکے تھے- اس لئے چاہتے تھے کہ روپیہ ہو تو تجارت کے لئے کسی دوسرے ملک جاؤں- اور دنیا کو بتاؤں کہ تجارتی کاروبار میں انسان کس طرح ترقی کر سکتا ہے-

حضرت خدیجہؓ کی تجارت

اسی سلسلہ میں کسی نے خدیجۃ الکبریٰؓ سے آپ ﷺ کا ذکر کر دیا- خدیجہؓ مکہ کی ایک مشہور مال دار عورت تھیں، جو بیوہ ہو چکیں تھیں- ان کے خاوند چونکہ بہت کاروباری آدمی تھے- اس لئے وہ اپنے کاروبار کو جاری رکھنے کے لئے کسی ایسے ملازم کی متلاشی تھیں جو تجارتی لائن میں تجربہ کار بھی ہو اور دیانت دار بھی ہو- عرب کے بڑے بڑے تاجر ان کے کمرشل ایجنٹ (وکیل تجارت) تھے- اور ان کے روپے سے کاروبار چلا رہے تھے-

خدیجہؓ چونکہ نہایت نیک اور پاک باز عورت تھیں (اور اسی نیکی کی بدولت وہ طاہرہ کا لقب پا چکی تھیں) اس لئے وہ کسی پر بدگمان نہ ہوتی تھیں- مگر حقیقت یہ تھی کہ لوگ ان کے روپیہ سے خوب فائدہ اٹھاتے تھے اور اس فائدے سے بہت کم حصہ ان کو دیتے تھے-

حضرت خدیجہؓ کے کمرشل ایجنٹ

ادھر نبی ﷺ چونکہ اپنی امانت اور دیانت کے لحاظ سے اتنے مشہور ہو چکے تھے کہ سب لوگ آپ ﷺ کو "امین" کہہ کر پکارا کرتے تھے- اس لئے جب خدیجۃ الکبریٰؓ نے یہ سنا تو آپ ﷺ کو پیغام بھیجا- کہ آپ ﷺ میری طرف سے تجارت کے لئے جائیں- چونکہ مجھے آپ ﷺ پر پورا بھروسہ ہے اس لئے میں نفع کا وہ حصہ جو دوسروں کو دیا کرتی ہوں اس سے دوگنا حصہ آپ کو دوں گی-

حضور ﷺ نے اپنے چچا سے مشورہ لے کر اس بات کو منظور کر لیا- اور

Marfat.com

خدیجۃ الکبریٰؓ نے وہ تمام روپیہ جو مختلف لوگوں کو الگ الگ دیا کرتی تھی سب حضور ﷺ ہی کو دے دیا۔ اور اپنا ایک ہوشیار غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ بھیج دیا۔

آپ ﷺ ملک شام میں گئے۔ اور اس اصول سے کام شروع کیا کہ بڑے بڑے تاجر بھی حیران رہ گئے۔ لطف یہ کہ آپ اپنے نفع سے زیادہ خرید داروں کے حقوق کا خیال رکھتے تھے۔ جس سے آپ ﷺ کی خرید داری بہت بڑھ گئی۔ اور جو فائدہ پہلے ہوا کرتا تھا۔ اس سے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔[1]

حضور ﷺ کی تجارت میں برکت

میسرہ نے جب آپ ﷺ کے کام کو' آپ ﷺ کے اخلاق اور آپ ﷺ کی دیانت کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ کیونکہ اس سے قبل وہ بڑے بڑے تاجروں کے ساتھ کام کر چکا تھا' مگر ایسا برتاؤ اس نے کسی کا نہ دیکھا۔ جو حضور ﷺ کا دیکھا۔ اس لئے واپسی پر اس نے نہایت حیرت سے ان باتوں کا ذکر خدیجۃ الکبریٰؓ سے کیا۔ خدیجہؓ کی لطیف نظر ایک طرف نفع پر تھی جو اس سال ہوا۔ اور دوسری طرف وہ حضور ﷺ کے ان اخلاق و عادات پر فریفتہ ہو رہی تھی جو میسرہ سے سنے۔ بالآخر خدیجۃ الکبریٰؓ نے بہت غور و خوض کے بعد (اس خدیجہ نے جس سے بڑے بڑے سرداران عرب نکاح کی درخواست کر کے ناکام رہ چکے تھے) خود ہی حضور ﷺ سے نکاح کی درخواست کی۔ اور اپنی سہیلی نفیسہ کی زبانی کہلا بھیجا کہ "اس درخواست کو مسترد نہ کیجیے گا۔"

حضور ﷺ نے اپنے اقرباء سے مشورہ کر کے اس درخواست کو منظور فرمالیا۔ اور "عرب کی طاہرہؓ" اور "دنیا کے امین ﷺ" کا نکاح ہو گیا۔[2]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱/ ۱۹۹'۲۰۰۔

[2] حوالہ سابق طبقات ابن سعد ۱/ ۱۳۱'۱۳۲۔

Marfat.com

آپ ﷺ کا یہ نکاح گویا آپ ﷺ کی تاجرانہ زندگی کی ایک بہترین یادگار ہے۔ جو آج تک دنیا کے سامنے ہے اور اس سے بہت کچھ سبق لے سکتی ہے۔

تجارت کی ترغیب آپ ﷺ نے درجہ نبوت پر فائز ہونے کے بعد بھی تجارت کا خیال نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ اکثر تاجروں کے ساتھ اپنا حصہ رکھ دیتے تھے۔ اپنے دوستوں کو تجارت کی ترغیب دلاتے' تجارت کے اصول بتاتے' تجارت کے فضائل ان کے ذہن نشین کراتے رہتے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جو شخص آپ سے جتنا قریب ہوتا اتنا ہی وہ تجارتی دنیا میں بھی زیادہ مشہور ہو جاتا تھا۔

صحابہؓ اور تجارت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھو۔ آپ کے یارِ غار ہیں' آپ ﷺ کے جانشین ہیں آپ رضی اللہ عنہ عرب کے ایک مشہور تاجر تھے۔ آپؓ کی تجارت بڑی وسیع تھی۔ اسی تجارت کے مال کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں ہزاروں درہم صرف کئے اور اسلام کو وہ تقویت پہنچائی جو کوئی اور نہ پہنچا سکا۔ جس کا آنحضرت ﷺ نے خود ذکر فرمایا۔

آپؓ کا یہ اپنا مقولہ ہے "میں قریش میں سب سے بڑا تاجر اور سب سے زیادہ مال دار تھا۔"

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ بھی تاجر تھے۔ یہ بھی حضور ﷺ کے بے حد جان نثار تھے۔ اور حضور ﷺ کی تعلیم سے تجارت کا کام کیا کرتے تھے۔ اسی تجارت کی برکت تھی' کہ جب آپ ﷺ نے سیدہ اُم کلثومؓ سے نکاح کیا تو صرف حق مہر چالیس ہزار درہم دیا۔ [1]

آپ ﷺ کے تیسرے دوست حضرت عثمان غنیؓ کے کاروبار کا کیا کہنا' ان کا

---

[1] طبقات ابن سعد ۸ / ۴۶۴۔

Marfat.com

کام تو اتنا وسیع تھا، کہ ہزاروں من غلہ دوکان میں موجود رہتا تھا۔

ایک مرتبہ ملک شام سے ایک ہزار اونٹ آپ کے غلہ سے لدے ہوئے آئے۔ آپؓ نے سن پایا، کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اگر اس قحط کے زمانہ میں عثمانؓ یہ غلہ غریبوں میں مفت تقسیم کر دے، تو جنت پالے۔ آپؓ نے یہ سنتے ہی نہ صرف غلہ بلکہ تمام اونٹ بھی معہ سامان اللہ کی راہ میں صرف کر دیئے، آخر یہ ایک تاجر ہی کی جرأت تھی۔[1]

آپ نے بیر رومہ پینتالیس (۴۵) ہزار درہم میں خریدا تھا، جو سب مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔[2]

پس انہیں دو واقعات سے ان کے تمول، ان کی تجارت اور ان کے غنا کا اندازہ لگا لیجیے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بھی آپ کے صحابیؓ تھے اور مشہور تاجر تھے۔ آپؓ نے اس تجارت کے ذریعے اسلام کی خدمت میں چالیس ہزار درہم نقد، پانسو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ مختلف مواقع پر تبلیغ و اشاعت کیلئے پیش کیے تھے۔[3]

یہ وہی عبدالرحمان بن عوف ہیں، جو اپنا گھر بار مال و دولت سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کر گئے تھے۔ اور جب مدینے پہنچے تو بالکل بے دست و پا تھے۔ حضور ﷺ نے حسب دستور ان کی مؤاخات سعد بن ربیع انصاریؓ سے کر دی۔ سعدؓ نے کہا کہ "میں اس وقت سب سے زیادہ دولت مند ہوں۔ اور اپنا نصف مال تم کو دیتا ہوں۔" عبدالرحمانؓ نے کہا: "اللہ یہ مال تمہیں مبارک کرے۔ مجھے اس کی چنداں

---

[1] مجمع الزوائد ۹/ ۹۶۔

[2] تحفۃ الاحوذی ۴/ ۳۲۱۔

[3] طبقات ابن سعد ۳/ ۱۳۷۔

Marfat.com

ضرورت نہیں- آپ مجھے یہاں کا بازار بتا دیجیے' میں خود تجارت کروں گا-"[1] چنانچہ وہ انہیں اپنے ساتھ لے گئے- اور کام شروع کرا دیا- جس سے ان کی تجارت اتنی بڑھی کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا-

یہ حضور ﷺ کی تعلیم ہی کا کرشمہ تھا کہ حضرت زبیرؓ سا تاجر جب انتقال فرماتا ہے' تو تین کروڑ بارہ لاکھ کی جائداد چھوڑ کر جاتا ہے- اور آپ کی چار بیبیوں میں سے ہر ایک کو گیارہ گیارہ لاکھ درہم ملتے ہیں-[2]

طلحہ بن عبید اللہؓ بھی ایک مشہور تاجر تھے- ان کی تجارت اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ان کے لنگر میں ہر روز ایک ہزار وزن دینار کا غلہ پکا کرتا تھا-[3] ہم یہاں کس کس کا ذکر کریں- حضور ﷺ کے دوستوں میں سے سینکڑوں نہیں' بلکہ ہزاروں ایسے تھے- جو محض آپ کے ارشاد اور آپ کی ہدایت کے بموجب دوسرے کام چھوڑ کر تجارت اختیار کر چکے تھے- اور اسی تجارت کی بدولت دین اور دنیا میں کامیاب ہو گئے تھے-

تجارت کی عظمت و فضیلت

حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام کاموں مین جس قدر خیر و برکت تقسیم کی ہے اس کا ۹۹ حصہ صرف تجارت میں رکھا ہے- اس لئے تمہیں تجارت کرنی چاہیے- کہ تجارت ہی سے قومیں بنتی اور ترقی کرتی ہیں-

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ))

---

[1] بخاری البیوع: باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل (فاذا قضیت الصلوٰۃ.....) الخ حدیث نمبر۲۰۴۹-

[2] بخاری فرض الخمس: باب برکۃ الغازی فی مالہ الخ حدیث نمبر۳۱۲۹-

[3] ابونعیم فی حلیہ الاولیاء ۱/ ۸۸

Marfat.com

"یعنی وہ تاجر جو سچ بولے' اور امین ہو' وہ قیامت کو نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔" [1]

اب خیال فرمایئے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر وہ کون مسلمان ہو گا کہ جس کے دل میں تجارت کا خیال چٹکیاں نہ لیتا ہو گا۔ اور پھر لطف یہ کہ تجارت کی کامیابی کا راز بھی اس کے ساتھ ہی بتا دیا۔ کہ تجارت صرف صدق اور امانت ہی سے ترقی کر سکتی ہے۔ اور ایک تاجر کے لئے لازمی ہے کہ وہ سچائی کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

حلال تجارت

حضور ﷺ ایک دفعہ منڈی میں تشریف لے گئے۔ گندم کے مختلف ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے بغرض تحقیق ایک ڈھیر سے دانے اٹھائے۔ دانے ڈھیر کے درمیانی حصہ سے ہاتھ میں آئے' دیکھا تو وہ بھیگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے دوکاندار کو ڈانٹا اور اس کی اس دھوکہ دہی پر اسے نادم کیا اور فرمایا:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا))

"مسلمان کا یہ کام نہیں' کہ کسی کو دھوکہ دے) دھوکے باز ہم سے نہیں۔" [2]

حضور ﷺ مسلمانوں کو حلال اور حرام کمائی سے بھی متنبہ کرتے رہتے کہ حلال کو حرام میں نہ ملنے دو۔ اس سے اجتناب رکھو۔ یوں کرنے سے دین اور دنیا کا خسارہ ہے۔

﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ

---

[1] ابن ماجہ' التجارات: باب برکتہ الغازی فی مالہ الخ ۲۱۳۹۔

[2] مسلم' الایمان: باب قول النبی ﷺ من غشنا الخ حدیث نمبر ۱۰۲۔

Marfat.com

السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ﴾

"یعنی جنت میں وہ گوشت داخل نہ ہو گا جو حرام سے بنا' کیونکہ اس گوشت کی جو حرام سے بنے' آگ زیادہ حق دار ہے۔" [1]

حلال کاروبار کی برکت و فضیلت

الغرض آپ ﷺ اکثر طور پر کسب حلال اور محنت و مزدوری صنعت و حرفت' تجارت و فلاحت وغیرہ کی تلقین فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ عبادت پر بھی اسے ترجیح دیتے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

((اَلْعِبَادَةُ سَبْعُوْنَ جُزْأً وَ اَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ))

"عبادت کے ستر(۷۰) جز ہیں۔ اور ان میں افضل ترین کسب حلال ہے۔" [2]

ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ کے دربار میں ذکر کیا کہ "فلاں شخص قائم اللیل اور صائم النہار ہے۔ دن رات یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ اور کسی سے سروکار نہیں رکھتا۔"

حضور ﷺ نے پوچھا: "تو پھر کھاتا کہاں سے ہے"؟

صحابی نے عرض کیا: اس کا ایک بھائی ہے جو کماتا ہے وہ خود بھی کھاتا ہے اور اسے بھی کھلاتا ہے۔

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ((اَخُوْهُ اَفْضَلُ مِنْهُ)) (اس کا بھائی اس سے بہتر ہے) [3]

ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مسند احمد ۳/ ۳۲۱۔

[2] دیلمی ۳/ ۱۰۸ حدیث نمبر ۴۰۶۱۔

[3] لم اجدہ۔

Marfat.com

((لَا خَیْرًا فِیْ اُمَّتِیْ لَا یُحِبُّ جَمْعَ الْمَالِ فَکَیْفَ بِهٖ وَجْهُهٗ وَّ یَقْضِیْ بِهٖ دِیْنَهٗ وَ یَصِلُ بِهٖ رَحِمَهٗ))

"یعنی جو شخص حلال مال جمع کرنا پسند نہ کرے' وہ مال جس سے اپنی آبرو نہ رکھ سکے اپنا قرضہ ادا نہ کر سکے اور رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کر سکے' اس میں کوئی بھلائی نہیں۔" [1]

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام بیکاری اور بیروزگاری کا کس قدر مخالف ہے۔ اور حضور ﷺ مسلمانوں کو کسب حلال اور تجارت سے مال جمع کرنے کی کس انداز سے تلقین فرما رہے ہیں بلکہ خود بھی تجارت کرتے ہیں۔ اور تجارت ہی کے مال سے اپنے کنبہ کی پرورش کرتے ہیں اور زائد از ضرورت سب کا سب مال اللہ کی راہ میں بیواؤں اور بیکسوں کی نذر کر کے ہمیں یہ تعلیم دیتے ہیں کہ خود کماؤ اور دوسروں کو کھلاؤ۔ نہ کہ دوسرے کمائیں اور تم کھاؤ۔

غرض حضور ﷺ ایک تاجر کی حیثیت میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ہمارے تجارت پیشہ لوگ آپ کے طریقے کو اختیار کر کے من حیث القوم بہت ترقی کر سکتے ہیں۔

---

[1] لم اجدہ۔

Marfat.com

اٹھارھواں باب

آنحضور ﷺ ایک مصلح کی حیثیت میں

اگر دیکھا جائے کہ حضور ﷺ نے عہدۂ نبوت پر فائز ہونے کے بعد بحیثیت ایک مصلح اعظم ہونے کے عربوں کے تمدن میں کیا کیا اصلاح کی۔ تو ہمارے سامنے فوراً حضور ﷺ کی اصلاحات کا ایک نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ جو کسی اور مصلح کی زندگی میں کہیں نظر نہیں آتا۔

منفرد مصلح

دنیا میں بڑے بڑے مصلح، بڑے بڑے ہادی، راہنما، پیشوا، لیڈر ریفارمر گذرے ہیں۔ اور انہوں نے قوم کی اصلاح میں اپنی عمریں خرچ کر دیں تھیں۔ مگر اس ہادی عرب ﷺ نے جس خوبی اور عقل مندی سے چند ہی سالوں میں عرب جیسے جاہل اور اجڈ بدوؤں کی اصلاح کر دی تھی اور اصلاح بھی ایسی کہ آنے والی نسلوں میں بھی برابر جاری رہی ایسی اصلاح یقیناً دنیا کے کسی مصلح سے نہیں ہو سکی۔

حضور ﷺ کی ان اصلاحات کو دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ حضور ﷺ کس اعلیٰ پایہ کے مصلح تھے۔ کس شان کے نبی تھے کہ صدیوں کے بگڑے ہوئے ملک کو دنوں میں کچھ سے کچھ بنا دیا۔

- وہ جو مردہ تھے، انہیں زندہ قوم بنا دیا
- وہ جو دنیا کی نظروں میں ذلیل ہو چکے تھے، انہیں سب کی نظروں میں عزیز کر دیا۔

Marfat.com

- وہ جو راہزن اور ڈاکو مشہور تھے' انہیں سب کا نگہبان اور محافظ بنا دیا۔
- وہ جو چوری کو ایک معمولی چیز سمجھتے تھے' خود پاسبانی کرنے لگے۔
- وہ جو شراب اور جوئے کے عادی تھے' شرابیوں اور قمار بازوں کو سزائیں دینے لگے۔
- وہ جو لاعلمی اور جہالت میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے' عالم مشہور ہو گئے۔
- وہ جو ظالم اور سنگدل سمجھے جاتے تھے' عادل اور رحم دل بن گئے۔
- وہ جو بت پرست اور مشرک تھے' خدا پرست اور موحد ہو گئے۔
- وہ جو غیر مہذب اور غیر متمدن تھے' مہذب اور متمدن بن گئے۔

غرض یہ کہ حضور ﷺ کے تشریف لاتے ہی عرب کی کایا پلٹ گئی اور آپ ﷺ نے ان کے تمام غلط طریقوں اور جاہلانہ رسموں کو اس خوبی سے درست کیا' کہ کسی کو محسوس ہوا' نہ ناگوار گزرا۔

اعلیٰ درجہ کا مصلح

اعلیٰ درجہ کا مصلح وہی ہو سکتا ہے جو صحیح معنوں میں قوم کا نبض شناس ہو۔ اس کے حالات اور مزاج سے واقف ہو۔ اور آہستہ آہستہ ان کے مزاج کے موافق ہی اصلاح کرتا چلا جائے۔ چنانچہ یہ خوبی بدرجۂ اتم حضور ﷺ میں موجود تھی۔ اور مزید برآں یہ کہ حضور ﷺ فن خطابت اور طرزِ تکلم سے بھی خوب واقف تھے۔ حضور ﷺ کی طبیعت میں لینت' تحمل' بردباری بھی قدرت نے ودیعت کر رکھی تھی۔ اور یہی وہ جوہر ہیں' جن کا ایک مصلح میں پایا جانا نہایت ضروری ہے۔

حضور ﷺ کو اپنے زمانہ میں جن اہم اصلاحات سے سابقہ پڑا' ان کا مختصر نقشہ ذیل میں درج ہے :

رسم غلامی کی اصلاح

(۱) مدت سے دنیا میں غلام بنانے کی رسم چلی آ رہی تھی۔ اور کسی مذہب نے اس رسم کو معیوب قرار نہیں دیا تھا۔

Marfat.com

یہاں تک کہ عیسائی مذہب نے بھی اس کے متعلق کوئی قانون مرتب نہ کیا تھا۔ بلکہ غلاموں کو مخاطب کر کے یہ حکم دیا کہ "اپنے آقاؤں کی جو تمہارے جسم کے مالک اور مختار ہیں' ہمیشہ اطاعت کرو۔"

ہندو دھرم بھی مدت سے دنیا میں چلا آ رہا تھا۔ مگر اسے بھی ملک سے غلامی کی لعنت دور کرنے کی نہیں سوجھی۔ بلکہ الٹا اچھوتوں کو غلام قرار دیا۔ اور انہیں برہمنوں کے مقابلہ میں ذلیل ترین مخلوق ٹھہرایا۔

الغرض دنیا میں غلاموں کی اولاد بھی غلام متصور ہو رہی تھی۔ کہ آنحضور ﷺ تشریف لائے۔ اور آپ ﷺ نے آتے ہی اس بے زبان طبقہ کی نیابت کی۔ ان بیکسوں کی حالت پر ترس کھایا۔ اور لوگوں کو بتایا کہ یہ مظلوم بھی اللہ کے بندے ہیں جس کے دربار میں ہم سب نے مساویانہ حیثیت میں پیش ہونا ہے۔ آپ ﷺ نے ان تمام ظالمانہ قوانین کو توڑ دیا۔ جو اس وقت غلاموں کے متعلق جاری کئے جا چکے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان پر رحم کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ ان کے کام میں خود ان کے ہاتھ بٹاؤ۔ جو خود کھاؤ انہیں کھلاؤ۔ جو خود پہنو انہیں پہناؤ۔ ان کی شادیاں کرو اور انہیں اپنے جیسا انسان سمجھو۔ اگر وہ آزاد ہونا چاہیں تو ان کی ہر طرح امداد کرو اور بخوشی آزاد کرو۔

چنانچہ آہستہ آہستہ ان کی آزادی کے متعلق حکم دیا کہ اگر کسی مسلمان سے کوئی قصور سرزد ہو جاتا۔ تو شرعی طور پر اس کی تعزیر میں غلام کا آزاد کرنا بھی رکھ دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہزارہا غلام آزاد ہو گئے۔ اور خود حضور ﷺ نے غلام خرید خرید کر آزاد کرنے شروع کر دیئے۔ تاکہ لوگوں کو ترغیب ہو۔ اور اسے ایک بہترین صدقہ قرار دیا۔ اور صحابہؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔

قیدیوں کی رسوم کی اصلاح

(۲) حضور ﷺ سے پہلے یہ رواج تھا' کہ جس قدر جنگی قیدی ہوتے سب کو موت کے گھاٹ اتار

Marfat.com

دیا جاتا۔ مگر آپ ﷺ نے اس جاہلانہ رسم کو بھی مٹا دیا۔ اور حکم دیا کہ قیدیوں کو قتل کرنا تو درکنار انہیں عزت کے ساتھ رکھنا چاہیے یا فدیہ لے کر رہا کر دینا چاہیے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسیران جنگ سے جو سلوک کیا مختصر نقشہ دوسری جگہ دکھایا گیا ہے۔[1]

لڑکیوں پر ظلم اور اس کی اصلاح

(۳) عرب میں رواج تھا کہ جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی، تو اسے نہایت سنگ دلانہ طریق پر زندہ درگور کر دیتے۔ تاکہ اس کی تربیت اور شادی وغیرہ سے رہائی مل جائے۔

حضور ﷺ نے آتے ہی اس رسم کو بھی جڑ سے اکھیڑ دیا۔ اور لڑکیوں کی تربیت اور پرورش کے متعلق وہ احکام نافذ فرمائے کہ وہی عرب نہ صرف لڑکیوں کو زندہ رکھنے پر مجبور ہوئے بلکہ ان کی تربیت اور شادی کو ثواب سمجھنے لگے۔ اور ان کی کفالت کرنے لگے۔

جاہلانہ نکاح اور ان کی اصلاح

(۴) رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں آٹھ قسم کے نکاحوں کا رواج تھا۔ یعنی بعض تو سال سال دو دو سال کا میعادی نکاح کیا کرتے تھے۔ بعض یونہی یارانہ گانٹھ لیتے تھے۔ اور جب دل مل جاتے تو نکاح کر لیتے تھے۔ اور بعض بطور تجربہ دوستی کرتے، اگر اس سے اولاد پیدا ہوتی تو نکاح کر لیتے تھے۔ ورنہ اسے بانجھ سمجھ کر چھوڑ دیتے۔ الغرض ان کے یہ سب نکاح زنا کے حکم میں تھے۔ حضور ﷺ نے ان سب کا قلع قمع کر دیا اور فرمایا: کہ صرف میاں کا بیوی کو ایک نظر دیکھ لینا ہی کافی ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ پھر موجودہ شرعی نکاح کو جاری فرمایا۔

---

[1] دیکھئے چھٹا باب "آنحضور ﷺ ایک فاتح کی حیثیت میں" ص ۱۳۳۔ ۱۳۸۔

Marfat.com

عورتوں پر ظلم کی اصلاح

(۵) عرب طلاق میں بھی عورتوں کو خراب کرتے رہتے تھے۔ ایک بار طلاق دی اور پھر رجوع کر لیا پھر طلاق دی اور پھر رجوع کر لیا۔ غرض یہ کہ ان کے ہاں رجعت کی کوئی میعاد مقرر نہ تھی، جس سے عورتیں سخت تنگ آئی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ نے مسئلہ طلاق میں بھی ان کی اصلاح کی اور احکام خلع جاری فرمائے جس سے ایک حد تک عورتوں کو بھی استحقاق حاصل ہو گیا۔

(۶) وہ عورتوں کو ایک ذلیل ترین مخلوق سمجھتے تھے۔ اور حیوانوں کی طرح ان سے سلوک کیا کرتے تھے۔ انہیں نہ صرف جائیداد ہی سے محروم رکھا جاتا تھا بلکہ ان کا اور بھی کسی قسم کا کوئی حق نہ سمجھا جاتا تھا۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو عورت کو تینوں حیثیتوں سے ممتاز فرمایا بیٹی ہونے کی حیثیت سے اسے باپ کا ترکہ دلوایا۔ بیوی ہونے کی حیثیت سے خاوند کا وارث ٹھہرایا اور ماں ہونے کی حیثیت سے اولاد کا وارث بنایا اور اس طریق سے عورتوں کو اعزاز بخشا۔

الغرض دنیا کو بتا دیا کہ جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے حقوق تم پر ہیں۔ اور ان کی نگہداشت کرنا تمہارا اولین فرض ہے۔ جن میں غفلت اور کوتاہی برتنے کی صورت میں تم قصوروار ٹھہرو گے۔

انسانیت پر ظلم کی اصلاح

(۷) پروردگارِ عالم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اور اسے تمام مخلوقات پر عزت و کرامت بخشی۔ مگر اس شرف انسانیت سے قریش مکہ آگاہ نہ تھے۔ اور وہ اینٹ' پتھر' بت کے آگے دست بستہ کھڑے ہوتے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ ان دیوتاؤں کے نام کی نذر و نیاز دیتے اور چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ اور یہ نظریہ رکھتے تھے کہ بزرگوں کے ان بتوں کی وجہ سے ہماری بگڑی بن جاتی اور سب مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

حضور ﷺ نے اس باطل نظریئے کی تردید فرمائی۔ اور توحید کا اعلان فرمایا اور

Marfat.com

برملا کہا:

﴿ یٰاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا ﴾

"اے لوگو! اس بات کا اقرار کرو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تم کامیاب ہو جاؤ گے۔"[1]

اور فرمایا اشرف المخلوقات ہو کر درختوں اور پتھروں کے آگے گرنا اور سجدہ ریز ہونا یوں بھی انسانیت کی توہین ہے۔ آنجناب ﷺ نے شرف انسانیت کا تحفظ فرمایا۔ اسے بتوں سے ہٹا کر صرف اللہ کے آگے جھکایا اور نکتہ توحید سمجھایا۔

توہمات و رسومات کی اصلاح

(۸) وہ لوگ توہمات اور غلط رسومات کا شکار تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی۔

وہ لوگ بد عقیدہ، مشرک اور توہم پرست تھے۔ بد شگونیاں لیتے اور طرح طرح کی فالیں نکالتے تھے اور انہوں نے دنوں کو بانٹ رکھا تھا کہ فلاں دن اچھا ہے اس میں سفر اور کاروبار بہتر رہے گا اور فلاں دن برا اور منحوس ہے اس میں نہ سفر بہتر رہے گا نہ کاروبار۔ علاوہ ازیں وہ تیروں سے قسمت معلوم کرتے تھے۔ نجومیوں سے ربط رکھتے تھے۔ کہانت کے قائل تھے۔ چھوٹے چھوٹے بت بنا کر جیبوں میں رکھتے تھے تاکہ وہ ہر مشکل اور اڑے تھڑے وقت میں ہماری یاوری کریں۔

آنحضرت ﷺ نے ان اور ان جیسے دیگر تمام توہمات کو بیہودہ قرار دیا اور انہیں بد اعتقادی و شرک پر محمول فرمایا۔

اس طرح ان میں مختلف رسومات تھیں۔ جنہیں وہ بڑی عقیدت سے ادا کرتے تھے مثلاً عرس، میلے، ناچ گانے وغیرہ۔ آپ نے ان رسومات کی بڑی جرأت

---

[1] مسند احمد ۳/ ۴۹۲، ۴/ ۳۴۱۔

Marfat.com

اور قوت سے بیخ کنی فرمائی۔

(۹) علاوہ ازیں ان میں یہ رسم تھی کہ بیوہ عورت سے نکاح کو برا جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ آفات لاتا ہے۔ ایک یہ رسم بھی تھی کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح صحیح نہیں جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ متبنیٰ مثل حقیقی بیٹے کے ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ تمام نکاح بیوگان سے کیے۔ اور متبنیٰ زید کی بیوہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس طرح ان رسوماتِ بد کو پاؤں تلے کچل دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ رسومات کو کیوں کر مٹایا جاتا ہے۔ اور کسی قوم کی غلط رسومات کو مٹانا کتنا بڑا اور اہم کام ہوتا ہے۔

بوجھل بندھنوں سے نجات دلائی

(۱۰) بوجھل بندھنوں سے مراد وہ ناجائز اور بے مقصد پابندیاں ہیں جو ان لوگوں نے ازخود اپنے اوپر عائد کر رکھی تھیں۔ جن کے بوجھ تلے انسانیت دبی ہوئی سسک رہی تھی۔ وہ بتوں کے سامنے' ماتھا ٹھیکنی ضروری سمجھتے تھے۔ بتوں کی ساخت پرداخت پر قیمتی وقت ضائع کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے معاملات پروہتوں' مجاوروں اور مذہبی پیشواؤں کے حوالے کر رکھے تھے۔ انہوں نے اپنے اور رب کے درمیان بڑے واسطے اور وسیلے کھڑے کر رکھے تھے۔ وہ بتوں کے نام کی منت منوتیاں مانتے تھے اور انہیں بہر صورت پورا کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اللہ نے اپنے تمام اختیارات ان درمیانی واسطوں اور وسیلوں کو سونپ دیئے ہیں۔ اس لئے ہمیں عجز و نیاز کا سارا معاملہ انہیں سے کرنا چاہیے۔ غلام اپنے آقاؤں کی بندھنوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور جابر آقاؤں کی ظلم و استبداد کی چکی میں پس رہے تھے۔ نبی رحمت ﷺ نے ان سے یہ' اور اس قسم کے دیگر تمام بوجھ اتار پھینکے۔ بندھن کھول دیئے اور زنجیریں کاٹ دیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿ وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ ﴾

Marfat.com

(الاعراف:۱۵۷)

"اور یہ نبی ان سے ان کے بوجھ اتار پھینکتا ہے اور ان زنجیروں کو کاٹ دیتا ہے کہ جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔"

دیگر معاشرتی اصلاحات

(۱۱) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کائنات ہست و بود کے عظیم ترین مصلح تھے۔ آپ ﷺ نے اعتقاد و عمل کی جو بھی خرابی دیکھی اس کی اصلاح کرنے کی ہر ممکنہ کوشش فرمائی۔

اس وقت عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ لوگ اللہ کو بھول چکے تھے۔ شرک و کفر میں گرفتار تھے۔ ظلم توڑتے تھے' ستم ڈھاتے تھے' جوئے کے رسیا' شراب کے عادی' حرام کاری کے دِل دادہ تھے۔ چوری' ڈاکہ عصمت دری عام تھی۔ باہم برسر پیکار رہتے تھے۔ ان میں سلسلہ قتل و غارت نسلاً بعد نسل جاری رہتا تھا۔

حضرت رحمت دو عالم ﷺ نے ان تمام مفاسد کو دور کیا۔ اور ان کی اصلاح فرمائی' انہیں انسان بنایا۔ اور اللہ کے در پہ جھکایا۔

طبقاتی کشمکش

(۱۲) وہ لوگ اپنی خاندانی وجاہت' حسب و نسب' مال و دولت اور دنیوی باتوں میں ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس نظریئے کی تردید کی اور فرمایا:

﴿ كُلُّكُمْ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ وَاٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ ﴾

"تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔" (بھلا مٹی کو فخر کیسا؟)" [1]

نیز فرمایا: ﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ ﴾ (الحجرات:۱۳)

"تم میں زیادہ معزز و محترم وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔"

آنجناب ﷺ نے اپنے قبائل کو جو باہم نبرد آزما اور ایک دوسرے کے خون

---

[1] در منثور ۶/ ۹۸۔

Marfat.com

کے پیاسے تھے آپس میں ملا دیا اور ایک بنا دیا۔ ان کے دلوں میں نفرت و حقارت کے غلیظ جذبات نکال کر الفت و محبت کے بیج بو دیئے۔ چنانچہ قرآن مجید کہتا ہے:

﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ ﴾

(آل عمران:۱۰۳)

"ذرا وہ وقت تو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے مقابل خون آشام تلواریں لئے کھڑے تھے۔ تو ہمارے نبی نے تمہاری کشت قلب میں الفت و محبت کے بیج بو دیئے جن سے پھر پیار و شیفتگی کے شگوفے پھوٹے۔"

اخلاقی برائیاں اور ان کی اصلاح

(۱۳) اہل عرب شراب جوا اور حرام کاری میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور جس قوم میں یہ بیماریاں ہوں۔ بھلا وہ قوم کیوں کر مہذب و شائستہ بن سکتی ہے؟

حضرت رسول اکرم ﷺ نے انہیں حرام قرار دیا اور برملا اعلان فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ ﴾ (المائدہ:۹۰)

"کہ شراب' جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ تمام گندے اور شیطانی کام ہیں ان سے دور رہو۔"

اور زنا کی سزا کوڑے اور سنگساری مقرر فرمائی۔ تاکہ کوئی بد فطرت اس حرکت شنیع کا ارتکاب نہ کر سکے۔

وہ لوگ خاص ایام و مواقع میں آپس میں فخر و مباہات کرتے اور اپنے اپنے خاندان کی عظمت و بڑائی کے نغمے الاپتے تھے۔ آنحضور ﷺ نے انہیں ایسی باتوں سے منع فرمایا: اور انکساری و فروتنی کا درس دیا۔ اور فرمایا:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ هُوَا لْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾

(فاطر:۱۵)

Marfat.com

"اے لوگو! تم سب کے سب بارگاہ لم یزل میں فقیر و درماندہ ہو بڑائی صرف اللہ کو زیبا ہے (کیونکہ) وہی غنی و حمید ہے۔"

اہل عرب غزلیات میں بڑا شہرہ رکھتے تھے۔ وہ اپنی محبوباؤں کا نقشہ و حلیہ' ڈیل ڈول' تراش خراش' ناز و ادا' حسن و جمال وغیرہ بصورت اشعار بیان کرتے تھے۔ آنحضرت نے اس بری حرکت سے حکماً منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ کوئی شخص کسی عورت کا خاکہ کسی کے سامنے پیش نہ کرے۔ یہاں تک کہ اپنی بیوی کا اپنے دوست کے سامنے بھی بیان نہ کرے۔[1]

آپ نے اصلاح معاشرہ کی جانب قدم اٹھاتے ہوئے بے پردگی' اختلاط مرد و زن' التباس ہم جنس اور متضاد جنس کی وضع بنانے' عورتوں کو خوشبو لگانے اور پازیب ڈال کر زمین پر زور زور سے پاؤں مارنے' غیر محرم (جس سے شادی حرام نہیں) کے ساتھ سفر یا حضر میں تخلیہ کرنے' غیر محرم سے ملائمت سے گفتگو کرنے یا ملاطفت سے جواب دینے اور ایک دوسرے کی جانب غور سے دیکھنے سے منع فرما دیا۔ یہ اصول غیر رشتہ داروں کے لئے بھی ہے' اور رشتہ داروں کے لئے بھی۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ تو موت ہے۔[2] یعنی اس کی بدولت تو عورت کی حیا اور ایمان کا بدرجہ اولیٰ دیوالیہ نکلنے کا خطرہ ہے۔ عورتوں کو باریک اور چست لباس پہننے سے منع فرمایا تاکہ وہ غیروں کی توجہ کا مرکز نہ بنیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی پوری حیاتِ مبارکہ لوگوں کی اصلاح کرنے میں گزر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کوئی پست' گھٹیا' غلط اور بیہودہ بات دیکھی فوراً اس

---

[1] مسلم النکاح: باب تحریم افشاء سر المرأۃ حدیث نمبر ۱۴۳۷۔

[2] بخاری' النکاح: باب لا یخلون رجل بامرأۃ الخ حدیث نمبر ۵۲۳۲' مسلم' السلام: باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیہ حدیث نمبر ۲۱۷۲۔

Marfat.com

کی اصلاح فرمادی- کیا ہم سیرۃ النبی کے اس پہلو کو بھی اپنانے کی کوشش کریں گے؟

عقائد کی اصلاح

(۱۴) کسی آدمی کی زندگی میں عقیدے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے- کیونکہ عمل کا انحصار عقیدے پر ہے- عقیدہ مثل بنیاد کے ہے اور عمل مانند دیوار کے- اور یہ بات قطعی ہے کہ اگر عقیدہ صحیح نہیں تو عمل شرف قبول نہیں پا سکتا-

آپ جانتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے مکی زندگی کے تیرہ برس اصلاح عقائد میں صرف کر دیئے اور اس سلسلے میں آپ ﷺ نے بے شمار تکالیف برداشت کیں-

تمام عقائد کی جڑ عقیدۂ توحید و رسالت ہے- اس کی اصلاح بہت ضروری تھی- آنحضرت ﷺ مشرکین کو جو سب سے پہلی دعوت دیتے تھے- وہ توحید و رسالت ہی کی دعوت ہوتی تھی- اور جو خوش نصیب حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتے تو آپ ﷺ نظر رکھتے کہ کہیں یہ توحید و سنت کے منافی تو کوئی کام نہیں کرتے اور توحید و سنت کی نزاکتوں سے بے خبر تو نہیں ہوتے-

ایک دفعہ ایک شخص نے کسی بات پر کہہ دیا: مَا شَآءَ اللّٰہُ وَ مَا شِئْتَ- (جو اللہ چاہے اور اے نبی جو آپ چاہیں)

آپ ﷺ نے جھٹ فرمایا: اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا؟ قُلْ مَا شَآءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ (کیا تم مجھے اللہ کا شریک بناتے ہو؟ یوں کہو- کہ جو تنہا اللہ چاہے)[1]

اس شخص کی نیت یقیناً شرک کی نہ تھی- مگر آنحضرت ﷺ نے اس جملے کو موہم شرک جان کر فوراً اصلاح فرمادی-

ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس چند بچیاں آپ کی مدح میں گا کر اشعار پڑھ رہی تھیں اور اسی دوران کسی نے یہ بھی کہہ دیا-[2]

وَ فِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ

---

[1] نسائی فی عمل الیوم واللیلہ حدیث نمبر بلفظ "عدلا" نیز دیکھئے کتاب التوحید ص ۳۲۸-

Marfat.com

"اور ہم میں ایک نبی ہے جو آنے والے احوال سے باخبر ہے"

یہ سنتے ہی آپ ﷺ نے بلا توقف روک دیا اور فرمایا:

((دَعِيْ هٰذِهٖ وَ قُوْلِيْ بِالَّتِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ))

"یہ مت کہو- اور وہی کہو جو تم کہہ رہی تھیں-"[1]

چونکہ اس جملے میں شرک کا شائبہ تھا- اور اگر بروقت منع نہ کیا جاتا تو آگے چل کر کئی خطرناک خطرات کا پیش خیمہ بن سکتا تھا- لہٰذا آپ نے موقع پر ہی اصلاح فرما دی-

اعمال کی اصلاح

(۱۵) جس طرح گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے اسی طرح نیکیوں میں سب سے عظیم نیکی نماز ہے- اور حکم ہے کہ نماز سکون اور دل جمعی سے ادا کی جائے- اس میں جلدی نہ کی جائے- اور نماز میں طمانیت (آرام و سکون) کو شرط قرار دیا- کتب حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے-

ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جلدی جلدی نماز پڑھ رہا ہے وہ جب آپ ﷺ کو سلام کر کے جانے لگا- تو آپ نے فرمایا:

((فَارْجِعْ فَصَلِّ اِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ))

"واپس جاؤ- پھر نماز پڑھو- تم نے نماز نہیں پڑھی-"

اس نے دو یا تین بار اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھی- آپ ﷺ نے ہر بار یہی فرمایا: ((فَارْجِعْ فَصَلِّ ......)) پھر آپ ﷺ نے اسے آرام و سکون سے نماز ادا کرنے کا طریقہ بتایا اور اس طرح اس کی نماز کی اصلاح فرما دی-[2]

ایک مرتبہ ایک گداگر آیا- اور آپ ﷺ سے خیرات مانگنے لگا- آپ ﷺ

---

[1] بخاری، النکاح: باب ضرب الدف فی النکاح حدیث نمبر ۵۱۴۷-

[2] بخاری، الاذان باب وجوب القراءۃ الفاتحہ الخ حدیث نمبر ۷۹۳-

Marfat.com

نے دیکھا کہ وہ تنومند ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے گھر میں کوئی اثاثہ ہے؟"
اس نے کہا: "حضور ﷺ! کچھ نہیں صرف ایک کمبل اور لکڑی کا ایک پیالہ ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ لے آؤ۔"

وہ لے آیا۔ آپ ﷺ نے انہیں دو درہم میں فروخت کر دیا۔ فرمایا:
ایک درہم کا راشن خرید کر گھر پہنچا دو۔ اور دوسرے کا کلہاڑا خرید کر لے آؤ۔
اس نے اسی طرح کیا اور کلہاڑا خرید کر لے آیا۔ آپ ﷺ نے اس کا دستہ پاس سے ٹھونک دیا۔ اور فرمایا "جنگل میں جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرو۔ اس طرح اپنی گذر بسر کرو۔" چنانچہ چند ہی روز میں وہ شخص معاشی طور پر مستحکم ہو گیا۔[1]

حضور پاک ﷺ نے اس کو رزق حرام سے ہٹا کر رزق حلال پر لگا دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس شخص کی مالی حالت بہتر ہو گئی۔ پہلے وہ لوگوں سے لیتا تھا مگر پھر وہ محتاجوں کو دینے والا بن گیا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ دوسروں ہی کی نہیں خود اپنے گھر کی اصلاح بھی فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کی ازواج رضی اللہ عنہن میں سے کسی نے دوسری کو کوئی ست لفظ کہہ دیا، جو حضور ﷺ نے سن لیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بڑی نرمی سے سمجھایا کہ کسی کو کوئی ایسا جملہ نہیں کہنا چاہیے جو اسے تکلیف دے۔ کسی کو تکلیف دینا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دینا ہے۔[2]

---

[1] ابوداؤد، الزکاۃ: باب ماتجوز فیہ المسالتہ حدیث نمبر ۱۶۴۱، ابن ماجہ، التجارات: باب بیع المزایدۃ حدیث نمبر ۲۱۹۸۔ [2] ابوداؤد، الادب: باب فی الغیبۃ حدیث نمبر ۴۸۷۵۔ ترمذی، صفۃ القیامۃ: باب ۵۱، حدیث نمبر ۲۵۰۲۔

Marfat.com

ان باتوں کا آپ ﷺ کے حرم پر بڑا اثر ہوا۔ اور آئندہ انہوں نے کبھی ایسا لہجہ اختیار نہ کیا۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ سے ناراض ہو کر میکے آگئیں۔ اس خفگی کا کسی طرح حضورِ ﷺ کو پتہ چل گیا۔ فرمایا: فاطمہؓ! سنو میں حکم دیتا ہوں کہ فوراً علیؓ کے گھر چلی جاؤ۔ اگر اسی حال میں تم پر موت آجائے تو محمد ﷺ تمہارا جنازہ نہیں پڑھے گا۔"[1] (ﷺ)

خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اٹھیں اور حضرت علیؓ کے گھر چلی گئیں۔ اور کمال یہ کہ ان کی پیشانی پر کوئی شکن تک نہیں آئی۔

ایک مرتبہ حسن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجور منہ میں ڈال لی۔ حضور ﷺ نے دیکھ لی فرمایا:

"کخ کخ یعنی اگل اگل" اور آپ ﷺ نے ننھے نواسے کے منہ میں انگلی ڈال کر وہ کھجور باہر نکال دی۔ اور فرمایا: "محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ یہ مال نہیں کھایا کرتے۔"[2] (صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم)

حضرت نبی کریم ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں اصلاحات فرمائیں۔ یہاں اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے چند اصلاحات کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ اگر آپ کی حیاتِ مبارکہ ﷺ کے وہ واقعات و نظائر اور شواہد بیان کئے جائیں۔ جن کا تعلق اس عنوان سے ہے تو مستقل ایک کتاب تیار ہو جائے۔

بہر حال یہ واقعات مشتے نمونہ از خروارے ہیں ان کی روشنی میں اگر ہم

---

[1] ایضاً

[2] بخاری، الزکاۃ: باب ما یذکر فی الصدقۃ النبی ﷺ حدیث نمبر ۱۴۹۱۔ مسلم، الزکاۃ: باب تحریم الزکاۃ علی رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر ۱۰۶۹۔

Marfat.com

حضور ﷺ کو مصلح اعظم یا بے مثال و لاجواب مصلح کہہ دیں تو یقیناً بے جا نہ ہو گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہ آج تک کوئی اتنا بڑا مصلح پیدا ہوا ہے۔ اور نہ قیامت تک پیدا ہو سکتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو آنحضور ﷺ کی سیرت و سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

Marfat.com

انیسواں باب

آنحضور ﷺ کی صورت مبارکہ

حضور اکرم ﷺ جس طرح سیرت میں لاجواب تھے۔ اسی طرح صورت میں بھی بے مثال تھے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

تیری صورت' تیری سیرت' تیرا نقشہ تیرا جلوہ
تبسم گفتگو' بندہ نوازی' خندہ پیشانی

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:-

"مصر کی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کا جمال دیکھا تو بجائے پھل کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ واللہ! اگر وہ حضور ﷺ کا جمال دیکھ لیتیں تو بجائے ہاتھ کاٹنے کے اپنے کلیجے کاٹ لیتیں۔" [1]

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

"ایک دفعہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر نور کے قطرے ڈھلک رہے تھے۔" [2]

حضرت عائشہؓ کا مشہور شعر ہے۔ آپؓ حضور ﷺ کے بارے میں فرماتی ہیں ؎

---

[1] لم اجدہ۔

[2] تاریخ بغداد ۱۳/ ۲۵۲-۲۵۳۔

Marfat.com

لَنَا شَمْسٌ وَ لِلْاُفَاقِ شَمْسٌ ؛ وَ شَمْسِیْ خَیْرٌ مِّنْ شَمْسِ السَّمَآءِ
شَمْسُ السَّمَآءِ تَطْلُعُ بَعْدَ فَجْرٍ ؛ وَ شَمْسِیْ طَالِعٌ بَعْدَ الْعِشَآءِ

"ایک ہمارا سورج ہے' ایک آسمان کا سورج ہے۔ ہمارا سورج آسمان کے سورج سے بہتر ہے' آسمان کا سورج صبح کو طلوع ہوتا ہے اور ہمارا سورج شب کو جلوہ بار ہوتا ہے"۔[1]

حضور ﷺ کا اپنا بیان حضور اکرم ﷺ اپنے اس حسن و جمال کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ ﴾

"اے اللہ! جس طرح تو نے ترکیب و بناوٹ میں مجھے زیبائی بخشی ہے اسی طرح مجھے عادات و خصائل میں بھی حسن عطا فرما دے۔"[2]

حضرت حسان بن ثابتؓ کا نظریہ حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ بند آنحضرت ﷺ کی صورت مبارکہ کا کتنا پیارا نقشہ پیش کرتا ہے۔ آپؓ کہتے ہیں۔

وَ اَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنٌ ؛ وَ اَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ؛ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

"اے کونین کے تاجدار ﷺ! آپ ﷺ سے زیادہ حسین کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ ﷺ سے بڑھ کر جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے ہیں۔ اور یوں لگتا جیسے آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا ہوئے ہیں۔"[3]

---

[1] لم اجدہ۔

[2] مسند احمد ۱/ ۴۰۳' صحیح ابن حبان ۲۴۲۳۔

[3] لم اجدہ۔

Marfat.com

حضرت جابرؓ کا مشاہدہ

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک شب میں بارگاہ نبوی میں پہنچا۔ حضور ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ آسمان پر چودھویں کا چاند اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ضوبار تھا۔ اور جب میں نے حضور ﷺ کے رخ اقدس کو دیکھا تو اس سے نور کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا: کہ آسمان پر بدر منیر ضوریز تھا اور زمین پر سراج منیر جلوہ بار تھا۔

جابرؓ دونوں کے حسن کا تقابل کرنے کے بعد اپنی آزادانہ رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں:

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ۔

"میرے پیارے نبی! اس چاند سے کئی گنا بڑھ کر خوب صورت ہیں"۔ [1]

سچ کہا کسی نے۔

رخ مصطفیٰ ﷺ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں' نہ دکان آئینہ ساز میں

ظاہر و باطن کا حسن

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے حضور ﷺ کا ظاہر اور باطن ایک سا حسین و دلربا تھا۔ جیسے آپ کا باطن منفرد تھا' ویسے ہی آپ کا ظاہر بھی یکتا تھا۔ جس طرح آپ کا دروں دلکش تھا ویسے آپ کا بروں بھی جاذبِ نظر تھا' اور اس جمال و کمال میں آپ ﷺ کا ثانی نہ کوئی ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ کیا خوب کہا کسی نے۔

شاہ ندیدم درجہاں از قاف تاہم قیرواں!
نہ در زمیں نہ در سماں چوں مصطفیٰ باشد دگر

غالباً اسی کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک اردو شاعر نے کہا۔ اور بہت خوب کہا۔

---

[1] ترمذی' الادب: باب ماجاء فی الرخصة فی لبس الحمرة حدیث نمبر ۲۸۱۱۔

Marfat.com

زندگیاں بیت گئیں اور قلم ٹوٹ گئے
پر تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر فخر کائنات ﷺ کو قریب سے کس نے دیکھا؟ اور ان سے بہتر حضور اکرم ﷺ کی صورت مبارکہ کا نقشہ کون بیان کر سکتا ہے؟

مختلف صحابہؓ کے مشاہدات و تاثرات

ایک صحابیؓ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کا چہرۂ انور یوں تاباں ہے:

﴿كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ﴾

''جیسے آپ ﷺ کے رخساروں میں سورج تیر رہا ہو۔''[1]

ایک دوسرے صحابیؓ کہتے ہیں۔ آپ کا مقدس چہرہ یوں ہے کہ جیسے بادل میں بجلی چمکتی ہو۔[2]

اہل عرب کے ہاں تلوار کو بڑی اہمیت حاصل تھی وہ اپنی محبوب شخصیت یا دل پسند چیز کو عموماً تلوار سے تشبیہہ دیتے تھے۔ ایک صحابیؓ حضور اکرم ﷺ کے چہرے کی چمک دمک کو تلوار سے تشبیہہ دیتے ہیں۔[3] جب کہ دوسرے تلوار کی دھار کی مانند کہتے ہیں۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک یوں ہے۔ جیسے کھلا ہوا قرآن ہو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: حضور ﷺ میں کچھ ایسی جاذبیت تھی کہ جو شخص آپ ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھ لیتا اثر لئے بغیر نہ رہتا۔ اگر کوئی عقیدت لے کر آتا تو غلام ہو جاتا۔ بغض لے کر آتا تو مرعوب ہو جاتا۔[4]

---

[1] ترمذی، المناقب: باب فی صفۃ النبی ﷺ حدیث نمبر ۳۶۴۸۔
[2] ایضاً
[3] بخاری، المناقب: باب صفۃ النبی ﷺ حدیث نمبر ۳۵۵۲۔
[4] ترمذی، المناقب: باب فی صفۃ النبی ﷺ حدیث نمبر ۳۶۳۸۔

Marfat.com

اُم معبد کا بیان

حضرت نبی کریم ﷺ کا جو حلیہ اور خاکہ ہجرت مدینہ کے دوران اُم معبد نے بیان کیا۔ وہ سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ رحمت للعالمین کی جلد اول میں یوں لکھا ہے:

"پاکیزہ رو' کشادہ چہرہ' پسندیدہ خو' نہ توند نکلی ہوئی' نہ چندیا (سر) کے بال گرے ہوئے' زیبا' صاحب جمال' آنکھیں سیاہ و فراخ' بال لمبے اور گھنے ...... روشن مردمک' سرگیں چشم' باریک و پیوستہ ابرو' سیاہ گھنگریالے بال' خاموش وقار کے ساتھ' گویا دل بستگی لئے ہوئے' دور سے دیکھنے میں زیبندہ نہالی کی تازہ شاخ' زیبندہ منظر والا قد' مخدوم' مطاع' نہ کوتاہ سخن' نہ فضول گو۔[1]

اُم معبد رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کا یہ حلیہ مبارک اس وقت بیان کیا جب کہ آپ ﷺ ہجرت کے سفر میں تھے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۳ برس تھی۔ اور آپ کا یہ حسن و جمال جو اس وقت تھا آخر روز تک قائم رہا۔

اُم معبد رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا یہ خاکہ اپنے شوہر کے سامنے بیان کیا۔ اب اس کا دل آپ ﷺ کے دیدار کے لئے مچلنے اور ملاقات کے لئے تڑپنے لگا۔ اور وہ بقول حسرت زبان حال سے کہنے لگی

ہاتھ آئے اگر خاک تیرے نقش قدم کی!
سر پہ اسے رکھوں کبھی آنکھوں سے لگاؤں

جسم اطہر کا خاکہ

آپ کا جسم مبارک' پاک صاف اور مجلّٰی و مصفّٰی تھا۔ اکثر وضو سے رہتے۔

پسینہ خوشبودار تھا۔ جس راستے سے گزرتے وہ مہک اٹھتا۔

لباس سادہ اور صاف ہوتا۔ تکلف سے یکسر مبراء تھے۔

---

[1] مستدرک حاکم ۳/ ۹-۱۰۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی سیاہ زلفیں عموماً کانوں تک رہتیں۔
ریش مبارک گھنی اور خوب صورت تھی جو سینہ تک تھی۔
پیشانی روشن اور کشادہ' گردن مناسب لمبی اور کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔
موتیوں جیسے آبدار دانت جو آخر تک پورے کے پورے تھے۔
حیادار سرمگیں آنکھیں' دلربا گفتار' پاکیزہ کردار اور پیاری رفتار تھی۔
آپ ﷺ کی کسی ادا میں تکلف و تصنع نہ تھا۔ نہ آپ ﷺ اسے پسند کرتے تھے۔
آپ ﷺ کی کوئی بات یا عادت کسی کا چربہ نہ تھی بلکہ اپنی تھی۔
آپ کی آواز میں اس قدر سوز و گداز تھا کہ جب قرآن پڑھتے تو لوگ مسحور ہو جاتے۔ آپ ﷺ کا کوئی پہلو اصلاح طلب نہ تھا بلکہ اصلاح شدہ تھا۔
نگاہ میں شرم اور غیرت تھی۔
جسم مضبوط اور طاقتور تھا۔
طبیعت شگفتہ پھول کی مانند ہمہ وقت کھلی ہوئی' دل یاد خدا سے زندہ' اور دماغ ذہانت و فطانت کا گنجینہ تھا۔
رنگ سفیدی مائل گندم گوں تھا۔
ناک باریک اور اونچی' ابرو ملے ہوئے اور پلکیں انتہائی خوب صورت تھیں۔
غرض آپ ﷺ کو جس پہلو سے بھی دیکھا بقول شاعر آپ ﷺ ؎

حسین و دلنشینی' بہر صورت تسر النظرین

کا نقشہ پیش فرما رہے تھے۔ اور صورت و سیرت میں اپنی مثال آپ ﷺ تھے۔ (ﷺ)
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

Marfat.com

رہبر کامل صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

مسلم پبلیکیشنز
MUSLIM PUBLICATIONS

Marfat.com